اصلاح

نمبر ۱ | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ | جلد ۲۴

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ سالانہ قسم دوم تین روپیہ
چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاح

نمبر ۱ | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ | جلد ۲

الحمدللہ منعم حقیقی کا لاکھوں شکریہ کہ اُس نے ہمیں نعمت صحت عطا فرمائی اور اتنی قوت بھی دی کہ ۳۰ ماہ رمضان المبارک سے روزے رکھے۔ اور اسکے بعد اُسکے دینِ مبین کی خدمت میں بھی مشغول ہوگئے چنانچہ محض اُسی کے فضل وکرم سے سوانح عمری جلد دوم کے ۲۷ صفحہ اس نمبر میں شائع کئے جاتے ہیں۔ اب اس کے ۱۴۴ صفحہ اور باقی ہیں اگر اس کا فضل وکرم شامل حال رہا اور اُس کی توفیق نے حمایت کی تو ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے اصلاح میں بھی ۷۲-۷۲ صفحہ دیکر یہ کتاب ذی الحجہ تک مکمل کر دی جائے گی۔ آپ حضرات دعا فرما کر ممنون کریں۔

تاریخ ائمہ گزشتہ نمبر میں ہم نے دریافت کیا تھا کہ محرم ۱۳۵۶ہجری سے رسالہ اصلاح میں تاریخ ائمہ شروع کی جائے یا نہیں۔ اس پر متعدد خطوط آئے کہ ضرور شروع کی جائے۔ اس کتاب کی شدید ضرورت ہے۔ لہٰذا اب یہ طے کر لیا گیا کہ انشاءاللہ محرم ۱۳۵۶ھ سے اصلاح کے ساتھ ۴۴ صفحہ ماہوار اس کتاب مستطاب تاریخ ائمہ کے شائع کئے جائیں گے اور سال بھر کے اندر ۵۱۲ صفحہ کی یہ کتاب مکمل کر دی جائیگی۔

سوانحعمری خلیفۂ دوم اس کے بعد فوراً خلیفۂ دوم کی سوانحعمری کا شائع کرنا بھی ضروری ہے۔ سال بھر کا وقت ناظرین و ہمدردان اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اگر چاہیں تو اس مدت میں سوانحعمری خلیفۂ دوم کی ضرورتیں پوری کر دے سکتے ہیں۔ ہم نے بار بار آٹھ ہزار روپیہ کی ضرورت ظاہر کی تاکہ پچاس پچاس روپیہ ماہوار کے دو معین مصنف ۴ سال تک اس کام میں ہماری مدد کریں اور تین ہزار روپیہ میں ضروری کتابیں منگالی جائیں۔ اس آٹھ ہزار روپیہ کے انتظام کی ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ سوانحعمری خلیفۂ اول کی دونوں جلدوں سے مذہب شیعہ کی حقیقت جس درجہ ثابت ہوئی ہے وہ ان خطوط سے ظاہر ہے جن سے بعض کی نقل پہلے شائع ہو چکی۔ اور کتاب تصویر عزا میں عزاداری

بن نون کو مقرر کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالبؑ اور اُن کے بعد میرے
دونوں نواسے حسنؑ و حسینؑ اور اُن کے بعد نو امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ اوس یہودی
نے کہا اے محمدؐ آپ مجھے اُن سب کا نام بھی بتا دیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب حسینؑ گزر جائیں گے
تو اُن کے بیٹے علیؑ ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند محمدؑ ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے
جعفرؑ ہوں گے۔ جب اُن کا زمانہ بھی ختم ہو جائیگا تو اُن کے بیٹے موسیٰؑ ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے
فرزند علیؑ ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے صاحبزادے محمدؑ ہوں گے۔ جب وہ اُٹھ جائیں گے
تو ان کے فرزند علیؑ ہوں گے۔ جب وہ گزر جائیں گے تو اون کے فرزند حسنؑ ہوں گے۔ اور
اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد مہدیؑ ہوں گے جو حجتِ خدا رہیں گے۔ پس یہی بارہ امام میرے
اوصیا رہیں۔ اُس یہودی نے کہا یہ بھی فرمائیے کہ علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کس طرح مریں گے حضرتؐ
نے فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار کا ایک وار پڑیگا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے۔ اور حسنؑ زہر دیکر
قتل کئے جائیں گے اور حسینؑ ذبح کئے جائیں گے۔ اُس یہودی نے پوچھا یہ لوگ مر کر کہاں
رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا بہشت میں اور وہاں بھی خاص میرے درجہ میں۔ تب اُس یہودی
نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے
رسولؐ ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہی حضرات جن کے آپ نے نام بتلائے آپ کے بعد آپ کے اوصیاء
ہوں گے۔ ہم نے سابق کی کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا اُن میں
یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو ایک نبیؐ مبعوث ہوں گے جن کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا
وہ خاتم الانبیاء ہوں گے کہ اون کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اُن پیغمبرؐ کے اوصیاء اُن کے
بعد بارہ ہوں گے۔ اُن کے اول تو اُس نبیؐ کے چچازاد بھائی اور داماد ہوں گے۔ اور دوسرے
اور تیسرے وصی اونھیں امامِ اول کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے
اور اُس نبیؐ کی امت ہی اُس پہلے وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے
کو اُن کے اہلبیتؑ کے ساتھ تلوار و پیاس کی مصیبت سے عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ
اس طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بھیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ
اس مصیبت قتل پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور اُن کے اہلبیتؑ اور اُن کی درجے بلند ہونگے
اور اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروؤں کو جہنم سے بچا لیں گے۔ اور اُس نبیؐ کے

۲۵۵ھ ہجری کو ہوئی (وفیات الاعیان جلد ۲ ص۱۱۲) اور علامہ ابوالفدا نے لکھا ہے "قال انہ القائم والمہدی والحجۃ وولد المنتظر المذکور فی سنۃ خمس وخمسین و مائتین۔ یعنی حضرت کو قائم اور مہدی اور حجت کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابوالفدا جلد ۲ ص۴۵) اور علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے۔ یترقب خروج المہدی ع وھو من اولاد الامام حسن العسکری ع ومولدہ لیلۃ النصف من شعبان ۲۵۵ھ ہجری وھو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم ع فیکون عمرہ الی وقتنا ھذا وھو ۹۵۸ھ سبعمأۃ سنۃ وست سنین ..... لابد من خروج المہدی ع .... وھو من عترۃ رسول اللہ ع من ولد فاطمۃ جدہ الحسین بن علی ووالدہ حسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام حسین ابن الامام علی رض یعنی حضرت مہدیؑ کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے۔ آپ شب ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اُس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں۔ اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت ۹۵۸ھ ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی۔ آپ ظاہر ہو کر رہیں گے۔ آپ حضرت رسولِ خدا کی عترت اور جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقیؑ فرزند امام علی رضاؑ فرزند امام موسیٰ کاظمؑ فرزند امام جعفر صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسینؑ فرزند حضرت علیؑ تھے (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۴۵)۔

واضح ہوگیا کہ خدا نے دوسرے حضرات (ائمہ اثنا عشر) کو حضرت رسولِ خدا صلعم کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان بھی کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کو نہ خدا نے خلیفہ بنایا نہ رسولؐ نے بلکہ یہ خدمت صرف حضرت عمر نے انجام دی جس سے ممدوح خلیفہ بن گئے۔ اگر حضرت رسولِ خدا صلعم کسی اشارہ کنایہ سے بھی آپ کی خلافت کے متعلق کچھ ظاہر فرمائے ہوتے تو آپ سقیفہ میں خلافت کے لئے دوسروں کا نام ہرگز نہ لیتے۔ قالَ ابوبکر انی قد رضیتُ لکم احد ھذین الرجلین عمرا وابا عبیدۃ .... فقام عمر فقال

ایکم تطیب نفسہ ان یخلف قدمین قدمہما النبی ؐ۔ فبایعہ عمر وبایعہ الناس۔ فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں دو شخصوں عمر اور ابوعبیدہ کو پسند کرتا ہوں ان سے کسی ایک کو اپنا بادشاہ بنالو۔ اس پر حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور کہا (واہ) تم لوگوں سے کسی کا نفس پسند کرے گا کہ جن دو قدموں کو حضرت رسول خدا صلعم نے آگے بڑھایا تھا اُن کو پیچھے ہٹا دے؟ یہ کہکر فوراً حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی۔ تو اور لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی مگر کل انصار یا بعض انصار یہی کہتے رہے کہ ہم سب تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی شخص کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۹) حضرت عمر نے بھی پہلے ابوعبیدہ ہی کو خلیفہ بنانا چاہا۔ لما قبض رسول اللہ ؐ اتی عمر اباعبیدۃ بن الجراح فقال ابسط یدک فلا بایعک انک امین ہذہ الامۃ علی لسان رسول اللہ ؐ فقال ابوعبیدۃ لعمر ما رأیت لک فہۃ قبلہا۔ حضرت رسول خدا صلعم کی رحلت پر حضرت عمر جناب ابوعبیدہ کے پاس گئے اور کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ میں تمہاری بیعت کرلوں کیونکہ تم کو حضرت رسول خدا صلعم نے اس امت کا امین کہا تھا۔ ابوعبیدہ نے کہا اے عمر اس سے قبل میں نے تم میں ایسی حماقت نہیں دیکھی تھی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۲ وطبقات ابن سعد) ان بیانات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کی غرض یہ تھی کہ ہم تین شخصوں سے کسی کی بیعت بھی جلد سے جلد ہو جائے۔ تاکہ یہ اپنے ہی قبضہ میں رہے اور کہنے کو ہو جائے کہ فلاں صاحب خلیفہ ہو گئے۔ اب کسی کو چون وچرا کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اور جو اس سے اختلاف کریگا اُس کی خبر فوراً تلوار یا دُرّہ سے لی جائے گی۔

چھٹی فصل

حضرت ابوبکر کے قول سے اس کی تحقیق کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے

حضرت ابوبکر و عمر نے اپنی اتفاقی تدابیر سے خلافت پر قبضہ کرلیا۔ مگر یہ عجیب بات تھی کہ حضرت ابوبکر تو حضرت عمر سے فرماتے تھے کہ تم خلیفہ بن جاؤ اور حضرت عمر اُن سے

فرماتے تھے کہ نہیں آپ ہی یہ زحمت قبول فرمائیں لیکن حضرت عمر کا درجہ بڑھا ہوا
تھا آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اور حضرت ابوبکر ہی کو آگے کر دیا۔ مسلمانوں
کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ رسول خدا کے بعد حضرت علیؑ کے
مقابلہ میں جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھیگا وہ مخالفتوں اور جاوتوں کا شکار ہو جائیگا۔
بہتر ہے کہ اس کے لئے حضرت ابوبکر ہی پیش کئے جائیں۔ اور جب میدان ہموار اور کار
خلافت آسان ہو جائے گا تو ہم خود اس بار کو اٹھا لیں گے۔ علاوہ بریں حضرت ابوبکر
بہت بوڑھے ہو چکے ہیں خلافت کے ابتدائی جھگڑوں کو ختم کرتے کرتے ان کی مدت حیات
پوری ہی ہو جائے گی۔ اس وقت ان کی بیعت کر لینے سے ابتدائی مصائب سے ہم محفوظ
بھی ہو جاتے ہیں اور ان پر احسان عظیم بھی ہوا جاتا ہے جس کے عوض یہ دنیا سے
چلتے وقت خلافت کو ہمارے ہی حوالہ کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے
اسی وقت یہ بات فرما دی۔ انّ علیا کرم اللہ وجہہ اتی بہ ابوبکر وھو یقول انا عبد اللہ
واخو رسولہ۔ فقیل لہ بایع ابابکر۔ فقال انا احق بھذا الامر منکم۔ لا ابایعکم وانتم اولیٰ
بالبیعۃ لی۔ اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی ص وتاخذونہ
منا اھل البیت غصبا۔ الستم زعمتم للانصار انکم اولیٰ بھذا الامر منھم لما کان محمد منکم
فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ۔ فاذا احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار
نحن اولیٰ برسول اللہ ص حیا ومیتا فانصفونا ان کنتم تؤمنون۔ والّا فبوؤا بالظلم وانتم
تعلمون۔ فقال لہ عمر انک لست متروکا حتی تبایع۔ فقال لہ علیؑ احلب حلبا لک شطرہ
وشد لہ الیوم یردہ علیک غدا۔ ثم قال واللہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ۔ فقال
لہ ابوبکر فان لم تبایع فلا اکرھک۔ جب حضرت ابوبکر کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو
ان کے پاس لائے تو آپ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی
ہوں۔ حضرت سے کہا گیا ابوبکر کی بیعت کر لیجئے۔ فرمایا تم سب سے زیادہ مستحق خلافت
میں ہوں لہذا میں بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں ہی کو میری بیعت کرنی چاہئے۔ تم نے
خلافت کو انصار سے نکالتے وقت یہ استدلال کیا کہ تم حضرت رسول خدا صلعم کے
قرابت مند ہو۔ مگر تم سب اس خلافت کو ہم اہلبیت رسول سے غصب کر کے اپنے

تجھیں سکھانا چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار کے مقابلہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ "چونکہ ہم لوگ حضرت محمد صلعم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس وجہ سے خلافت کے بھی زیادہ مستحق ہیں"۔ تمہاری اِس دلیل پر انصار نے خلافت تمھیں چھوڑ دی اور حکومت تمہارے حوالہ کر دی۔ اب میں بھی تمہارے مقابلہ میں وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور کہتا ہوں کہ حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں اور حضرت کے انتقال پر بھی ہم (اہلبیتؑ) حضرت صلعم کے زیادہ قریبی رشتہ دار (بلکہ حضرت کے جزو) ہیں۔ اب اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں انصاف کرو ورنہ جان بوجھ کر ظالم بنے رہو۔ حضرت علیؑ کی اس تقریر پر حضرت عمر بولے جب تک تم بیعت نہیں کر لو گے چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا ہاں ہاں اس (خلافت) کا دودھ خوب دوہ لو جس سے تمھیں بھی حصہ ملے اور آج اس خلافت کو ابوبکر کے لئے خوب مضبوط کر دو تاکہ کل ہی (مرکر) یہ تمہارے حوالہ کر دیں۔ پھر فرمایا اے عمر خدا کی قسم میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں[1]۔ حضرت ابوبکر نے کہا اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبور نہیں کروں گا۔ (کتاب الامامہ والسیاسۃ مطبوعہ مصر ص ۱۹)۔

کس درجہ حیرت خیز ہے کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اپنی خلافت کے حق ہونے کی کوئی وجہ پاتے تو ضرور بیان

[1] مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔ مگر حضرت علیؑ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی بیعت نہیں کی اس لئے کہ آپ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ "میں تمہارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں"۔ تب قسم کھانے کے بعد حضرت اس کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے ہاں اگر قسم کا کفارہ ادا کر لیتے تب بیعت کر سکتے تھے مگر اسلام کی کسی کتاب حدیث یا تاریخ یا سیرۃ وغیرہ میں کمزور سے کمزور روایت یا قول بھی اس مضمون کا نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور بیعت کی۔ ۱۲

کر دیتے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے۔ بس وہ ایک ہو گی جس کو زبان پر نہیں لا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے انتقال کے وقت جو کلام فرمایا اس میں اس کی طرف اشارہ موجود تھا۔ جب آپ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا واللہ انّی لشدید الوجع و لما لقیتُ منکم یا معشر المہاجرین اشدّ علیّ من وجعی۔ انّی ولیتُ امرکم ولستُ خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ ارادۃ ان یکون ھذا الامر لہ وذالک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت۔ خدا کی قسم مجھے سخت درد ہے اور اے گروہ مہاجرین تم سے جو باتیں مجھ کو پہونچتی ہیں وہ میرے درد سے زیادہ میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ اگرچہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں مگر میں تمھارا حاکم بن گیا تو تم لوگوں کی ناکیں غیظ و غضب سے پھول گئیں۔ کیونکہ ہر شخص کی خواہش تھی کہ خود ہی خلیفہ بن جائے۔ اور یہ سب اس وجہ سے کہ تم لوگوں نے (رسولِ خدا صلعم کے آخری زمانہ میں) دیکھ لیا تھا کہ دنیا نے (مسلمانوں کی طرف) رُخ کر دیا ہے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۰) ؎ اس سے ثابت

؎ حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس غرض کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں اجمع الجماھیر علیٰ متن الحدیث عن خطبتہ یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ فقال عمر بخٍ بخٍ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای ومولا کلّ مؤمن و مؤمنۃ ھذا تسلیم و رضا و تحکیم۔ ثم بعد ھذا غلب الھوی لحبّ الریاسۃ وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھویٰ فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیول و فتح الامصار سقاھم کأس الھویٰ فعادوا الی الخلاف الاول۔ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمناً قلیلاً۔ فبئس ما یشترون ولما مات رسول اللہ قال قبل وفاتہ ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکرلکم من المستحق لھا بعدی۔ قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر وقیل یھذو۔ فاذا بطل تمسککم بتاویل النصوص فعدتم الی الاجماع وھذا منقوض ایضاً فانّ العباس واولادہ وعلیا وزوجتہ واولادہ لم یحضروا حلقۃ البیعۃ

چونکہ حضرت رسول خدا صلعم کے زمانہ میں دنیا نے مسلمانوں کی طرف رخ کر دیا
اس وجہ سے ہر شخص کی آرزو یہی تھی کہ حضرت کا خلیفہ وہی ہو مگر حضرت ابوبکر و

و خالفکم اصحاب السقیفۃ ۔ یعنی جمہور علماء و محققین اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے
کہ حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے خطبۂ یوم غدیر خم میں حدیث غدیر کو ضرور ارشاد فرمایا
اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ (جس
کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں) اس پر حضرت عمر نے فوراً کہا کہ اے ابوالحسن آپکو
مبارک ہو۔ مبارک ہو آج آپ میرے اور ہر ایمان والے مرد اور ہر ایمان والی عورت کے
مولا ہو گئے۔ (امام غزالی فرماتے ہیں) حضرت عمر کا یہ کہنا درحقیقت حضرت علی کی خلافت و
حکومت کو مان لینا اور اس پر راضی ہو جانا تھا۔ مگر اس کے بعد بادشاہت پر قبضہ کرنے خلافت
کے نشان اوٹھانے۔ جھنڈوں کے پھریرے ہلانے۔ علموں کی کھڑکھڑاہٹ میں ہوا کے جھونکے
مارنے۔ فوج میں گھوڑوں کے ازدحام اور ریلا کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی آرزو و تمنا
کی وجہ سے ان لوگوں پر خواہش نفسانی غالب آ گئی جس نے ان کو نفس پرستی کے جام سے سیراب
کر دیا۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ خلاف اول کی طرف (یعنی اپنی اس حالت کی جانب جو اسلام کے
قبل تھا) پلٹ گئے۔ غرض اس دین اسلام کو ان لوگوں نے پس پشت پھینک دیا۔ اور اس
قابل قدر مذہب کو بیچ کر اس کی بہت ہی کم قیمت لے لی۔ افسوس کیا ہی بری چیز (دنیا) ان لوگوں
نے خریدی تھی۔ اور جب حضرت رسول خدا صلعم انتقال کرنے لگے تو اس سے پہلے ارشاد فرمایا
تم لوگ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے خلافت کی مشکل حل کر دوں
اور تم لوگوں کو بتا دوں کہ میرے بعد خلافت کا مستحق کون ہے۔ مگر اس پر حضرت عمر بولے
کہ اس شخص کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔ یا بہکی باتیں کر رہا ہے۔ پس اے برادران
حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق تم قرآن یا حدیث کی جو جو تاویلیں کر کے اس کو ان کی خلافت
پر بطور نص پیش کر سکتے تھے جب وہ سب باطل ہو گئیں اور اس سے تمھارا کوئی تعلق باقی نہیں
رہ سکا تو تم لوگ بس یہ اجماع کو آڑ میں بنا ملو۔ (کہ کہتے ہو حضرت اول کی خلافت پر
مسلمانوں نے اجماع کیا) حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت عباس اور ان کی کل اولاد

عمرؓ کامیاب ہو گئے تو دوسرے لوگ ہمیشہ اس پر دانت پیستے رہے اور آنکا
غیظ و غضب برابر قائم رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کو آخر وقت میں ظاہر کر دینا
پڑا۔ اور یہ ایسا واضح امر تھا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کا کوئی جواب نہیں دیا
بلکہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کر دی کہ بیشک دنیا متوجہ ہو گئی تھی جس کے حاصل
کرنے میں آپ کامیاب ہو گئے اور ہم سب محروم رہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ
آپ پر غضبناک ہیں۔

ساتویں فصل

آپ کی خلافت سے مسلمانوں پر کیا اثر ہوا؟

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر دنیائے اسلام کے مختلف اطراف میں بغاوتیں پھیل
گئیں۔ بکثرت مسلمانوں نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اسلام
میں شدید خون ریزی ہوئی۔ فتنہ و فساد برپا ہوئے اور جن لوگوں نے مجبوراً
آپ کو خلیفہ مانا وہ بھی دل سے آپ کے دشمن ہی رہے۔ چنانچہ مرتے وقت
آپ نے خود صحابہ سے اس کی شکایت کی اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ حضرت ممدوح

نیز حضرت علیؑ انکی بیوی اور انکی اولاد سے کوئی بھی ممدوح کے حلقۂ بیعت میں حاضر نہیں ہوا اور سقیفہ کے
اصحاب نے بھی تمہاری ہی مخالفت کی۔ پھر اجماع کا نام کس قاعدہ سے لے سکتے ہو۔ (کتاب سر
العالمین مطبوعہ بمبئی ص۹) امام غزالی صاحب نے جو تفصیل بیان کی اس کو حضرت رسول خدا صلعم نے
ایک ہی جملہ میں کمال فصاحت و معرفت سے پہلے ہی بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ حضرت علیؑ سے
آخر وقت میں وصیت کی "چون بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی"
اے علیؑ جب دیکھنا کہ یہ لوگ دنیا اختیار کرتے ہیں تو چاہئے کہ تم آخرت ہی کو اختیار
کئے رہو۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۵۱۱) اس سے زیادہ حضرت کے اقوال کنز العمال مشکوٰۃ
صحیح بخاری شرح البخاری وغیرہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

لوگوں کی مخالفت۔ نفرت۔ اور غیظ وغضب سے اس درجہ پریشان ہوتے کہ بعض وقت خود کہدیتے تھے میں خلیفہ رسولؐ نہیں ہوں۔ علامۂ طبرانی نے لکھا ہے وفی م الصدیق قال لہ اعرابی انت خلیفۃ النبی ص فقال لا۔ انا الخالفۃ بعدہ الخلیفۃ یقوم مقام الذاھب و یسد مسدہ والخالف من لاغناء عندہ ولاخیر وقیل کثیر الخلاف۔ حضرت ابوبکر صدیق سے ایک اعرابی نے پوچھا کیا آپ خلیفہ رسولؐ ہیں؟ کہا نہیں میں حضرت کے بعد خالفہ ہوں۔ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہہ رہتا اور اس کی خدمات انجام دیتا ہے۔ اور خالفہ وہ ہے جس میں کوئی خوشحالی اور خوبی نہ ہو۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خالفہ وہ ہے جو کثرت سے خلاف کرتا رہے (مجمع بحار الانوار جلد ا صہ ۳۷) اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "قال لہ اعرابی انت خلیفۃ رسول اللہ ص فقال لا۔ قال فما انت۔ قال انا الخالفۃ بعدہ۔ ایک گنوار شخص ابوبکر صدیق کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا تم رسولِ خدا کے خلیفہ ہو (خلیفہ کہتے ہیں قائم مقام اور جانشین کو اس کی جمع خلفاء اور خلائف ہے) انھوں نے کہا نہیں۔ تب اس نے پوچھا پھر کون ہو؟ کہنے لگے میں آنحضرت کے بعد پیچھے رہجانے والا ہوں۔ (میری قسمت ایسی نہ تھی کہ آپ کے ساتھ جاتا پیچھے رہ گیا ہوں) خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھلائی اور تونگری نہ ہو" (انوار اللغۃ پ صہ ۹۹)

آٹھویں فصل

لوگوں سے زبردستی بیعت

حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں۔ بعد خدا کا پیدھا راستہ بتائیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا لا اکراہ فی الدین (پارہ ۳ رکوع ۲) فرمایا لست علیہم بمصیطر اے رسولؐ تم

ان لوگوں پر داروغہ یا چودھری نہیں مقرر کئے گئے ہو (پارہ ۱۶ رکوع ۱۴)
اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔
اے رسولؐ تم ان لوگوں کو اپنے پروردگار کے مذہب کی طرف حکمت اور اچھی پند و نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے بحث و مباحثہ بھی کرو۔ مگر نہایت نرمی اور خوبصورتی سے (پ۱۴ ع ۲۲)۔ ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ بس تمہارا کام صرف حکم خدا پہونچا دینا ہے۔ وان تولوا فانما علیک البلاغ۔ اے رسولؐ اگر یہ لوگ تمہاری باتوں سے منہ موڑ لیں تو تم پر صرف حکم خدا پہونچا دینا ہے اور بس۔ (پ۳ رکوع ۱۰) یعنی جو مانے اس کے لئے بہتر ہے۔ جو نہ مانے اس کو چھوڑ دو اس کو پکڑو نہیں۔ اسکو سزا نہ دو۔ اس پر کوئی زبردستی نہ کرو۔ اسکو چھوڑ دو۔ پس جب خود حضرت رسول خدا صلعم ہی کو اسکی اجازت نہ تھی کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں اور ان کو مجبور کریں کہ آپ کی بیعت کریں تو کسی خلیفۂ رسولؐ کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ اپنی خلافت منوانے کے لئے لوگوں کو گرفتار کرے اور ہر قسم کا ظلم کر کے اُس سے اپنی بیعت کرائے۔ مگر افسوس اور ہزار افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت زبردستی۔ جبر و اکراہ۔ دھینگا مشتی۔ اور لڑائی جھگڑے کا مجسم مجموعہ تھی۔ خود حضرت عمر بیان کرتے ہیں ار تفعت الاصوات واللغط فلما
تخوفت الاختلاف قلت لابی بکر ابسط یدک ابایعک۔ فبسط یدہ فبایعتہ وبایعہ الناس
ثم نزونا علیٰ سعد بن عبادہ۔ فقال قائلھم قتلتم سعدا۔ فقلت قتل اللہ سعدا۔
سقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہوا تو آوازیں بلند ہو گئیں اور شور و غل ہونے لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کر کے میں نے ابوبکر سے کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کر لوں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا میں نے جھٹ اُس پر بیعت کر لی۔ پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ پھر ہم لوگ اپنے مخالف فریق سعد بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر ان کے کسی طرفدار نے کہا اے تم لوگوں نے سعد کو قتل کر دیا۔ میں (حضرت عمر) نے کہا۔ اللہ سعد کو قتل کر دے (تاریخ کامل جلد ۲ ص ...) بیچارے سعد بن عبادہ اس وقت نہایت کمزور اور بہت بیمار تھے ان

سبب سے ان لوگوں کو یہ موقع مل گیا کہ جو کچھ ہو سکا بیچارے کی سزا کی صرف اس غصہ میں کہ کیوں انصار ان کی بیعت کرنی چاہتے ہیں[1]۔ علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے فاقبل الناس من کل جانب یبایعون ابا بکر وکادوا یطئون سعد بن عبادۃ فقال ناس من اصحاب سعد اتقوا سعدا لا تطئوہ۔ فقال عمر اقتلوہ قتلہ اللہ ثم قام علی راسہ فقال لقد ہممت ان اطأک حتی تندر عضوک۔ فاخذ سعد بلحیۃ عمر۔ فقال واللہ لو حصصت منہ شعرۃ ما رجعت وفی فیک واضحۃ۔ فقال ابوبکر مہلا یا عمر الرفق ہہنا ابلغ۔ فاعرض عنہ عمر وقال سعد اما واللہ لو ان بی قوۃ ما اقوی علی النہوض لسمعت منی فی اقطارہا وسککہا زئیرا یجحرک واصحابک اما واللہ اذا لالحقنک بقوم کنت فیہم تابعا غیر متبوع احملونی من ہذا المکان فحملوہ فادخلوہ فی دارہ۔ ہر طرف سے لوگ حضرت ابوبکر کی بیعت کرنے لگے۔ اور قریب تھا کہ سعد بن عبادہ کو روند ڈالیں جس پر سعد کے ساتھیوں سے کچھ لوگوں نے کہا سعد کو چھوڑ دو۔ ان کو نہ روندو۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا تم سب لوگ سعد کو قتل کر ڈالو۔ خدا بھی اس کو قتل کر دے۔ پھر ان کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ میں نے ٹھان لیا ہے کہ تم کو اس طرح کچل ڈالوں کہ تمہارا ایک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اس پر سعد نے حضرت عمر کی داڑھی پکڑ لی اور کہا خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اکھاڑا تو میں تمہارے کل دانت توڑ ڈالوں گا۔ اور تم اپنے گھر اس طرح واپس جاؤ گے کہ تمہارے منہ میں کوئی بھی دانت نہیں ہوگا۔ تب حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر اپنے کو روکو یہ موقع نرمی کا ہے۔ اسی سے کام نکلے گا۔ اس پر حضرت عمر سعد کے اوپر سے اترے تو سعد نے کہا خدا کی قسم اگر میں بیمار نہ ہوتا اور مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی کہ کھڑا ہو سکتا تو تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں میری وہ ہیبتناک

---

[1] انصار نے جب دیکھا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ پھر انصار ہی میں سے کوئی شخص کیوں نہ خلیفہ مقرر کیا جائے ۱۲

آواز سنتے جس پر تم بھی اور تمہارے سب ساتھی بھی خوف سے زمین کے سوراخوں میں گھس جاتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی تو میں تم کو اُن لوگوں میں ملا دیتا جن کے تم رعیت بن کر رہتے۔ اور سردار نہیں بننے پاتے۔ مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا مجھے اِس جگہ سے اُٹھا لے چلو۔ لوگ اُن کو اٹھالے گئے۔ اور ان کے گھر پہونچا دیا۔ (تاریخ طبری جلد۳ صفحہ۱۱) غرض جن لوگوں نے حضرت ممدوح کی بیعت نہیں کی ان سب کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس کی تفصیل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو آگ میں پھونک دینے تک کا ارادہ کیا گیا۔

نویں فصل

کن لوگوں نے حضرت ابوبکر کو خوشی سے خلیفہ مانا

سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ اور چند دوسرے آپ کے ہم خیال اصحاب کے کوئی شخص بھی اسلامی تاریخ میں نہیں معلوم ہوتا جس نے خوشی سے حضرت ممدوح کو خلیفہ مانا اور آپ کی بیعت کی ہو۔ انصار کی مخالفت کا حال بیان ہوچکا۔ مہاجرین کی حالت مذکور ہوچکی کہ خود حضرت ابوبکر کے قول کے مطابق غیظ و غضب سے سب کی ناکیں پھول گئیں۔ یہاں تک کہ ابوسفیان بھی جو حضرت رسول خدا صلعم اور جناب امیر المومنینؑ کا مشہور اور خاندانی دشمن تھا یہ خبر سنتے ہی بگڑ گیا۔ مورخین نے بتصریح لکھا ہے۔ لما اجتمع الناس علے بیعۃ ابی بکر اقبل ابوسفیان وھو یقول واللہ انی لاری عجاجۃ لا یطفئھا الا دم۔ یاآل عبد مناف فیما ابوبکر من امورکم۔ این المستضعفان۔ این الاذلان علیؑ والعباس وقال ابا حسن ابسط یدک حتی ابایعک فانی علیؑ علیہ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی تو ابوسفیان یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم میں (فتنہ وفساد کا) وہ غبار دیکھ رہا ہوں

جس کو خونریزی کے سوا کوئی چیز زائل نہیں کرسکتی۔ اے عبد مناف تمہارے امور میں ابوبکر کو کیا دخل؟ جو دونوں شخص کمزور سمجھ لئے گئے کہاں ہیں یعنی جو دونوں علیؑ و عباس مغلوب کرلئے گئے وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد کہا اے ابوالحسنؑ تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کرلوں۔ مگر حضرت علیؑ نے اس سے انکار کردیا۔ (تاریخ طبری جلد۳ صـ۲۰۳) قال ابوسفیان لعلی ما بال هذا الامر فی اقل حی من قریش و الله لئن شئت لاملأنها علیه خیلا و رجالا۔ ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا اس خلافت کی کیا گت بن گئی کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلہ میں پہونچی۔ اے علیؑ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس مدینہ کو تمہاری حمایت میں سواروں اور پیدلوں سے بھردوں۔ (طبری صـ۲۰۲) اور علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے اخرج ابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال لما بویع ابوبکر رای من الناس بعض الانقباض فقال ایها الناس ما یمنعکم الست احقکم بهذا الامر الست اول من اسلم الست الست فذکر خصالا۔ ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو انھوں نے لوگوں میں اس کی وجہ سے کچھ ناپسندیدگی اور مخالفت دیکھی۔ تب آپ نے ان سے کہا کس سبب سے تم لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے۔ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا؟ کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ کیا میں ویسا نہیں ہوں؟ اسی طرح اپنے منہ سے اپنی ہی بہت سی خوبیاں بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء صـ۵۱)

دسویں فصل

کن لوگوں کو جبر سے آپ کی خلافت ماننی پڑی

سابق فصل کے بعد اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تقریباً سب کو جبر ہی سے آپ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔ اور وہ جبر۔ کراہت۔ نفرت۔ غصہ

آپ کے آخر وقت تک قائم رہا جس کو خود ممدوح نے انتقال کے وقت فرمایا کہ اس خلافت کی وجہ سے تم لوگوں کی ناکیں مارے غیظ و غضب کے پھول گئیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر انصار اور شرفاء مہاجرین پر تھا۔ مورخین نے لکھا ہے۔ خلا جماعة من بنی هاشم والزبیر وعتبة بن ابی لهب وخالد بن سعید بن العاص والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسی وابی ذر وعمار بن یاسر والبراء بن عازب وابی بن کعب ومالوا مع علی ابن ابیطالبؑ وقال فی ذالک عتبة بن ابی لهب

ماکنت احسب ان الامر منصرف عن هاشم ثم منهم عن ابی حسن
عن اول الناس ایمانا وسابقة واعلم الناس بالقرآن والسنن
وآخر الناس عهدا بالنبیؐ ومن جبریل عون له فی الغسل والکفن
من فیه ما فیهم لا یمترون به ولیس فی القوم ما فیه من الحسن

وکذالک تخلف عن بیعة ابی بکر ابو سفیان من بنی امیة بنی ہاشم کی ایک جماعت نیز زبیر۔ مقداد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر اور براء بن عازب وغیرہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت علی بن ابی طالبؑ کی بیعت کے خواہاں ہوئے اور اس کے متعلق عتبہ ابن ابی لہب نے کچھ اشعار بھی پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ "یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ رسولؐ خدا کی خلافت خاندانِ بنی ہاشم سے نکال لی جائیگی۔ اور خاصکر حضرت ابوالحسن (علیؑ) سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس فضل میں سب سے سبقت حاصل کی۔ اور جو قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ جو حضرت رسول خدا کی خدمت میں سب کے آخر تک رہے۔ اور جن کی مدد (رسولؐ خدا کے) غسل دینے اور کفن پہنانے میں جبرئیلؑ (ایسے مقرب فرشتہ) نے کی۔ وہ حضرت علیؑ کہ دوسروں میں جس قدر فضائل ہیں وہ سب حضرت میں بھی ہیں لیکن حضرت میں جو شرف و بزرگی و افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔

مذکورۂ بالا لوگوں کی طرح ابو سفیان نے بھی جو خاندانِ بنی امیہ سے تھا حضرت

ابوبکر کی خلافت سے انکار کر دیا (تاریخ ابوالفدا جلد ا صـ۱ــ) وبایع الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا۔ قال وتخلف علیؑ وبنو ہاشم والزبیر و طلحۃ عن البیعۃ وقال الزبیر لا اغمد سیفا حتی یبایع علیؑ۔ فقال عمر خذوا سیفہ واضربوا بہ الحجر۔ ثم اتاھم عمر فاخذھم للبیعۃ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تو سب انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی کی بھی بیعت نہیں کر سکتے۔ اور حضرت علیؑ و خاندانِ بنی ہاشم وزبیر وطلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور زبیر نے تو یہاں تک کہا کہ جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائیگی میں اپنی تلوار نیام میں نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمر نے لوگوں سے کہا کہ زبیر کی تلوار چھینکر پتھر پر ٹپک دو۔ پھر حضرت عمر ان لوگوں کے پاس گئے اور اون کو بیعت کے لئے گرفتار کر لیا (تاریخ کامل جلد ۲ صـ۱۲۴ــ)۔ ان لوگوں کی ان کارروائیوں سے حضرت علیؑ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ فقال علی کرم اللہ وجہہ اللہ اللہ یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الی دورکم وقعور بیوتکم۔ وتدفعون اھلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ فو اللہ یا معشر المہاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اھل البیت ونحن احق بہذا الامر منکم۔ ما کان فینا القاری لکتاب اللہ۔ الفقیہ فی دین اللہ۔ العالم بسنن رسول اللہؐ المتطلع لامور الرعیۃ المدافع عنہم الامور السیئۃ۔ القاسم بینہم بالسویۃ۔ واللہ انہ لفینا۔ فلا تتبعوا الہوی فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا۔ اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے گروہِ مہاجرین اللہ سے ڈرو۔ خدا (کے عذاب) سے بچو۔ عرب میں حضرت رسولِ خدا کو جو اقتدار اور تسلط حاصل ہے اُس کو حضرت کے گھر اور حضرت کے خاص مکان سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاص مکانوں کی طرف نہ لیجاؤ۔ اور حضرت کے اہلبیتؑ کو مسلمانوں میں جو درجہ حاصل ہے اُس سے اور اُن کے حق سے ان کو جو ہٹاتے ہو (ایسا نہ کرو) کیونکہ اے گروہ مہاجرین خدا کی قسم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس خلافت کے حقدار ہیں اس لئے کہ ہم ہی اہلبیتِ رسولؐ ہیں اور جبتک ہم لوگوں میں کتابِ خدا کا پڑھنے والا۔ دینِ خدا کا سمجھنے والا۔ رسولِ خدا کی سنتوں کا جاننے والا۔ امورِ رعایا کی خبر رکھنے والا اور اُن کے لئے آگے بڑھنے والا

ان کی مشکلات۔ پریشانیوں اور برائیوں کا دفع کرنے والا اور ان کے درمیان برابری سے تقسیم کرنے والا رہیگا اُس وقت تک تم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس (خلافت) کے مستحق رہیں گے۔ اور خدا کی قسم ان صفات کا شخص یقیناً ہم (اہلبیت) میں موجود ہے۔ پس تم لوگ اپنے ہوا وہوس نفسانی کی پیروی نہ کرو جس کے سبب خدا کی راہ سے گمراہ ہوکر حق سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جاؤ گے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ) اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ بعد ازاں انصار مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ ما مبایعت باہیچ کس نہ کنیم الا بعلی بن ابی طالب وگویا شیخ فرید الدین عطار از زبان آں جمع گفتہ ؎

زمشرق تا بمغرب گر امام است علیؑ و آل وا ولادش تمام است

اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر ایک چھوٹی جماعت نے نہیں کی وہ یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔ اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کرکے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو وہ حضرت علیؑ اور آپ کی آل و اولاد ہی ہیں (روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۲۲)

گیارہویں فصل

تارکین بیعت سے آپ نے کیا سلوک کیا۔

حضرت رسولِ خدا نے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے حضرت کی بیعت نہیں کی یا آپ کو پیغمبر نہیں مانا کبھی کوئی سختی نہیں کی۔ پوچھا بھی نہیں کہ تم کو کیا سزا دی جائے۔ بس جو کچھ کیا اتمام و تبلیغ و پند و نصیحت۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آنحضرت پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا۔ مگر جب حضرت فاتحانہ شان سے ۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں تو انھیں ستمگاروں سے نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔ جب حضرت دروازہ مکہ کے قریب پہونچے تو اپنی گردن نیچے کی طرف جھکا کر خدا کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

اور جب خانہ کعبہ کے پاس پہونچے تو قریش سے (جو حضرت کے خون کے پیاسے تھے اور جن سب نے ملکر حضرت کو ایک ہی رات میں قتل کر دینے کا سامان کیا تھا اور جن کے مظالم سے حضرت کو مکۂ معظمہ چھوڑنا پڑا تھا) فرمایا بتاؤ اب تمھارے ساتھ میں کیا برتاؤ کروں؟ اُن لوگوں نے کہا آپ کریم بن کریم ہیں۔ حضرت نے فوراً سب سے فرمایا جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۹۷ وغیرہ) اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر وعمر کا برتاؤ اُن لوگوں کے ساتھ جنھوں نے آپ کی خلافت نہیں مانی کس قلم سے لکھا جائے اگر تلوار کا قلم اور خون کی روشنائی ہو تو شاید رقم ہو سکے۔ سعد بن عبادہ کا کچھ حال اوپر لکھا گیا۔ جب ان کی بیماری اور ضعف کی وجہ سے لوگ ان کو اٹھائے گئے تب بھی اِن حضرات کو بیچارے پر رحم نہیں آیا۔ نہ ان کی علالت اور ضعف کی پروا کی۔ بلکہ بعث الیہ ابوبکر ان اقبل فبایع فقد بایع الناس وبایع قومك فقال اما واللّٰہ حتّٰی ارمیکم بکل سہم فی کنانتی من نبل واخضب منکم سنانی ورمحی واضربکم بسیفی ما ملکتہ یدی واقاتلکم بمن معی من اھلی وعشیرتی ولا واللّٰہ لو ان الجن اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتکم ۔فلما اتی بذالك ابوبکر من قولہ قال عمرلاتدعہ حتّٰی یبایعك .... فکان سعد لایصلی بصلاتھم ولا یجمع بجمعتھم ولایفیض با فاضتھم ولو یجد علیھم اعوانا لصال بھم ولو یبایعہ احد علٰی قتالھم لقاتلھم۔ فلم یزل کذالك حتی توفی ابوبکر رحمہ اللّٰہ وولی عمر بن الخطاب فخرج الی الشام فمات بھا ولم یبایع لاحد رحمہ اللّٰہ ۔ حضرت ابوبکر نے سعد کے ہاں کہلایا کہ آکر بیعت کر لو کیونکہ اور لوگوں نے نیز تمھاری قوم نے بیعت کر لی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک میں اپنے ترکش کے سب تیر تم لوگوں پر نہیں چلا لوں گا اور اپنے نیزہ کے پھول اور بھالوں کو تمھارے خون میں رنگین نہیں کر لوں گا اور جس وقت تک میرے ہاتھ میں تلوار رہیگی اُس وقت تک تم کو اس سے ذبح نہیں کر لوں گا اور اپنے اہل وعیال و اعزہ واقربہ کے ساتھ تم سے جہاد نہیں کر لوں گا۔ اور خدا کی قسم اگر سب جن وانس بھی تمھاری طرف ہو جائیں تب بھی میں تمھاری بیعت نہیں کروں گا غرض اُن لوگوں کی نماز جماعت میں جاتے نہ ان کی نمازِ جمعہ میں شریک ہوتے۔ نہ اُن کے ساتھ حج کو جاتے بلکہ اگر کچھ اعوان وانصار ان کو مل جاتے تو وہ ان کے ساتھ ان لوگوں پر ضرور حملہ کر دیتے

اور اگر ایک شخص بھی ان لوگوں سے لڑنے پر ان کی بیعت کرلیتا تو وہ ضرور ان سے جہاد شروع کردیتے۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت تک وہ اسی طرح رہے۔ پھر حضرت عمر کے خلیفہ ہونے پر شام چلے گئے۔ وہیں مرے مگر ان میں سے کسی کی بیعت نہیں کی (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۶ و تاریخ طبری جلد۳ ص۲۱۰) اور حباب بن منذر کے بارے میں ہے۔ فقام الحباب بن منذر الی سیفہ فاخذہ فبادروا الیہ فاخذوا سیفہ منہ فجعل یضرب بثوبہ وجوھھم حتی فرغوا من البیعۃ۔ پھر حباب بن منذر اپنی تلوار کی طرف بڑھے اور اس کو ہاتھ میں لے لیا تو لوگ ان پر جھک پڑے اور ان کی تلوار ان سے چھین لی۔ تب انھوں نے اپنے کپڑے سے ان لوگوں کے چہروں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہوگئے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵) صنا دید قریش جناب زبیر وغیرہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا وہ بھی قابل ماتم ہے فذھب الیھم عمر فی عصابۃ فقالوا انطلقوا فبایعوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر بن العوام رض بالسیف فقال عمر رض علیکم بالرجل فخذوہ فوثب علیہ سلمہ بن اشیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ ان لوگوں کی طرف حضرت عمر ایک جتھا لئے ہوئے پہونچے اور کہا بس چل کر ابوبکر کی بیعت کرلو۔ مگر ان سب نے انکار کیا بلکہ زبیر بن العوام تلوار لئے ہوئے نکل پڑے تو حضرت عمر نے (اپنے سپاہیوں سے) کہا کہ اس شخص کو سب گرفتار کرلو۔ اس پر سلمہ بن اشیم جناب زبیر پر لپک کر پہونچ گئے اور ان کی تلوار انکے ہاتھ سے چھین کر دیوار پر پھینک دی۔ اور سب کو گرفتار کرکے لیگئے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۱ و تاریخ کامل جلد۲ ص۱۲۴ وغیرہ) اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ تخلف علی والزبیر واخترط الزبیر سیفہ وقال لا اغمدہ حتی یبایع علیؑ فبلغ ذالک ابابکر و عمر فقال عمر خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر۔ قال فانطلق الیھم عمر فجاء بھما تعبا وقال لتبایعان وانتما طائعان او لتبایعان وانتما کارھان۔ حضرت علیؑ اور زبیر نے انکی بیعت نہیں کی اور زبیر نے تو اپنی تلوار بھی سونت لی اور کہا میں اس کو نیام میں اس وقت تک نہیں کرونگا جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائے گی۔ یہ بات حضرت ابوبکر و عمر کو معلوم ہوئی تو کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر پٹک دو۔ پھر حضرت عمر خود ان لوگوں

کی طرف گئے اور ستاتے ہوئے گرفتار کرلائے۔ پھر کہا چاہو خوشی سے بیعت کرو چاہو جبر سے کرو کرنا ضرور ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۹) مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ زبیر کی تلوار چھین نہیں سکے بلکہ ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ یہی علامہ طبری لکھتے ہیں اتی عمر بن الخطاب منزل علیؑ و فیہ طلحۃ والزبیر و رجال من المھاجرین۔ فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ۔ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوہ۔ حضرت عمر جناب امیر المومنینؑ کے دولت خانہ پر آئے اُس وقت اُس میں جناب طلحہ و زبیر اور دوسرے بہت سے مہاجرین تھے۔ آپ نے آکر کہا خدا کی قسم میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب لوگوں کو اس میں پھونک ڈالونگا ورنہ تم سب نکل کر چلو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زبیر تلوار کھینچے ہوئے نکل پڑے مگر ٹھوکر کھا کر گرے تو تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس پر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور گرفتار کرلیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)۔

بارہویں فصل

حدیث ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ اور آپکی خلافت پر اجماع کی حقیقت

حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق حضرت عمر کا یہ مشہور قول ہے کہ ان کی بیعت فلتۃً ہوگئی۔ فرماتے تھے فلا یغترن امرءٌ ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ فقد کانت کذالک غیر ان اللہ وقی شرھا۔ کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی خلافت تو ناگہانی یا اُچک کر یا چھین جھپٹ کر ہوگئی۔ ہوئی تو وہ اسی طرح مگر خدا نے اس کی خرابیوں سے بچالیا (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ و صواعق محرقہ صفحہ ۲۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵۵ و صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵ باب رجم الحبلی) اِس جملہ کے متعلق جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں "اِنّ بیعۃَ ابی بکر کانت فلتۃ و قی اللہ شرھا۔ حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یکایک (بغیر غور و فکر کئے) ہوگئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے

اِس قسم کی بیعت سے جو شرا ور فساد پیدا ہوتا ہے اُس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا۔ (ہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف ہو رہا تھا کس سے بیعت کی جائے۔ اور حضرت علیؑ اور بنی ہاشم اور کئی صحابہ اُس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ اُن کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ اتنے میں حضرت عمر نے لپک کر حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔ اُن کے دیکھا دیکھی ٹوٹ پڑ گئی۔ پھر کیا تھا جو آیا اُس نے اُن سے بیعت کر لی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابوبکر صدیق کی امامت گویا لوگوں سے چھین اور اُچک کر ہوئی تھی کیونکہ دوسرے کئی شخص اس کے طلب گار تھے۔ بعضوں نے کہا فلتہ کہتے ہیں حرام مہینوں کی آخری رات کو۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ بھی حرام ہے کوئی کہتا ہے وہ حلال ہے اور اُس میں شرا ور فساد اور خونریزی کو جائز سمجھتا ہے۔ تو آنحضرتؐ کی زندگی کے دنوں کو حرام مہینہ سے تشبیہہ دی اور آپ کی وفات کے دن کو فلتہ سے) (انوار اللغتہ پارہ ۲۰ صفحہ ۱۰۱) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا معنی یہ لکھا ہے قال الداؤدی معنی قولہ کانت فلتۃ انہا وقعت من غیر مشورۃ مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور۔ علامہ داؤدی کہتے تھے کہ فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کی رائے کے واقع ہو گئی (فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵)۔ علامہ داؤدی یہ بھی کہتے تھے انہ لم یکن مع ابی بکر حینئذ من المہاجرین الا عمر و ابو عبیدۃ۔ اُس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت ابوبکر کی بیعت سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ کے کسی نے نہیں کی (فتح الباری پ ۲۸ ص ۳۶۵) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجاءۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن فیہا شوریٰ بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحض فیہا الاراء ولم یتناظر فیہا الرجال وکانت کالشئ المستلب المنتہب۔ علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں لکھا ہے کہ فلتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ اچانک ہو گئی جس میں نہ رائیں دیکھی گئیں اور نہ مردوں

نے اس میں غور و خوض کیا بلکہ اس طرح ہوئی جیسے کوئی چھلنی اُچکی اور غصب کی ہوئی چیز ہوتی ہے (شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۷) اب سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب ممدوح کی خلافت پر اجماع کا دعویٰ کس اصول سے کیا جاتا ہے۔ کیا صرف حضرت عمر کے بیعت کر دینے سے یہ بیعت اجماعی ہو گئی؟ یا کیا صرف جناب ابو عبیدہ کے تائید کر دینے سے اس پر اجماع کی تعریف صادق آگئی؟ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جو لوگ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حضرت عمر کی تکذیب کرتے ہیں یا تصدیق کیونکہ ممدوح فرماتے ہیں کہ حضرت اول کی بیعت فلتۃ بغیر رائے اور مشورہ کے ہو گئی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اجماع سے ہوئی۔ غالباً اسی مصیبت سے بچنے کے لئے دوسرے لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو فلتۃ نہیں کہا بلکہ فتنہ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے فلا یغرن امرءا ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فتنۃ فقد کانت کذالک کسی شخص کو یہ امر دھوکا نہ دے کہ کہے حضرت ابوبکر کی بیعت ایک فتنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ تھی ایسی ہی (فتنہ) مگر خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)۔

تیرھویں فصل

جناب سیدہ کی اذیتیں

حضرت ممدوح کی خلافت میں جناب سیدہ پر جو کچھ گزر گئی ہم میں نہ اُس کے بیان کی طاقت ہے نہ انصاف پسند دلوں میں اُس کے سننے کی قوت۔ علامہ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان ابابکر رض تفقد قوما تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علیؓ۔ فابوا ان یخرجوا۔ فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنہا علی من فیہا۔ فقیل لہ یا ابا حفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان۔ فخرجوا فبایعوا الا علیاً فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فوقفت فاطمۃ رض علی بابہا فقالت لا عہد لی بقوم

حضروا اسوء محضر منکم۔ ترکتم رسول اللہؐ جنازۃ بین ایدینا و قطعتم امرکم بینکم لم تستأمرونا ولم تردو النا حقا۔ فاتی عمر ابابکر۔ فقال لہ الا تاخذ ھذا المتخلف عنک بالبیعۃ۔ فقال ابوبکر لقنفذ وھو مولیٰ لہ اذھب فادعُ لی علیاً قال فذھب الی علیؓ فقال لہ ما حاجتک۔ فقال یدعوک خلیفۃ رسول اللہؐ۔ فقال علیؓ لسریع ما کذبتم علی رسول اللہؐ۔ فرجع فابلغ الرسالۃ۔ قال فبکیٰ ابوبکر طویلا۔ فقال عمر الثانیۃ ان لا تمہل ھذا المتخلف عنک بالبیعۃ۔ فقال ابوبکرؓ لقنفذ عد الیہ فقل لہ امیر المؤمنین یدعوک لتبایع۔ فجاءہ قنفذ فادّی ما امر بہ۔ فرفع علی صوتہ فقال سبحان اللہ لقد ادعی مالیس لہ۔ فرجع قنفذ فابلغ الرسالۃ فبکیٰ ابوبکر طویلا۔ ثمّ قام عمر فمشی معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃؓ فدقوا الباب۔ فلما سمعت اصواتہم نادت باعلیٰ صوتہا باکیۃ یا رسول اللہؐ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب وابن ابی قحافۃ۔ فلما سمع القوم صوتہا وبکائہا انصرفوا باکین وکادت قلوبہم تنصدع واکبادھم تنفطر۔۔ فقال عمر لابی بکرؓ انطلق بنا الی فاطمۃ فانا قد اغضبناھا۔ فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمۃ فلم تأذن لہما فاتیا علیا فکلماہ فادخلہما علیہا فلما قعدا عندھا حوّلت وجہہا الی الحائط فسلما علیہا فلم تردّ علیہما السّلام۔ فتکلم ابوبکر فقال یا حبیبۃ رسول اللہؐ اغضبناک فی میراثک منہ وفی زوجک۔ فقالت ما بالک یرثک اھلک ولا نرث محمّداً۔ فقال واللہ ان قرابۃ رسول اللہؐ احب الیّ من قرابتی وانّک لاحب الیّ من عائشۃ ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی متّ ولا القی بعدہ۔ افترانی اعرفک واعرف فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہؐ الا انی سمعت اباک رسول اللہؐ یقول لانورث ماترکنا فھو صدقۃ۔ فقالت ارأیتکما ان حدثتکما حدیثا عن رسول اللہؐ تعرفانہ وتفعلان بہ۔ قالا نعم۔ فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہؐ یقول رضا فاطمۃ من رضائی وسخط فاطمۃ من سخطی۔ فمن احبّ فاطمۃ ابنتی فقد احبّنی ومن ارضا فاطمۃ فقد ارضانی ومن اسخط فاطمۃ فقد اسخطنی قالا نعم۔ سمعناہ من رسول اللہؐ قالت فانّی اشھد اللہ وملائکتہ انکما اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبیؐ لاشکونکما الیہ۔ فقال ابوبکر انا عائذ باللہ تعالیٰ من سخطہ

وسخطك يا فاطمة - ثم انتحب ابوبكر يبكي حتى كادت نفسه ان تزهق وهي تقول والله لادعون الله عليك في كل صلاة اصليها - ثم خرج باكيا فاجتمع اليه الناس فقال لهم يبيت كل رجل منكم معانقا حليلته مسرورا باهله وتركتموني وما انا فيه - لاحاجة لي في بيعتكم اقيلوني بيعتي - یعنی حضرت ابوبکر نے اس جماعت کو جس نے آپ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اپنے پاس سے غائب پایا اور معلوم ہوا کہ وہ سب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جمع ہیں تو انھوں نے حضرت عمر کو ان لوگوں کی طرف روانہ کیا۔ آپ گئے اور ان سب لوگوں کو پکار کر حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے گھر سے نکل کر چلیں اور حضرت ابوبکر کی بیعت کریں۔ ان سب نے نکلنے سے کیا انکار۔ تو حضرت عمر نے جلانے کی لکڑیاں طلب کیں اور کہا اوس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے تم سب نکل کر چلے چلو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر اس کو اور جو لوگ اسکے اندر ہیں ان سب کو بھی پھونک ڈالوں گا۔ لوگوں نے کہا اے بی بی حفصہ کے والد! اس گھر میں حضرت فاطمہؑ بھی ہیں۔ حضرت عمر نے جواب دیا ہوا کریں.... اس پر لوگ وہاں سے نکل آئے اور بیعت کر لی۔ سوائے حضرت علیؑ کے کہ انھوں نے کہا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک قران مجید جمع نہیں کر لونگا اُس وقت تک نہ گھر سے نکلوں گا اور نہ اپنی ردا اپنے کاندھوں پر ڈالونگا۔ یہ باتیں سُن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور فرمایا مجھے نہیں یاد پڑتا کہ مجھے کسی ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہو جو تم لوگوں سے زیادہ بُرے کام پر آمادہ ہوئی ہو۔ تم سب نے حضرت رسولِ خدا صلعم کی لاشِ مبارک ہمارے سامنے جنازہ کی صورت میں چھوڑ دی اور خلافت کو آپس میں طے کر لیا ہم لوگوں سے رائے تک نہیں لی۔ اور نہ ہمارا حق (خلافت) ہماری طرف آنے دیا۔ جناب سیدہ کی یہ تقریر سُن کر حضرت عمر (کوئی جواب تو نہیں دے سکے البتہ) حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور اُن سے کہا کیا تم انکو حضرت علیؑ کو جو تمھاری بیعت سے انکار کر رہے ہیں گرفتار نہیں کرو گے؟ اس پر حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا جا اور حضرت علیؑ کو میرے پاس بُلا لا۔ وہ گیا تو حضرت علیؑ نے پوچھا کیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو خلیفہ رسولؐ بُلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ارے کس قدر جلد تم لوگ حضرت رسولِ خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔ قنفذ واپس گیا اور حضرت ابوبکر سے حضرت علیؑ کا جواب بیان کر دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ جب بہت دیر تک رو چکے تو حضرت عمر نے

پھر کہا کہ ان کو جو تمھاری بیعت سے انکار ہی کئے جاتے ہیں کسی طرح چھوڑو نہیں۔ حضرت ابوبکر نے پھر قنفذ سے کہا کہ دوبارہ حضرت علیؑ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں تاکہ چل کر اون کی بیعت کر لیجیے۔ قنفذ پھر گیا اور اُسے جو پیغام دیا گیا تھا پہونچا دیا جس کو سُن کر حضرت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ۔ ابوبکر نے ایسی صفت کا دعوی کیا ہے جو اُن میں ہرگز نہیں ہے۔ قنفذ نے واپس آکر یہ بات بھی حضرت ابوبکر سے کہدی۔ اس پر حضرت ابوبکر بہت دیر تک روتے رہے۔ اب حضرت عمر آمادہ ہوئے ، ایک جماعت لئے ہوئے جناب فاطمہؑ کے مکان پر پہونچے اور دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب جناب سیّدہ نے اون لوگوں کی آواز سُنی تو چیخ کر رونے اور چلا کر حضرت رسولِ خدا صلعم سے فریاد کرنے لگیں۔ فرماتی تھیں اے رسولِ خدا! آپ کے بعد ہم لوگوں پر خطاب اور ابو قحافہ کے بیٹوں سے کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ جب ان لوگوں نے جناب سیّدہ کی آواز اور رونے کی صدا سُنی تو سب کے سب روتے ہوئے پلٹ گئے۔ جناب سیّدہ اس درد سے فریاد کرتی تھیں کہ اُس کو سُن کر قریب تھا لوگوں کے دل ٹکڑے اور ان کے جگر شق ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میں اور آپ جناب فاطمہؑ کے پاس چلیں کیونکہ ہم لوگوں نے ان کو غضبناک کر دیا ہے۔ اس پر دونوں اُدھر روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر جناب سیّدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر جناب معظمہ نے ان دونوں کو اجازت نہیں دی۔ تب وہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ ہم لوگوں کو جناب سیّدہ سے اجازت دلوا دیں۔ حضرت دونوں صاحبوں کو جناب سیّدہ کے پاس لے گئے۔ جب دونوں بیٹھ چکے تو آپ نے اپنا منہ اُن لوگوں کی طرف سے پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔ تب دونوں صاحبوں نے جناب سیّدہ کو سلام کیا مگر آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا اے رسولِ خدا کی پیاری صاحبزادی! ہم نے حضرت رسولِ خدا کی میراث آپ کو نہیں دی اور آپ کے شوہر پر سختی کی اس وجہ سے آپ ہم لوگوں پر غضبناک ہو گئی ہیں؟ جناب سیّدہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے کہ تمھاری اولاد تو تمھاری وارث ہو گی اور ہم لوگ حضرت رسولِ خدا صلعم کے وارث نہ ہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم حضرت رسولِ خدا کی قرابت مجھے

اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں اور البتہ میں چاہتا تھا کہ جس روز آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا میں بھی مرگیا ہوتا اور حضرت کے بعد دنیا میں باقی ہی نہیں رہتا۔ کیا آپ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں آپکو اور آپ کے فضل و شرف کو بھی پہچانکر آپ کا حق اور آپ کی میراث آپ سے روک لوں گا مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار حضرت رسول خدا صلعم سے سُن رکھا ہے کہ فرماتے تھے ہم لوگوں کی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ جو چیزیں ہم لوگوں کا متروکہ ہوتی ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتی ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا اگر میں تم لوگوں سے حضرت رسول خدا صلعم کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم لوگ اس کو پہچان لوگے اور اس کے مطابق عمل کروگے؟ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تم نے حضرت سے نہیں سنا ہے کہ فرماتے تھے "فاطمہؑ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہؑ کی ناراضی بعینہ میری ناراضی ہے۔ پس جو شخص فاطمہؑ کو دوست رکھے گا وہی مجھ کو بھی دوست رکھ سکتا ہے اور جو شخص فاطمہؑ کو راضی رکھے گا وہی مجھ کو بھی راضی رکھ سکتا ہے اور جو فاطمہؑ کو غضبناک کرے گا وہ مجھ کو بھی غضبناک کریگا"۔ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ہم لوگوں نے حضرت رسولخدا کو یہ بات ارشاد فرماتے سُنا تھا۔ جناب سیدہ نے فرمایا تو اب سُن لو میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ کو غضبناک کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا اور اگر میں حضرت رسول صلعم سے ملاقات کروں گی تو حضرت سے ضرور تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے فاطمہؑ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اُس کے غضب اور آپ کے غضب سے بھی۔ پھر حضرت ابوبکر خوب چیخ چیخ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا انکی روح اسی طرح روتے ہوئے نکل جائے۔ اور جناب سیدہ کہتی تھیں خدا کی قسم جو نماز بھی میں پڑھوں گی اس کے بعد تمھارے لئے بددعا ضرور کروں گی۔ اس پر حضرت ابوبکر روتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ اور جب لوگوں کا مجمع ان کے پاس ہوا تو سب سے کہنے لگے تم میں کا ہر شخص تو اپنی بیوی کی گردن میں باہیں ڈالکر اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش خوش ہوتا ہے اور تم لوگوں نے

مجھ کو اس آفت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب اپنی بیعت میرے ہاتھ سے واپس لے لو (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صد ۲۳)۔

اس عبارت میں یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسولخدا کی یہ حدیث بیان کی کہ ہم گروہ انبیاء کی میراث ان کے وارث نہیں پاتے بلکہ وہ صدقہ ہو جاتی ہے تو اس کی تصدیق نہ حضرت عمر نے کی اور نہ جناب سیدہ نے۔ لیکن جناب سیدہ نے جو آنحضرت صلعم کی حدیث بیان کی کہ فاطمہؑ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہؑ کا غضب بعینہ میرا غضب ہے اس کی تصدیق حضرت ابوبکر اور عمر دونوں صاحبوں نے کی اور کسی کو اس میں کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کو اس قدر اذیتیں پہونچیں کہ آپ نے ہر نماز کے بعد حضرت ابوبکر کے حق میں بددعا کرنے کی قسم کھائی۔ اور کسی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے اپنی اس قسم کے خلاف کیا۔ حضرت ابوبکر خود بھی مرتے دقت تک اپنی ان زیادتیوں کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ علامہ مسعودی نے لکھا ہے ولما بویع ابوبکر خرج علیؑ۔ فقال افسدت علینا امورنا ولم تستشر ولم ترع لنا حقا فقال ابوبکر بلی ..... ولم یبایعہ احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمۃ رض ..... ولما احتضر قال ..... فوددت انی لم اکن فتشت بیت فاطمۃ وذکر فی ذالک کلاما کثیرا۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہوگئی تو حضرت علیؑ نکلے اور اُن سے کہا تم نے ہمارے امور میں فساد پیدا کر دیا۔ اور نہ ہم سے مشورہ کیا نہ ہمارے حق (خلافت) کی پروا کی۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں ٹھیک ہے..... اور جب تک جناب فاطمہؑ زندہ رہیں بنی ہاشم سے کسی شخص نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی..... اور جب حضرت ابوبکر کے انتقال کا وقت آیا تو افسوس کرنے لگے کہ کاش میں فاطمہؑ کا گھر نہ کھلوائے ہوتا۔ اور بھی بہت باتیں ذکر کیں (مروج الذہب بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صد ۱۰۴)۔

چودھویں فصل

جناب سیدہؑ کو میراث سے محروم کرنا

امام بخاری و امام مسلم وغیرہ کل محدثین و مورخین نے بتصریح لکھا ہے عن عائشۃ ان فاطمۃ

بنت النبیؐ ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثہا من رسول اللہؐ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک
وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہؐ قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ انما یاکل آل محمد فی
ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہؐ عن حالہا التی کان علیہا فی عہد رسول اللہؐ
ولاعملن فیہا بما عمل رسول اللہؐ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منہا شیئا فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر
فی ذالک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد النبیؐ ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علیؓ لیلا
ولم یؤذن بہا ابابکر وصلی علیہا وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ
الناس۔ جناب عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولِ خدا کی صاحبزادی جناب فاطمہؓ نے
ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ خدا نے حضرت رسولِ خدا صلعم کو مدینہ میں جو جائداد بلا حرب
و ضرب بطور خالصہ عنایت فرمائی تھی اس سے اور فدک اور خمس خیبر سے میری میراث
مجھکو دے دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا رسولِ خدا صلعم نے تو فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث
نہیں۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ (وقف) ہے۔ البتہ آلِ محمدؐ بھی اس مال سے کھا سکتے ہیں
اور میں تو خدا کی قسم حضرت کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا۔ حضرت رسولِ خدا صلعم
کے زمانہ میں جو اس کا انتظام تھا اسی پر اس کو رکھوں گا۔ اور اس کے بارے میں میرا
بھی وہی عمل رہیگا جو حضرت رسولِ خدا صلعم کا تھا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے بالکل انکار کردیا
اور اس جائداد سے جناب سیدہ کو رتی برابر بھی کوئی چیز نہیں دی۔ اس سے جناب سیدہؓ
حضرت ابوبکرؓ پر غضبناک ہوئیں اور مرتے وقت تک ان سے بولیں تک نہیں۔ اور حضرت
رسولِ خدا صلعم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب وفات پائی تو حضرت علیؓ نے آپکو
شب ہی کے وقت دفن کردیا اور خود ہی ان پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ ابوبکرؓ کو اسکی خبر بھی نہیں کی[1]

---

[1] بعض حضرات اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "حضرت علیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھکر رات ہی میں ان کو
دفن کردیا اور حضرت ابوبکرؓ کو جناب سیدہؓ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے کی اجازت بھی نہیں دی"
اس امر کے متعلق فاضل معاصر شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "فاطمہؓ نے
اپنی درخواست کے منظور نہ کئے جانے سے بڑا برا مانا۔ ابوبکرؓ وغیرہ سے بات چیت کرنی چھوڑ دی
مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا۔ اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں۔

اور جناب سیّدہ کی زندگی میں حضرت علیؑ کی خاص وجاہت قائم تھی۔ مگر جب جناب سیدہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے رُخ آپ سے اور زیادہ پھر گئے ہیں (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر ص۱۵۲ و صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفیٔ ص۹۱ وغیرہ) اور علامہ ابن واضح نے لکھا ہے ان فاطمۃ بنت رسول اللہ ص اتت ابابکر تطلب میراثھا۔ فقال لھا قال رسول اللہ ص لا نورث ما ترکنا صدقۃ فقالت أفی اللہ ان ترث اباک ولا ارث ابی اما قال رسول اللہ المرء یحفظ ولدہ فبکی ابو بکر بکاءً اشدیداً۔ جب حضرت ابوبکر نے جناب سیّدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا تو حضرت فاطمہؑ پہلے ان کے پاس تشریف لے گئیں اور وہ جائداد طلب کی جو ان کو حضرت رسولِ خدا صلعم سے میراث میں ملی تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ جناب سیّدہ نے فرمایا کہ کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے وارث ہو اور میں اپنے پدر بزرگوار کی وارث نہ ہوں؟ کیا رسول اللہ صلعم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر بہت شدت سے رُوئے[1] (تاریخ یعقوبی) جناب سیدہ کا استدلال بالکل قران مجید سے تھا۔ جناب باری فرماتا ہے ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون اور جو ترکہ ماں۔ باپ اور رشتہ دار

کس بلا کا غصہ ہے خدا کی پناہ۔ (اہانت الامۃ ص۹۹) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے والصحیح عندی انھا ماتت وھی واجدۃ علی ابی بکر وعمر وانھا اوصت ان لا یصلیا علیھا۔ صحیح یہ ہے کہ جناب سیّدہ حضرت ابوبکر و عمر سے رنجیدہ ہی رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے انتقال کیا اور وصیت کر دی کہ وہ دونوں آپکے جنازے پر نہ آنے پائیں (شرح نہج البلاغۃ جلد۴ ص۲ مطبوعہ مصر) اور شاہ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے "در بقیع در شب مدفون گشتہ ونماز بروئے علیؑ وبقولے عباس گزارد گویند روز دیگر ابوبکر صدیق وعمر فاروق و صحابہ دیگر با علی مرتضیٰ شکایت کردند کہ چرا مارا خبر نکردی تا شرف نماز بروے دریافتیم علیؑ عذر گفت کہ بنا بر وصیت وے کردم۔ جناب سیّدہ رات ہی کو بقیع میں دفن کی گئیں اور آپ پر حضرت علیؑ یا عباس نے نماز پڑھی۔ دوسرے روز حضرت ابوبکر و عمر اور دوسرے صحابہ نے شکایت کی کہ ہم لوگوں کو کیوں خبر نہیں کی کہ نماز میں شریک ہوکر شرف حاصل کرتے۔ جناب امیر نے فرمایا سیدہ کی وصیت کے مطابق میں نے عمل کیا (مدارج النبوۃ جلد۲ ص۴۲۶)

[1] معلوم نہیں جناب سیّدہ کی شکایت پر حضرت ابوبکر روتے کیوں تھے ۱۲۔

چھوڑیں تو ہم نے ہر ایک مرنے والے کی میراث کے حق ٹھہرا دیئے ہیں (پ ۵ رکوع ۲)
اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے ہر والدین کی اولاد کو ان کا وارث قرار دیا ہے اور
کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ لہذا اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب داخل
رہیں گے۔ اور اس حکم کے سبب سے اولاد انبیاء کو بھی ان کے والدین کی میراث
اسی طرح ملیگی جس طرح غیر انبیاء کی اولاد کو ملتی ہے۔ علماء اہلسنت نے اس کی
تصریح کر دی ہے کہ ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے خدا کا حکم اور قران مجید
کا بیان منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صاحب تلویح فرماتے ہیں لعدم النزاع فی ان الکتاب
لا ینسخ بخبر الواحد اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب مانتے ہیں کہ ایک
شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قران مجید کا حکم منسوخ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔
(کتاب تلویح) اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ و نسخ القرآن بالخبر الواحد لا یجوز
کسی ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قران مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا ہے۔
(تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱) ممدوح دوسری جگہ لکھتے ہیں روی ان فاطمۃ لما طلبت
المیراث ومنعوھا منہ احتجوا بقولہ ۴ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
فعند ھذا احتجت فاطمۃ بعموم قولہ وللذکر مثل حظ الانثیین وکانھا اشارت الی ان عموم
القرآن لا یجوز تخصیصہ بخبر الواحد۔ روایت کی گئی ہے کہ جب جناب سیدہ نے حضرت
ابوبکر سے اپنی میراث طلب کی تو لوگوں نے جناب معظمہ کو اس سے محروم کر دیا اور دلیل
یہ پیش کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم لوگوں
کا متروکہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس پر جناب سیدہ نے قران مجید کی آیت للذکر
مثل حظ الانثیین (مرد کے لئے عورتوں سے دہرا حصہ ہے) کے عموم سے استدلال
کیا۔ اور گویا آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قران مجید کا عام حکم ایک شخص کی
بیان کی ہوئی حدیث سے خاص نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۱۵)۔
علماء محققین نے طے کر دیا ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی اور دوسرا
کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہوا۔ علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ و ھذا ایضا مشکل
لان فی اکثر الروایات انہ لم یرو ھذا الخبر الا ابوبکر وحدہ ذکرہ اعظم المحدثین۔ یہ بھی

مشکل ہے کیونکہ اکثر روایتوں میں ہے کہ اس حدیث کی سوا ابوبکر کے کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے۔ اس بات کو بڑے محدثوں نے ذکر کیا ہے (شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ صفحہ ۸۱) اور علامہ سیوطی نے بھی اس کا راوی صرف حضرت ابوبکر کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں واختلفوا فی میراثہ فما وجدوا عند احد من ذالک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کی میراث میں اختلاف کیا۔ جب اس کے بارے میں کسی کے پاس کوئی حکم نہیں ملا تو حضرت ابوبکر بولے میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ہم گروہِ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۸)۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ صفحہ ۱۹ میں یہی لکھا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ حضرت رسولِ خدا ایسی حدیث ارشاد نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ جو قول قرآن مجید کے خلاف ہو یقین کرنا ہوگا کہ حضرت نے نہیں فرمایا۔ قرآن مجید پکار پکار کہتا ہے کہ انبیاء کی میراث انکے وارثوں کو ملتی تھی۔ مثلاً ورث سلیمان داؤد حضرت سلیمان جناب داؤد کے وارث ہوئے۔ (پ ۱۹ رکوع ۱۷) حضرت داؤد بھی نبی اور جناب سلیمان بھی نبی تھے۔ پس نبی وارث بھی ہوئے اور مورث بھی۔ جناب زکریا پیغمبر نے دعا کی فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ اے اللہ تو مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بھی ہو اور نسل یعقوب کی میراث بھی پائے (پ ۱۶ ع ۴) اگر حضرت رسولؐ خدا کوئی جملہ انشائیہ (آیندہ ہونے کے متعلق کوئی بات) فرماتے تو اس کے متعلق انسان مان سکتا تھا کہ آئندہ خدا کا یہی حکم ہوگا۔ مگر حضرت ابوبکر تو آنحضرت کا وہ قول ذکر کرتے ہیں جو جملۂ خبریہ ہے اور جس سے قرآن مجید کی صریح تکذیب ہوتی ہے۔ ایسی حدیث ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قرآن کو بالکل چھوڑ دے۔ اسی وجہ سے جناب سیدہ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور برابر اپنی میراث کا دعویٰ کرتی رہیں۔

حضرت رسول خداؐ کے چچا جناب عباس اور حضرت علیؑ بھی اس حدیث کو صحیح نہیں جانتے تھے جس کی شکایت بھی حضرت عمر نے دونوں بزرگوں سے کی۔ امام مسلم لکھتے ہیں فلما توفی رسول اللہ ؐ قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ ؐ

فجئتما تطلب میراثك من ابن اخیك و هذا میراث امرأته من ابیها فقال ابوبکر قال رسول اللهؐ لا نورث ما ترکناه صدقة فرأیتماه کاذبا اثما غادرا خائنا۔ حضرت عمرؓ نے جناب عباس اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جب حضرت رسول خدا صلعم نے انتقال کیا تو ابوبکر نے کہا میں رسولخداؐ کا قائم مقام ہوں۔ اس پر تم دونوں (عباس و علیؑ) ان کے پاس آئے تم (عباس) تو اپنے بھتیجے کی اور تم (علیؑ) اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسولخداؐ نے فرمایا ہماری میراث کسی کو نہیں ملتی ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس پر تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دھوکہ باز۔ خائن سمجھا۔ (صحیح مسلم جلد۱ ص۹۱ کتاب الجہاد)۔

انصاف پسند علماء اہلسنت نے بھی حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو بڑے شبہہ کی نظر سے دیکھا ہے۔ کیونکہ کس کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ اس وراثۃ کا مسئلہ رسول صلعم نے حضرت علیؑ و عباس و جناب سیدہ کو بتایا نہیں اور صرف حضرت ابوبکر سے اس کو ذکر کیا۔ اسی وجہ سے علامہ رازی وغیرہ نے لکھا ہے۔ المحتاج الی هذه المسئلة ماکان الا علیا و فاطمة والعباس و هؤلاء کانوا من اکابر الزهاد والعلماء فی الدین۔ واما ابوبکر فانه ماکان محتاجا الی معرفة هذه المسئلة لانه ماکان یخطر بباله انه یرث الرسول م فکیف یلیق بالرسول م ان یبلغ هذه المسئلة الی من لا حاجة به الیها ولا یبلغها الی من له الی معرفتها اشد الحاجة۔ اس مسئلہ کی طرف حضرت علیؑ و فاطمہؑ و عباس کے سوائے کوئی محتاج نہیں تھا اور یہ حضرات بڑے زاہدوں اور علماء دین سے تھے۔ رہے حضرت ابوبکر تو وہ اس مسئلہ کا علم حاصل کرنے کی طرف محتاج نہیں تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں یہ وہم بھی نہیں ہوا ہوگا کہ وہ رسولؐ کی میراث پائیں گے۔ ایسی حالت میں کیونکر رسولؐ کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ اس مسئلہ کو اس شخص تک پہونچائیں جس کو اس کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ اور اس شخص کو نہ بتائیں جس کو اسکے جاننے کی شدید ضرورت تھی (تفسیر کبیر جلد۳ ص۲۳ و تفسیر نیشاپوری جلد۴ ص۱۹۷)۔

عجیب لطیفہ ہے کہ حضرت ابوبکر تو قول رسول یہ نقل کریں کہ ہم انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں نہ میراث دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہو کہ خود حضرت رسول خدا صلعم بھی وارث ہوئے ہیں۔

علامہ حلبی نے لکھا ہے ترك عبد الله خمسة اجمال و قطعة من غنم فورث ذالك رسول اللهؐ من ابیه۔ جناب عبداللہ نے پانچ اونٹ اور کچھ دنبیاں چھوڑیں اور رسول خدا صلعم نے

اُن کل چیزوں کو اپنے والد کی میراث میں پایا (سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صـ۵۶) ۔ اور علامہ ابن القیم نے لکھا ہے ماثور وھو اول سیف ملکہ ورثہ من ابیہ۔ ماثور وہ پہلی تلوار ہے جو رسولؐ کی مِلک میں آئی۔ اُس کو حضرت نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا (زاد المعاد ج ا صـ۳۳) اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے در روضۃ الاحباب گفتہ کہ شمشیرے دیگر بود کہ از پدر بمیراثِ وے رسیدہ بود۔ کتاب روضۃ الاحباب میں کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک اور تلوار تھی جس کو آپ نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد۲ صـ۶۸۹) ۔ علامہ شبلی نے بھی لکھا ہے "عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام امّ ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں رسولؐ اللہ کو ترکہ میں ملیں طبقات ابنِ سعد" (سیرۃ النبی جلد ۱ صـ۱۲۲) غرض حدیث نحن معاشر الانبیاء خود کہتی ہے کہ میں بالکل غلط ہوں۔ میرے ماننے سے متعدد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے حضرت رسولِ خداؐ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ میرا رسولؐ کوئی بات اپنے دل سے نہیں کہتا بلکہ اُس پر جو وحی نازل ہوتی ہے اوسی کو پہونچاتا ہے۔ پس ماننا پڑیگا کہ یہ حدیث بھی خدا ہی کی وحی سے فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا دو طرح کی بات کرتا ہے کہ قرآن میں تو کہا انبیاء وارث بھی ہوئے اور مورث بھی ہوئے اور حدیث میں کہا کہ نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم جھوٹے ثابت ہوتے ہیں کہ خود اپنے والد کی میراث پائی۔ مگر فرمایا کہ میں وارث نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ خدا کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ اور لوگوں کی اولاد کو تو میراث دلوائی اور انبیاء کو اور ان کی اولاد کو میراث سے محرومِ کیا۔ لیکن یہ کل باتیں محال ہیں لہٰذا حدیث مذکور ہی باطل ہے۔ اسی سبب سے جناب سیدہؑ نے عمر بھر اس کو نہیں مانا اور حضرت ابوبکر سے ناراض ہی گئیں۔

اسی وجہ سے علماء اہلسنت جناب سیدہ کی ناراضی سے بہت پریشان رہتے ہیں۔ چنانچہ جناب شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے "مشکل ترین از ین قضیۂ فاطمہ زہرا است زیرا کہ اگر بگویم کہ او جاہل بود باین سنت یعنی حدیثے کہ ابوبکر نقل کردہ بعید است از فاطمہؑ۔ واگر التزام نیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اور السماع ایں حدیث از آں حضرتؐ مشکل می شود کہ بعد از استماع از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آں چرا قبول نہ کرد و در غضب آمد۔ واگر غضب و پیش

از سماعِ حدیث بود چرا برگشت از غضب تا اینکہ امتداد کشید و تا زندہ بود مہاجرت کرد۔"
کل قضیتوں سے زیادہ سخت قضیہ جناب فاطمہ زہرا کا ہے اس لئے کہ اگر کہیں کہ وہ اس حدیث
سے نا واقف تھیں یعنی اس حدیث سے جس کو ابوبکر نے نقل کیا تو یہ خلافِ عقل ہے کہ آپ
بالکل بے خبر رہیں۔ اور اگر مان لیں کہ شاید رسول ص سے فاطمہ ع کو اس حدیث کے سننے کا
موقع نہیں ملا ہو تو اور زیادہ مشکل پڑتی ہے کہ جب آپ نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر
سے سُن لیا اور باقی صحابہ نے گواہی بھی دی پھر کیوں نہ اس کو صحیح جانا اور غضبناک ہوگئیں
اور اگر آپ کا غصّہ حدیث مذکور کے سننے سے پہلے ہوا تھا تو سننے کے بعد کیوں غصّہ کو
ترک نہیں کیا جس نے اس قدر طول کھینچا کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت
ہی اختیار رکھی (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الفئ فصل ۳ جلد ۳ صہ ۲۴۶)۔

پندرہویں فصل

اپنی وفات تک جناب سیدہ کی ناراضی

جناب معظمہ کی مرتے وقت تک کی ناراضی نے حضرت ابوبکر کے متعلق بڑی بے چینی پیدا کر دی
ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کوشش کی کہ کسی طرح جناب ممدوحہ کا آخر وقت
میں راضی ہونا ثابت ہو جائے۔ اور جب اس میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوئی تو فرضی
کتابوں کے نام بھی ذکر کر دیئے گئے۔ جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے
"و اما امامیہ پس صاحب محجاج السالکین وغیرہ از علماء ایشان روایت کردند۔ یعنی
جناب سیدہ کے راضی ہو جانے کو شیعوں سے صاحب کتاب محجاج السالکین اور
ان کے دوسرے علماء نے لکھا ہے (تحفۂ اثنا عشریہ) مگر افسوس اس نام کی کوئی
کتاب آج تک ہوئی ہی نہیں۔ نہ اس کے مصنف دنیا میں کبھی پیدا ہوئے۔ اور جو کتابیں
اصح الکتب بعد کتاب الباری سمجھی جاتی ہیں (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم) جب ان میں
یہ موجود ہے کہ فغضبت فاطمۃ و ھجرت ابا بکر فلم تزل مھاجرۃ حتی توفیت۔ یا۔ فھجرتہ

فلم تکلمہ حتی توفیت۔ جناب سیدہؑ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے بولنا ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتے مرتے نہیں بولیں (صحیح بخاری باب الخمس جلد ۳ ص۱۴۰ و صحیح مسلم جلد ۲ ص۹۱)۔ اور تاریخ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب میں ہے فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذالک حتی ماتت فدفنہا علیؑ لیلاً ولم یوذن بہا ابا بکر۔ جناب سیدہؑ حضرت ابوبکر سے بالکل متنفر ہوگئیں اور پھر ان سے کبھی نہیں بولیں یہاں تک کہ وفات پاگئیں۔ تو حضرت علیؑ نے آپ کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں کی۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۲)۔ اور محدث جمال الدین نے لکھا ہے "ونماز بروے علیؑ و بقولے عباس گزارد۔ روزِ دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر اشرافِ صحابہ باعلیؑ معاتبہ می کردند کہ چون مارا خبر نہ کردی تا شرفِ نماز بروے دریافتیم۔ علیؑ عذر گفت سن بر وصیت او چنین کردم (روضۃ الاحباب جلد ۱ ص۲۳۴)۔ اس کا ترجمہ گزر چکا۔ جناب سیدہ نے حضرت عائشہ کو بھی اپنے جنازہ پر آنے کی اجازت نہیں دی۔ وفات سیدہؑ پر حضرت عائشہ آپ کے دروازے پر آئیں مگر اسماء نے روک دیا کہ حسبِ وصیت جناب سیدہؑ آپ جنازہ پر نہیں آسکتی ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر سے اس کی شکایت کی۔ وہ دروازے پر آئے ان کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ (استیعاب مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ ص۷۷۲)۔ اور علامہ ابنِ ابی الحدید نے لکھا ہے "سئلت علی بن الفارقی مدرس المدرسۃ العربیۃ ببغداد فقلت لہ اکانت فاطمۃ صادقۃ۔ قال نعم۔ قلت فلم لم یدفع الیہا ابوبکر فدک وھی عندہ صادقۃ۔ فتبسم ثم قال کلاما لطیفا مستحسناً مع ناموسہ وحرمتہ وقلۃ دعابتہ۔ قال لو اعطاھا الیوم بمجرد دعواھا لجاءت الیہ غدا وادعت لزوجہا الخلافۃ و زحزحتہ عن مقامہ ولم یکن یمکنہ الاعتذار والموافقۃ بشیٔ لانہ یکون قد سجل علیٰ نفسہ بانہا صادقۃ فی ما تدعی کائنا ما کان من غیر حاجۃ الی بینۃ ولا شہود۔ وھذا کلام صحیح وان کان اخرجہ مخرج الدعابۃ۔ میں نے علی بن الفارقی سے جو بغداد کے مدرسہ عربیہ میں مدرس تھے پوچھا کہ کیا جناب فاطمہ زہراؑ اپنے دعوے میں سچی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیوں حضرت ابوبکر نے انکو فدک نہیں دے دیا؟ حالانکہ جناب سیدہؑ اپنے خیال میں سچی تھیں۔ اس پر وہ ہنسے اور

باوجود اس کے کہ وہ کم مزاح کے آدمی اور عزت و حرمت وشان و وقار کے بزرگ تھے ایک لطیف اور دلچسپ بات کہی کہ اگر آج حضرت ابوبکر جناب سیدہ کے دعوے پر فدک ان کو واپس کر دیتے تو کل وہ پھر پہونچتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوےٰ کرتیں اور ابوبکر کو ان کے تختِ حکومت سے ہٹا دیتیں۔ اُس وقت ابوبکر نہ کوئی عذر کر سکتے نہ ان کی بات مان سکتے کیونکہ انھوں نے خود اپنے خلاف اس بات پر مُہر کر دی ہوتی کہ فاطمہؑ جو دعویٰ بھی کریں اس میں وہ سچی ہیں جس پر نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ دلیل کی۔ اور (علی بن فارقی کا) یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ بطور مزاح کہا ہے (شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ ص۱۰۵)۔

سولھویں فصل

جناب سیدہؑ کے دعوئے ہبۂ فدک کو رد کر دینا

جناب سیدہ نے فدک پر صرف میراث ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا۔ اس کو حضرت رسول خدا صلعم اپنی زندگی ہی میں مجھے ہبہ کر گئے تھے۔ جس سے فدک رسولؐ کی زندگی ہی میں آپ کی ملک سے نکل کر جناب سیدہ کے قبضہ میں آگیا تھا مگر حضرت ابوبکر نے اس پر بھی تصرف کر لیا۔ اور جناب سیدہ کے اس دعوے کو بھی خارج کر دیا۔

علامہ سیوطی آیۃ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں لما نزلت ھذہ الآیۃ دعا رسول اللہؐ فاطمۃؑ فاعطاھا فدک ... لما نزلت وآتِ ذاالقربیٰ حقہ اقطع رسول اللہؐ فاطمۃؑ فدکا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قرابت والے کو اس کا حق دے دو تو رسول خدا نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک ان کے حوالہ کر دیا۔ ... اور جب یہ آیت اُتری تو رسولِ خداؐ نے فدک کو بطور جاگیر جناب سیدہ کے سپرد کر دیا (تفسیر درمنثور جلد ۴ ص۱۷۷)۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے: "فاتتہ فاطمۃؑ فقالت ان رسول اللہؐ اعطانی فدک فقال ھل لک بینۃ فشھد لھا علیؑ وام ایمن۔ جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس آئیں

اور کہا کہ فدک کو تو رسولؐ خدا نے مجھے عطا کیا تھا۔ ابوبکر نے کہا تمھارے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس پر حضرت علیؑ وام ایمن نے گواہی دی (صواعق محرقہ ص۲۳)۔ اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ فلما مات م ادعت فاطمۃ علیہا السلام انہ کان نحلھا فدکا۔ جب حضرت رسولِ خدا کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دعویٰ کیا کہ آنحضرتؐ نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص۱۲۵) اور علامہ سید شریف نے لکھا ہے۔ ادعت فاطمۃ انہ علیہ السلام نحلھا ای اعطاھا فدکا نحلۃ ای عطیۃ وشھد علیہ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وام کلثومؑ والصحیح ام ایمن۔ فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبر خدا نے فدک کو انھیں ہبہ کیا تھا بطور عطیہ کے۔ اور ان کے اس دعوے پر حضرت علیؑ وامام حسنؑ وحسینؑ وام کلثومؑ نے گواہی دی اور صحیح یہ ہے کہ (ام کلثوم نے نہیں بلکہ) ام ایمن نے گواہی دی (شرح مواقف ص۷۳۵) اور علامہ سمہودی نے لکھا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علیؑ والعباس رض ووقعت الخصومۃ فیہ ھو فدک فانہ قال فیھا ھی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ م نحلنیھا۔ فقال ابوبکر ارید بذلک شھودا۔ فشھد لھا علیؑ۔ فطلب لھا شاھدا آخر۔ فشھدت لھا ام ایمن مجد نے فدک کے حال میں بیان کیا ہے کہ وہ چیز جو حضرت عمر نے حضرت علیؑ وعباسؓ کو دی تھی اور جس کے بارے میں نزاع واقع ہوئی وہ فدک ہی ہے کیونکہ انھوں نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کا دعویٰ جناب فاطمہؑ نے کیا تھا کہ رسولِ خدا نے یہ جائداد ان کو ہبہ کر دی تھی۔ اس پر حضرت ابوبکر نے ان سے کہا میں آپ کے اس دعوے پر گواہ چاہتا ہوں تو حضرت علیؑ نے جناب سیدہ کے موافق گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے کوئی دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے بھی گواہی دی (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ جلد ۲ باب ۶ فصل ۲ ص۱۶۰) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ ان فاطمۃ اتت ابابکر تسئلہ سھم ذوی القربیٰ۔ فقال لھا ابوبکر سمعت رسول اللہ م یقول سھم ذوی القربیٰ فی حیاتی ولیس لھم بعد موتی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر ذوی القربیٰ کا حصہ طلب کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسولِ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ میری زندگی میں ہے میرے بعد نہیں ہوگا (کنز العمال جلد ۳ ص۱۲۹)۔ اور علامہ

بلاذری نے لکھا ہے . کانت فدک لرسول اللہ ؐ خاصۃ لانہ لم یوجف المسلمون علیھا بخیل ولا رکاب - وعن مالک ابن جعونہ عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ ؐ جعل لی فدک فاعطنی ایاھا وشھد لھا علی بن ابی طالب فسألھا شاھدا آخر فشھدت لھا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ ؐ انہ لا یجوز الا شھادۃ رجلین او رجل وامرأتین فانصرفت۔

فدک کی جائداد خاص رسولِ خدا صلعم کے لئے تھی کیونکہ مسلمانوں نے اس کو جہاد سے حاصل نہیں کیا تھا۔ اور مالک ابن جعونہ بیان کرتا تھا کہ جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر سے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے فدک مجھے دے دیا تھا لہذا تم وہ میرے حوالہ کر دو۔ آپ کے اس دعوے پر حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے دوسرا گواہ طلب کیا۔ آپ نے ام ایمن کو پیش کیا۔ انھوں نے گواہی دی۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کہ اے دختر رسولؐ بات یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی صحیح نہیں ہے بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ہونی چاہئے۔ اس پر جناب سیدہ واپس گئیں (فتوح البلدان ص۳۵) اور علامہ حموی نے کچھ تفصیل سے لکھا ہے فدک قریۃ بالحجاز بینھا وبین المدینۃ یومان وقیل ثلاثۃ افاءھا اللہ علی رسولہ ؐ فی سنۃ سبع صلحا...... فھی مما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فکانت خالصۃ لرسول اللہ ؐ وفیھا عین فوارۃ ونخیل کثیرۃ وھی التی قالت فاطمۃ ان رسول اللہ ؐ نحلنیھا فقال ابوبکر رض ارید لذالک شھودا ولھا قصۃ فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر ملتا ہے۔ خدا نے ۷ھ ہجری میں یہ گاؤں حضرت رسولِ خدا صلعم کو بطور صلح دلوایا تھا... پس یہ وہ گاؤں تھا جس کے لئے مسلمانوں نے نہ لشکر کشی کی نہ جنگ کی بلکہ بغیر ان باتوں کے رسولؐ کو حاصل ہو گیا۔ اسی سبب سے یہ حضرت رسول خدا صلعم کی خاص جائداد ہو گئی۔ اس میں ایک جوش مارتا ہوا چشمہ اور بکثرت کھجور کے درخت تھے اور یہی وہ گاؤں تھا جس کے متعلق حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اسے رسولِ خدا صلعم نے مجھے بخش دیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کہ میں آپ کے دعوے کا گواہ چاہتا ہوں اور اسکا قصہ طولانی ہے (معجم البلدان جلد۶ ص۳۴۳) جب جناب سیدہ نے گواہ پیش کئے تو ان کو بھی حضرت ابوبکر نے رد کر دیا۔ اور کہا دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی پیش کیجئے۔ مگر آپ کا طرز عمل دوسروں کے ساتھ اس سختی کا نہیں تھا
مثلاً امام بخاری نے لکھا ہے جابر بن عبد اللہ یقول قال لی رسول اللہ لو قد جاء مال
البحرین لقد اعطیتک ھکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتی قبض رسول اللہ فلما قدم علی ابی بکر
امر منادیا فنادی من کان لہ عند النبی دین او عدۃ فلیاتنی۔ قال جابر فجئتہ ابابکر فاخبرتہ
ان النبی قال لو قد جاء مال البحرین اعطیتک ھکذا وھکذا ثلاثا۔ قال فاعطانی۔ قال
جابر فلقیت ابابکر بعد ذالک فسالتہ فلم یعطنی ثم اتیتہ الثانیۃ فلم یعطنی۔ ثم اتیتہ الثالثۃ
فلم یعطنی فقلت لہ قد اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی فاما ان تعطینی
واما ان تبخل عنی۔ فقال اقلت تبخل عنی وای داء ادوء من البخل۔ قالھا ثلاثا ما منعتک
من مرۃ الا وانا ارید ان اعطیک وعن عمرو عن محمد بن علی قال سمعت جابر بن عبد اللہ
یقول جئتہ فقال لی ابوبکر عدھا فعددتھا فوجدتھا خمس مائۃ قال خذ مثلھا مرتین۔
جناب جابر بن عبد اللہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا
تھا کہ اگر بحرین کا مال آئے گا تو میں تم کو ضرور اس قدر، اس قدر۔ اس قدر۔
(تین مرتبہ) دوں گا۔ مگر وہاں سے مال نہیں آیا یہاں تک کہ حضرت کا انتقال
بھی ہو گیا۔ پھر جب حضرت ابوبکر کے پاس وہاں کا مال آیا تو انھوں نے ایک
منادی کو حکم دیا کہ پکار دے جس شخص کا کوئی قرض رسولؐ کے ذمہ ہو یا حضرت
نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ میرے پاس آئے۔ اس پر میں (جابر) حضرت
ابوبکر پاس آیا اور ان سے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا
تھا اگر بحرین کا مال آئے گا تو تم کو اس قدر۔ اس قدر۔ اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا
اس پر حضرت ابوبکر نے مجھے دے دیا۔ جابر کہتے تھے کہ اس کے بعد میں پھر حضرت
ابوبکر سے ملا اور ان سے مانگا مگر انھوں نے نہیں دیا۔ پھر ان کے پاس دوبارہ آیا
تب بھی نہیں دیا۔ سہ بارہ بھی آیا اس وقت بھی نہیں دیا۔ تب میں نے ان سے کہا
میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے مجھے نہیں دیا۔ پھر آیا پھر بھی نہیں دیا۔ پس
یا تو مجھے دیدیجئے یا مجھ سے بخل کیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کیا تم مجھ کو بخل کرنے
کو کہتے ہو؟ بخل سے زیادہ بڑی بیماری کیا ہو سکتی ہے اس جملہ کو تین مرتبہ کہا۔

پھر کہا اے جابر میں نے تم سے ایک دفعہ بھی انکار نہیں کیا بلکہ میرا ارادہ یہی رہا کہ تم کو دونگا۔ اور عمرو نے محمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے جابر بیان کرتے تھے کہ میں ابوبکر کے پاس آیا تو انھوں نے کہا اس کو شمار کرو۔ میں نے گنا تو پانچ سو تھا اس پر انھوں نے کہا اس کا دگنا لیلو۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۲۷۰ باب قصہ عمان البحرین کتاب المغازی) پارہ ۱۰ صفحہ ۲۱۴ باب اذا وھب ھبۃ۔ و پارہ ۱۰ صفحہ ۵۲۳ باب من امر بانجاز الوعد وغیرہ میں بھی یہی مضمون ہے جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب جابر کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر نے بغیر گواہ طلب کئے ہوئے ان کو پندرہ سو دیدیا!!! جناب جابر کا کیا ذکر ایک معمولی غلام بھی آپ سے وصیت رسولؐ کا ذکر کرتا تو آپ اس میں کوئی عذر کرتے نہ گواہ طلب کرتے نہ اس کو محروم واپس کرتے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں ان زنباعا وجد غلاما لہ مع جاریۃ لہ فجدع انفہ فاتی النبیؐ فقال من فعل ھذا بک۔ قال زنباع فقال النبیؐ للعبد اذھب فانت حر فقال یا رسول اللہ فمولی من انا قال مولی اللہ و رسولہ فاوصی بہ رسول اللہؐ المسلمین فلما قبض رسول اللہؐ جاء الی ابی بکر۔ فقال وصیۃ رسول اللہ قال نعم نجری علیک النفقۃ وعلی عیالک فاجراھا حتی قبض۔ زنباع نے اپنے ایک غلام کو اپنی کسی لونڈی کے ساتھ پکڑ لیا تو اس کی ناک کاٹ دی۔ رسولِ خدا نے دیکھا تو پوچھا یہ کس نے کیا۔ کہا زنباع نے۔ حضرت نے فرمایا جا اب تو آزاد ہے۔ پھر حضرت نے اس کے بارے میں مسلمانوں سے وصیت کی اور جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو وہ غلام حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا رسول کی وصیت یاد کیجئے۔ انھوں نے کہا "ہاں ہم تیرا اور تیرے عیال کا وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں" اور فوراً مقرر کر دیا۔ جو ان کے انتقال تک جاری رہا (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۸۲)۔

اللہ اکبر جناب سیدہؑ اس غلام کے برابر بھی نہیں سمجھی گئیں کہ اس غلام سے نہ کوئی عذر کیا گیا اور نہ گواہ طلب کیا گیا اور جناب سیدہؑ کو ان سب کے بعد بھی محروم کر دیا گیا۔ جناب جابر کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر کے پندرہ سو دے دینے کے متعلق تو علماء اہلسنت نے ممدوح کے عمل کی تائید بھی کی کہ یہی کرنا چاہیئے تھا مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ فیہ قبول خبر الواحد العدل من الصحابۃ ولو جر ذالک نفعا لنفسہ

لا ابا بکو لم یلتمس من جابر شاھدا علی صحۃ دعواہ اس حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ صحابہ سے کسی ایک عادل شخص کی خبر بھی قبول کرلی جائیگی اگرچہ وہ شخص وہ خبر اپنے ذاتی نفع ہی کے لئے بیان کرتا ہو کیونکہ حضرت ابوبکر نے جابر سے کوئی گواہ ان کے دعوے کی صحت پر نہیں طلب کیا (فتح الباری پارہ ۹ صفحہ ۲۲۶) - اور علامہ عینی نے لکھا ہے - انما لم یلتمس شاھدا منہ لانہ عدل بالکتاب والسنۃ - حضرت ابوبکر نے جناب جابر سے کوئی گواہ اس سبب سے نہیں طلب کیا کہ جابر قرآن وحدیث دونوں کی رو سے عادل تھے -
(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۶) - کس قدر ماتم کی جگہ ہے کہ جابر ایسے صحابی کا دعویٰ تو اس طرح قبول کرلیا جائے اور کوئی گواہ بھی نہ طلب کیا جائے مگر جناب سیدہ - جناب امیر - امام حسنؑ و امام حسینؑ اور ام ایمن سب کو جھوٹا سمجھ لیا جائے - حالانکہ جناب سیدہ کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا کہ (یہ ایسی معصومہ ہیں کہ) ان کی خوشی سے میری خوشی اور ان کی ناراضی سے میری ناراضی وابستہ ہے - جناب امیر کے بارے میں فرمایا کہ حق ادھر جائیگا جدھر علیؑ جائیں گے - حسنؑ و حسینؑ کو سرداری جوانان اہل بہشت کا درجہ دیا مگر حضرت ابوبکر کے دربار میں یہ کل حضرات جناب جابر بلکہ اس غلام سے بھی حقیر تھے - فلیبک علی الاسلام من کان باکیا (جس کو رونا ہو آئے اور اسلام پر نوحہ و ماتم کرے) - فاضل معاصر شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے فدک کے متعلق بھی حضرت ابوبکر و عمر کی حمایت کا حق ادا کرنے کی بہت کوشش کی ہے - سات صفحہ اس میں صرف کر دئیے ہیں - ان سب کا خلاصہ[1] اُن کے الفاظ میں یہ ہے - البتہ یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اُس سے فدک وغیرہ کا آنحضرتؐ کی خاص جائداد ہونا ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عمر اس کے یہی معنی قرار دیتے تھے آیت یہ ہے وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء - اور جو کچھ ان لوگوں (یعنی یہود بنی نضیر) سے خدا نے اپنے کو دلوایا تو تم لوگ اُس پر چڑھکر نہیں گئے تھے بلکہ خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے (انتہی) چنانچہ حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھکر کہا تھا کہ

[1] ملہ مدوح کی پوری تقریر انشاء اللہ سوانح عمری حضرت عمر میں نقل کی جائیگی اور اس پر مفصل تبصرہ بھی اسی میں کیا جائیگا -۱۲

فکانت خالصۃ لرسول اللہ ؐ اور یہ واقعہ صحیح بخاری باب الخمس و باب المغازی اور باب المیراث میں بتفصیل مذکور ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر اس آیت کی بنا پر فدک وغیرہ کو آنحضرت کا خالصہ سمجھتے تھے لیکن اسی قسم کا خالصہ جو ذاتی ملکیت نہیں ہوتا جس طرح سلاطین کے مصارف کے لئے کوئی زمین خاص کر دی جاتی ہے کہ اس میں میراث کا عام قاعدہ نہیں جاری ہوتا بلکہ جو شخص جانشین سلطنت ہوتا ہے تنہا وہی اس سے متمتع ہو سکتا ہے" (الفاروق صفحہ ۲۵۷ جلد ۲) مگر ممدوح اسی بحث میں لکھتے ہیں "فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے اور فقرائے بنی ہاشم کو دیتے تھے اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے" (الفاروق صفحہ ۲۶۵) دونوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسولؐ تو اس سے بنی ہاشم کے فقراء اور بیواؤں پر بھی خرچ کریں مگر آپ کا جانشین اس سے تنہا متمتع ہو!!! اب سوال یہ ہے کہ اگر فدک کی یہی شان تھی تو جناب سیدہؑ کے دعوائے ہبہ کرنے پر حضرت ابوبکر نے بھی یہی جواب کیوں نہیں دیا اور آپ سے گواہ کیوں طلب کئے؟ اگر وہ جانتے تھے کہ فدک حضرت کے جانشین کی خاص جائداد ہے تو گواہ طلب کر کے کیوں جناب معظمہ کو پریشان۔ ان کے دعوے کو غلط۔ اور جناب امیرؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ و ام ایمن کو غیر معتبر قرار دیکر ان سب کی تذلیل و توہین کی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر فدک کا واقعاً یہی حکم تھا تو حضرت ابوبکر نے اپنے فعل کو خود باطل سمجھ کر جناب سیدہؑ کو نوشتہ کیوں لکھ دیا؟ علامہ حلبی نے لکھا ہے وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا بفدک و دخل علیہ عمر رض فقال ما ھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مما ذا تنفق علی المسلمین و قد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ۔ علامہ سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آخر میں حضرت فاطمہؑ کے لئے فدک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہونچ گئے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا حضرت رسولؐ خدا کی جو میراث فاطمہؑ کو پہونچتی ہے اسکے بارے میں یہ وثیقہ میں نے ان کو لکھ دیا ہے۔ حضرت عمر بولے پھر کس چیز سے مسلمانوں کے متعلق خرچ کرو گے حالانکہ دیکھتے ہو کہ عرب تم سے جنگ پر آمادہ ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ وثیقہ لے لیا اور اس کو چاک چاک کر ڈالا۔ (سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت رسولِ خدا صلعم نے جناب سیّدہ کے لئے وثیقہ لکھ دیا تھا اُسی طرح حضرت ابوبکر نے بھی بدرجۂ مجبوری لکھا پیغمبرؐ فاطمہؑ را بخواند و برائے او حجت نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسولؐ پیشِ ابوبکر صدیق آورد و گفت این کتابِ رسولِ خدا است برائے من و حسنین نوشتہ است۔ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب فاطمہؑ کو بُلایا اور آپ کے لئے ایک دستاویز لکھ دی۔ یہی وہ وثیقہ تھا جس کو حضرت رسولِ خدا کے بعد جناب سیّدہ حضرت ابوبکر کے پاس لائیں اور کہا کہ یہ رسولِ خدا کی وہ تحریر ہے جس کو حضرت نے میرے اور حسنینؑ کے لئے لکھی تھی۔ (معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۲۱ وحبیب السیر وروضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)۔ صرف حضرت ابوبکر ہی نے آخر میں فدک جناب سیّدہ کو واپس کرنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت عمر نے بھی اپنی خلافت میں فدک کو ان حضرات کے حوالہ کر دیا تھا۔ علامہ حموی وغیرہ نے فدک کی تاریخ میں لکھا ہے۔ ثم ادّی اجتہاد عمر بن الخطاب بعدہ لما ولی الخلافۃ وفتحت الفتوح واتسعت علی المسلمین ان یردھا الی ورثۃ رسول اللہ ص فکان علی بن ابی طالب رض والعباس بن عبدالمطلب یتنازعان فیھا فکان علیؑ یقول ان النبی ص جعلھا فی حیاتہ لفاطمۃ ع وکان العباس یابی ذالک۔ ویقول ھی ملک رسول اللہ ص وانا وارثہ فکانا یتخاصمان الی عمر رض فیابی ان یحکم بینھما ویقول انتما اعرف لشانکما اما انا فقد سلمتھا الیکما۔ جب حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے اور کثرت سے ملک فتح ہو چکے اور مسلمانوں کو مالی وسعت حاصل ہوگئی تو اُن کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ فدک رسولِ خدا صلعم کے وارثوں کو واپس کر دیں۔ اس پر جناب عباس بن عبدالمطلب حضرت علیؑ سے نزاع کرنے لگے۔ حضرت علیؑ کہتے تھے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں یہ فاطمہؑ کو دے دیا تھا اور جناب عباس اس سے انکار کرتے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت رسولِ خداؐ کی جائداد ہے اور میں حضرت کا وارث ہوں۔ دونوں کی یہ نزاع حضرت عمر کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا آپ دونوں اپنے امور کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو بہر طور اُسے آپ لوگوں کے

سپرد کر دیا۔ (معجم البلدان جلد۶ صفحہ۳۴۳)۔ اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ (۱) حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عمر نے بھی فدک کو روکا۔ (۲) جب حضرت عمر خود خلیفہ ہوئے اور اجتہاد کیا تو فیصلہ کیا کہ اسے ورثہ رسولؐ کی طرف واپس کر دیا۔ لفظ "واپس کرنا" بھی بتاتا ہے کہ پہلے یہ زبردستی اور بے قاعدہ لے لیا گیا تھا ورنہ اس کے عوض یہ کہتے "ورثہ رسولؐ کو دے دیں یا عطا کر دیں"۔ (۳) حضرت عمر نے چونکہ اس کو میراث رسولؐ کی حیثیت سے واپس کیا اس سبب سے حضرت عباس نے بھی اس کا دعویٰ کیا اور جناب امیرؑ سے نزاع کی۔ (۴) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ وارثان رسولؐ کا مال نہیں ہے بلکہ خاص جناب سیدہ کا ہے اور آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی ہی میں اسے فاطمہؑ کو دے دیا تھا۔ جس سے جناب سیدہ کی ملک میں اُسی وقت آگیا تھا۔ حضرت عمر کے بعد جو خلفاء ہوئے انھوں نے بھی اپنے عمل سے یہی بتایا کہ فدک صرف جناب سیدہ کا تھا اور رسولؐ کی میراث نہیں تھی (کہ جس میں جناب عباس بھی شریک ہوتے) چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں "فلما ولی عمر بن عبد العزیز الخلافۃ کتب الی عاملہ بالمدینۃ یامرہ بردّ فدک الی ولد فاطمۃ فکانت فی ایدیھم فی ایام عمر بن عبد العزیز فلما ولی یزید بن عبد الملک قبضھا فلم یزل فی ایدی بنی امیۃ حتی ولی ابو العباس السفاح الخلافۃ۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اپنے عامل مدینہ کو لکھ کر حکم دیا کہ فدک اولاد فاطمہؑ کو واپس کر دو۔ اس طرح اس خلیفہ کے زمانہ میں یہ جائداد برابر اولادِ جناب سیدہ کے قبضہ میں رہی۔ مگر جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اُس نے پھر اس پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد یہ برابر خلفاء بنی امیہ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ خلفاء بنی عباس کا ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا۔ (معجم البلدان جلد۶ صفحہ۳۴۳)۔ تب سے زبردست ثبوت خلیفہ مامون کی تحریر ہے جو عہدِ رسولؐ سے بہت قریب اور ہم لوگوں سے بہت قبل تھا۔ علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔ ولما کانت سنۃ ۲۱۰ امر امیر المومنین المامون عبد اللہ بن ھارون الرشید فدفعھا الی ولد فاطمۃ وکتب بذالک الی قثم بن جعفر عاملہ علی المدینۃ اما بعد فان امیر المومنین بمکانہ من دین اللہ وخلافۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم والقرابۃ بہ اولی من استن

سنتہ و نفذ امرہ وسلم لمن منح منحۃ و تصدق علیہ بصدقۃ منحتہ وصدقتہ و باللہ توفیق امیرالمومنین و عصمتہ والیہ فی العمل بما یقربہ لدنعمتہ - وقد کان رسول اللہ ۳ اعطی بنت رسول اللہ ص فدک و تصدق بہ علیہا و کان ذالک امراظاہرا معروفا لا اختلاف فیہ - جب ۲۱۰ھ ہوا تو خلیفہ مامون بن ہارون الرشید نے فدک کو اولادِ جناب فاطمہؑ کے حوالہ کر دیا۔ اور اُس کے متعلق مدینہ میں اپنے عامل کو فرمان لکھ بھیجا کہ خلیفہ رسولؐ (مجھ) کو سب سے زیادہ یہ بات مناسب ہے کہ آنحضرتؐ کے عمل کی پیروی اور حضرت کے حکم کو جاری کرے اور حضرت نے جس کو جو چیز دی تھی اسکو دیدے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو فدک دے دیا تھا۔ اور آپ کو بطور مستقل جائداد کے بخش دیا تھا اور یہ ایسا امر ظاہر و مشہور تھا کہ اسکے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے فلان کان ینادی فی کل موسم بعد ان قبض اللہ نبیہ ان یذکو کل من کانت لہ صدقۃ او ھبۃ او عدۃ ذالک فیقبل قولہ وینفذ عدتہ ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا لاولی بان یصدق قولہا فیما جعل رسول اللہ ص لہا و قد کتب امیرالمومنین الی المبارک الطبری مولی امیرالمومنین یامرہ برد فدک علی ورثۃ فاطمۃ بنت رسول اللہ ص بحدودھا وجمیع حقوقہا المنسوبۃ الیہا و مافیہا من الرقیق والغلات وغیر ذالک - جب یہ بات تھی کہ حضرت رسولؐ کے انتقال کے بعد ہر موقع پر یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ جس کو رسولِ خدا صلعم نے کوئی چیز بخشی یا ہبہ کی ہو یا اس کا وعدہ کیا ہو وہ بتادے اور اُس کو قبول کرکے وہ وعدہ پورا کردیا جاتا تھا تو جناب سیدہ بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہیں کہ اُن کی تصدیق کی جائے اور رسولِ خدا نے آپ کو جو چیز دی تھی اُس کے بارے میں ان کو سچی مانا جائے۔ اسی وجہ سے میں (مامون) نے اپنے غلام مبارک طبری کو لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ دخترِ رسولؐ کی اولاد کو فدک اس کے کل حدود اور اُس کے غلّوں اور کل حقوق وغیرہ کے ساتھ واپس کردو۔ فلما استخلف المتوکل علی اللہ امر بردھا الی ما کانت علیہ قبل المامون رحمہ اللہ۔ جب متوکل خلیفہ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ فدک کو پھر اولادِ فاطمہؑ سے لیلو (فتوح البلدان ص۴۲) کیسے تعجب کا مقام ہے کہ جو بات نہ حضرت ابوبکر کے

ذہن میں آئی نہ حضرت عمرؓ کی سمجھ میں سے نہ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس سمجھ سکے اس کی ایجاد مولوی شبلی صاحب کرتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ تاریخ ان کی تاویل پر ضحکہ کریگی۔

سترہویں فصل

فدک کے انتظام میں آپ کا عمل کہاں تک رسول کے مطابق تھا

فدک ایک بڑی جائداد اور اس کی آمدنی کافی تھی۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں فدک کے غلات کی قیمت چار ہزار دینار رہی۔ اسی وجہ سے خلفاء رسولؐ برابر اس پر نظر رکھتے تھے۔ جب کسی طرح کوئی شخص خدا کو یاد دلاتا تو جناب سیدہ یا آپ کی اولاد کو واپس کر دیتے اور جب ان کے منافع یاد آتے تو لے لیتے۔ اور معلوم ہے کہ جناب سیدہ و جناب امیر نہایت زہد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور حضرت رسول خدا صلعم و جناب سیدہؑ کے کل امور اسی طرح سے ہوتے تھے جس طرح حضرت ابوبکر و جناب عائشہ کے۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت رسول خدا صلعم نے فدک جناب سیدہ کو دے دیا تھا مگر جناب سیدہ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق لیکر باقی محاصل آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اس سے آنحضرت بھی اپنا ضروری خرچ نکال کر باقی کو خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے متعلق بھی ہے کہ مال فدک سے استعمال فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے "فکان نصف فدک خالصا لرسول اللہ ؐ وکان یصرف ما یاتیہ منہا الی ابناء السبیل۔ یعنی آدھا فدک خاص رسول اللہؐ کا تھا۔ آنحضرتؐ اس میں سے مسافروں پر صرف کرتے تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۹)۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ان فدک کانت للنبی ؐ فکان ینفق منہا ویاکل ویعود علے فقراء بنی ہاشم ویزوج ایمہم۔ یعنی فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے۔ اور فقراء بنی ہاشم کو دیتے

تھے اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔ (فتوح البلدان ص۳۱)"۔ (الفاروق جلد ۲ ص۲۵۶)۔ مگر افسوس حضرت ابوبکر نے فدک نہ جناب سیدہؑ کو دیا اور نہ قرابت دارانِ رسولِ خدا صلعم کا لحاظ کیا۔ امام ابوداؤد و امام احمد بن حنبل وغیرہ نے لکھا ہے۔ عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ لم یقسم لعبد شمس ولا لبنی نوفل من الخمس شیئا کما کان یقسم لبنی ہاشم و بنی المطلب و ان ابابکر کان یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ غیر انہ لم یکن یعطی قربی رسول اللہ ما کان النبی یعطیھم۔ یعنی حضرت رسولِ خدا صلعم مالِ خمس سے جس طرح بنی ہاشم اور بنو مطلب کو تقسیم کرتے تھے اُس طرح عبد شمس و نوفل کی اولاد کو نہیں تقسیم فرماتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر بھی مالِ خمس کو اُسی طرح تقسیم کرتے جس طرح حضرت رسولِ خدا صلعم کا دستور تھا۔ سوائے اس کے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم اپنے قرابت مندوں کو تقسیم کرتے تھے مگر حضرت ابوبکر قرابت دارانِ رسولؐ کو کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص۸۳ و مسند سنن ابی داؤد ص۶۱ و نیل الاوطار شوکانی جلد ۷ ص۲۸ وغیرہ)۔ اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔ فلما قبض اللہ رسولہ رد ابوبکر نصیب القرابۃ فی المسلمین۔ حضرت رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے رسولؐ کے قرابت داروں کا وہ حصہ جو خمس میں تھا بند کر لیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ ص۶)۔ اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے۔ روی ان ابابکر منع بنی ھاشم الخمس۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر نے خمس کے مال سے بنو ہاشم کو محروم کر دیا۔ (تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ تفسیر طبری جلد ۱۰ ص۵)۔ مختصر یہ کہ اگر حضرت ابوبکر نے اپنے کو خلیفۂ رسولؐ سمجھا تھا تو فدک کے متعلق وہی طرزِ عمل اختیار کرتے جو رسولِ خدا صلعم کا تھا کہ پوری جائداد ان کے حوالہ کر دیتے۔ اِس کے بعد دیکھتے کہ جناب معظمہ اس میں سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور بنو ہاشم کو غیرہ کو دینے کے متعلق رسولؐ کی پیروی کرتی ہیں یا نہیں اگر اس کے خلاف پاتے تو اس کا سبب دریافت کرتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ برتاؤ کیا کہ بقول شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی "اُس کا رونا آج تک اسلامی دنیا میں رویا جا رہا ہے اور قیامت تک رویا جائیگا"۔ (کتاب امہات الامۃ ص۹۴)۔

اٹھائیسویں فصل

[illegible]

جب حضرت [illegible]
[illegible]
مولوی [illegible] حضرت [illegible]
اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ازالۃ الخفاء مآثر ابو حفص ۲۲۶ [illegible] ۱۲۶ [illegible]
[illegible] امرتسر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ابو [illegible] کی عربی تاریخ [illegible]
محمد صلعم میں تفصیل سے موجود ہے۔

انتیسویں فصل

آپ کا اقالہ بیعت

اقالہ کا معنی ہے دست برداری - [illegible] - فسخ - حضرت ابو بکر خلیفہ ہو چکے [illegible]

کہا کرتے کہ مجھ سے تم لوگ اپنی بیعت اوٹھا لو۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ کی عبارت گزر چکی کہ جناب سیدہ کے غضب اور ناراضی پر آپ نے کہا لا حاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت مطلوب نہیں ہے۔ میں اس خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں یا تم لوگ مجھے خلافت سے معاف رکھو۔ (جلد ۱ ص۲۱)۔ اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ قام ابوبکر علی منبر رسول اللہ فقال ھل من کارہ فاقیلہ ثلاثا یقول ذالک۔ حضرت ابوبکر منبر رسولؐ پر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ کہا اگر کسی کو ناگوار ہو تو میں خلافت سے باز آتا ہوں یا دست بردار ہو جاتا ہوں۔ لما بویع ابوبکر اغلق بابہ ثلاثۃ ایام یخرج الیھم فی کل یوم فیقول ایھا الناس قد اقلتکم بیعتکم. فبایعوا من احببتم۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت پوری ہو چکی تو آپ نے تین روز تک اپنا دروازہ بند ہی رکھا۔ ہر روز نکلکر آتے اور کہتے اے لوگو میں تم لوگوں کی بیعت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اب جس کو چاہو تم لوگ اپنا خلیفہ بنا لو۔ ان ابابکر حین استخلف قعد فی بیتہ حزینا فدخل علیہ عمر فاقبل یلومہ وقال انت کلفتنی ھذا الامر وشکی الیہ الحکم بین الناس۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن چکے تو محزون و مغموم اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہونچے تو حضرت ابوبکر ان کی ملامت کرنے لگے کہ تم ہی نے میرے اوپر یہ بوجھ لادا ہے۔ پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی شکایت کی۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص۱۵۸ و ۱۵۹ و کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۳ ص۱۳۵)۔ اور اسی کتاب میں لکھتے ہیں قام ابوبکر حین بویع فخطب الناس فقال یا ایھا الناس انی قد اقلتکم رایکم انی لست بخیرکم فبایعوا خیرکم بیعت کے بعد حضرت ابوبکر نے خطبہ دیکر لوگوں سے کہا میں تم لوگوں کی رائے سے باز آیا میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب مجھے خلافت سے معاف رکھو اور جو تم میں اچھا ہو اُس کی بیعت کر لو۔ (کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۵)۔ جب لوگوں کو مجبور کرکے اپنی خلافت منوائی گئی تو پھر اس سے دست برداری کیوں اختیار کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شروع میں خلافت اور سرداری کا خیال ہوا اور بعد میں حضرت رسول خدا صلعم کی وہ حدیثیں یاد آئیں جو ایسا کرنے والوں کے بارے میں فرمائی تھیں مثلاً انکم ستحرصون علی الامارۃ وانھا ستکون ندامۃ وحسرۃ یوم القیامۃ۔ بہت جلد تم لوگ حکومت کی حرص کروگے اور وہی تمھارے لئے بروز قیامت ندامت اور حسرت کا سبب ہو جائے گی۔ ایما وال ولی من امر المسلمین شیئاً

وقف بہ علی جسر جھنم فیھتز بہ الجسر حتی یزول کل عضو۔ جو حاکم مسلمانوں کے امور پر حکومت کریگا وہ جہنم کے پل پر ٹھہرایا جائیگا۔ اس کے اس عمل (حکومت) سے پل ہلنے لگیگا اور اس حاکم کا ہر عضو ٹوٹ ٹوٹ کر اس میں گر جائیگا۔ لست اخاف علی امتی غوغاء تقتلھم ولا عدوا یجتاحھم ولکنی اخاف علی امتی ائمۃ مضلین ان اطاعوھم فتنوھم وان عصوھم قتلوھم۔ مجھے اپنی امت کے لئے کسی غوغا کا جو اسے قتل کرے یا کسی دشمن کا جو اسے برباد کرے خوف نہیں ہے۔ البتہ یہ ڈرتا ہوں کہ میری امت پر ایسے گمراہ کرنے والے خلفا ہوں گے جن کی اگر وہ اطاعت کریگی تو وہ لوگ اس کو فتنوں میں مبتلا کر دیں گے۔ اور اگر نافرمانی کریگی تو اس کو قتل کرنا شروع کریں گے۔ من ولی علا وھو یعلم انہ لیس لذالک العمل اھلا فلیتبوء مقعدہ من النار۔ جو شخص کسی ایسے کام کا والی ہو جائے جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ یجاء بالامیر یوم القیامۃ فیلقی فی النار فیطحن فیھا کما یطحن الحمار بطاحونتہ۔ حکومت کرنے والے کو گرفتار کر کے بروز قیامت فرشتے لیجائیں گے اور وہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا وہاں اس سے چکی پسوائی جائیگی جس طرح دنیا میں گدھوں سے چکیاں پسوائی جاتی ہیں۔ (کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد جلد ۴ کتاب الخلافۃ ص۱۹۶) چونکہ یہ کل حدیثیں کتاب الخلافۃ میں ہیں اس سبب سے ثابت ہوتا ہے کہ سب کا مطلب خلافت ہی ہے۔ جس کے نتیجہ سے حضرت لوگوں کو باخبر کرتے جاتے تھے۔

بیسویں فصل

آپ کا قول کہ مجھ پر شیطان رہتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے اذا رایتمونی غضبت فقوموني واعلموا ان لی شیطانا یعتریني۔ جب تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو اور جان رکھو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر تسلط کرتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص باب فصل ا وتاریخ الخلفاء ص۴۹ وریاض نضرہ ص۱۷۶ وتاریخ طبری جلد ۳ ص۲۱۱ ومسند احمد بن حنبل جلد ۱

و صحیح بخاری، ا. ۵۸ ۱ و ۳۳۲ باب المناقب وکنز العمال، جلد ۳ ص ۱۲۶. و ۱۳۸ و ۱۴۰)۔

حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ شیطان کا تسلط جہنمی اور گمراہ لوگوں اور مشرکوں پر ہوتا ہے۔ جو متبع بدی ہو اور خدا کے خاص بندے ہیں ان پر نہیں ہوتا۔ شیطان سے خدا فرماتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الا من اتبعک من الغاوین۔ اے شیطان جو ہمارے بندے ہیں اُن پر تو تیرا کسی طرح تسلط نہیں ہو سکتا سوا ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے تمام لوگوں کے لئے ہمارے ہاں جہنم کا وعدہ ہے کہ وہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے۔ (پارہ ۱۴، رکوع ۳)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون۔ جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اُن پر شیطان کا کچھ تسلط نہیں ہوتا۔ اس کا تسلط تو اُن ہی لوگوں پر ہوتا ہے جو شیطان کو دوست رکھتے اور جو اس کو شریک خدا ٹھہراتے ہیں۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)۔ اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔ قولہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ قال مقاتل بن سلیمان ومن تبعہ من المفسرین ان ھذہ الایۃ نزلت فی المھدی وستاتی الاحادیث المصرحۃ بانہ من اھل البیت النبوی وحینئذ ففی الآیۃ دلالۃ علی البرکۃ فی نسل فاطمۃ وعلی رض وان اللّٰہ لیخرج منھما کثیرا طیبا وان یجعل نسلھما مفاتیح الحکمۃ ومعادن الرحمۃ وسر ذالک انھا اعاذتھا وذریتھا من الشیطان الرجیم ودعا لعلی بمثل ذالک وشرح ذالک کلہ یطول بسیاق الاحادیث الدالۃ علیہ۔ قرآن مجید کی آیت وانہ لعلم للساعۃ (اور البتہ وہ قیامت کا علم ہے) کے متعلق مقاتل ابن سلیمان اور دوسرے اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت مہدی کی شان میں نازل ہوئی اور وہ حدیثیں آگے آتی ہیں جو اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ حضرت مہدی اہلبیت رسول صلعم سے ہونگے پس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا نے جناب فاطمہ و علیؑ کی نسل میں برکت عطا فرمائی ہے اور ان دونوں سے بکثرت پاکیزہ وجود پیدا کرے گا اور دونوں کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کانیں

بتلائے گا۔ دوسری بات کا راز یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیدہ اور آپ کی ذریت کو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ میں دے دیا ہے۔ اور ان کل باتوں کی شرح ان حدیثوں کے معنی و مفہوم سے واضح ہو جاتی ہے جو ہم نے اس دعوے پر دلالت کرتی ہیں۔ (صواعق محرقہ صفحہ ۹۶)

اکیسویں فصل

آپ کا قول کہ لست بخیرکم (میں تم سے بہتر نہیں ہوں)

جناب ممدوح خود فرماتے ہیں کہ مجھ کو تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ علامہ ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر فرماتے تھے قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقوموني میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھے درست کر دو۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۱)۔ اور علامہ متقی وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان ابا بکر الصدیق خطب فقال اما واللہ ما انا بخیرکم ولقد کنت لمقامی ہذا کارہا ولوددت ان فیکم من یکفینی افتظنون انی اعمل فیکم بسنۃ رسول اللہ اذن لا اقوم بہا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے خطبہ دیا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ میں تو اس عہدے سے کراہت کرتا تھا اور دوست رکھتا تھا کہ تم میں سے اور کوئی خلیفہ ہوتا جو مجھ سے ان کاموں کی کفایت کرتا۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں تمہارے درمیان رسول خدا صلعم کی روش کے مطابق چلوں گا؟ میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹ و صواعق محرقہ صفحہ ۔)۔ مگر معلوم نہیں ممدوح اس عہدہ سے علیحدہ کیوں نہیں ہو گئے۔ اگر اور کوئی اس کے لئے نہیں آمادہ ہوتا تو انصار ضرور ہی قبول کر لیتے۔ کم از کم اس سے علیحدہ ہو کر لوگوں کا امتحان تو کر لیتے۔ مگر رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔

بائیسویں فصل

آپ کا قول لَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِيٌّ فِيكُمْ

(میں تم سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ علی تم میں موجود ہیں)

بعض کتابوں سے آپ کا یہ قول بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن روزبہان نے لکھا ہے

السابع انہ نیافی ھذہ روایۃ الصحاح فان ارباب الصحاح ذکروا فی بیعۃ علی لابی بکر ان بنی ھاشم لم یبایعوا ابابکر الا بعد وفاۃ فاطمۃ ولم یتعرض ابوبکر لھم وترکھم علی حالھم وکانوا یترددون عند ابی بکر ویدخلون فی المشاورات والمصالح والمھمات و تدبیر الجیوش۔ فلما توفیت فاطمۃ بعث امیرالمومنین علیؑ الی ابی بکر وقال ائتنی وحدک فجاءہ ابوبکر فی بیتہ فجلسا وتحدثا۔ ثم قال علی رض لابی بکر انک استاثرت ھذا الامر دوننا .... قال ابوبکر یا ابا الحسن کان الانصار یدعون ھذا الامر لانفسھم وکانوا یریدون ان ینصبوا امیرا منھم وکان یخاف منھم الفتنۃ فتسارعت الی اطفاء الفتنۃ واخذت بیعۃ الانصار وان کان لک فی ھذا الامر رغبۃ فانا اخطب الناس وا قیل بیعتھم وابایعک والناس۔ فقال امیرالمومنین الموعد بینی وبینک بعد صلوۃ الظھر فلما صلی الظھر رقی ابوبکر المنبر وقال اقیلونی فلست بخیرکم وعلیٌّ فیکم۔ ساتویں یہ کہ یہ بات اس روایت کے خلاف ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے کیونکہ صحاح ستہ کے جامعین نے حضرت علیؑ کی بیعتِ ابی بکر کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی مگر بعد وفات جناب فاطمہؑ اور ابوبکر نے ان لوگوں سے کچھ تعرض بھی نہیں کیا۔ بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور بنو ہاشم ابوبکر کے پاس برابر آیا کرتے اور صلاح۔ مشوروں مشکلوں اور لشکر کے انتظاموں میں حصہ لیا کرتے۔ پھر جب جناب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیرالمومنین علیؑ نے حضرت ابوبکر کے ہاں کہلایا کہ اکیلے آکر مجھ سے ملتے۔ اس پر حضرت ابوبکر حضرت علیؑ کے گھر گئے تو دونوں صاحب

بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے ابوبکر تم نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اس خلافت کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ حضرت ابوبکر بولے اے ابوالحسنؑ انصار اس کو اپنے لئے چاہتے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اپنی ہی جماعت سے کسی کو خلیفہ بنائیں اس سے فتنہ کا خوف پیدا ہوا تو میں نے فتنہ کے دبانے میں جلدی کی اور انصار کی بیعت خود لیلی۔ اگر تم کو اس کی خواہش ہو تو میں لوگوں کے سامنے اپنی بیعت اٹھالیتا ہوں اور تمھاری بیعت کرلیتا ہوں۔ حضرت امیرالمومنین نے کہا اچھا نماز ظہر کے بعد ہم تم ملیں۔ غرض بعد نماز ظہر حضرت ابوبکر منبر پر گئے اور کہا تم لوگ میری بیعت اٹھالو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں کیونکہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ حضرت علیؑ تم میں موجود ہیں۔ (منقول از تشیید المطاعن جلد ۱ ص۱۹)

تیئیسویں فصل

حضرت علیؑ سے آپ کا برتاؤ

باوجودیکہ حضرت علیؑ کے فضائل وخصوصیات سے جناب ممدوح خوب واقف تھے یہاں تک کہ خود روایت کرتے تھے النظر الی علیؑ عبادۃ۔ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۷۶ وغیرہ) پھر بھی آپ کا برتاؤ حضرت کے ساتھ جو ہوا وہ گزشتہ اوراق سے اچھی طرح واضح ہے۔ مورخ جلیل مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں ابوسفیان نے اپنے خاندان والوں سے کہا یا بنی امیۃ تلقفوھا تلقف الکرۃ..... فقام عمار فی المسجد فقال یا معشر قریش اما اذا صرفتم ھذا الامر من اھل بیت نبیکم ھھنا مرۃ وھھنا مرۃ فما انا بآمن ان ینزعہ اللہ فیضعہ فی غیرکم کما نزعتموہ من اھلہ ووضعتموہ فی غیر اھلہ وقام المقداد فقال ما رأیت مثل ما اوذی بہ اھل ھذا البیت بعد نبیھم۔ فقال لہ عبدالرحمن بن عوف وما انت وذاک یا مقداد بن عمرو۔ فقال انی واللہ لاحبھم بحب رسول اللہ ص وان الحق معھم وفیھم۔ یا عبدالرحمن

[illegible] الله [illegible] رسول الله [illegible]

[illegible]

[illegible] اس طرح [illegible]

[illegible]

[illegible] اپنے رسول کے

[illegible]

[illegible]

اور [illegible]

[illegible] پہاڑ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حمایت میں آپ قریش سے بھی اسی طرح جہاد کرتا جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کے

ساتھ [illegible] اسی [illegible]

بہت [illegible]

[illegible]

[illegible] فقال ان اسلم

[illegible] قالوا اذا والله الذي لا اله الا هو [illegible] عبد الله [illegible]

قال عمر اما والله الذی لا اله الا هو نضرب عنقک وابوبکر ساکت لا یتکلم۔ فقال له عمر الا تامر فیه بامرک فقال لا اکرهه علی شیء ما کانت فاطمة الی جنبه۔ فلحق علی بقبر رسول الله صلعم یصیح ویبکی وینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ تو حضرت عمر وغیرہ حضرت علیؑ کو نکال کر حضرت ابوبکر پاس لے گئے اور کہا بیعت کرو۔ حضرت نے فرمایا اگر نہیں کروں تب؟ کہا خدا کی قسم ہم لوگ آپ کو قتل کردیں گے۔ حضرت نے فرمایا تو خدا کے ایک بندے اور رسولؐ کے بھائی کا خون کروگے؟ حضرت عمر بولے خدا کے بندے تو ہو مگر رسولؐ کے بھائی نہیں ہو۔ اور حضرت ابوبکر خاموش تھے تو حضرت عمر نے کہا تم ان کو بیعت کا حکم کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے جواب دیا جب تک حضرت فاطمہؑ ان کے پاس ہیں میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کرسکتا۔ وہاں سے حضرت علیؑ چلے تو چیختے اور روتے ہوئے قبر رسولؐ پر ہو چکے فریاد کرنے لگے کہ اے بھائی امت نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۳)۔ اور علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کہتا تھا رسول اللہ انتقل فولی الامر ابوبکر فقد عرفت ما کان من امره فیا اهل البیت ثم ولیها عمر فلم یعد فیها فعل من تقدمه ثم ولیها عثمان فاقبل علی بنی امیة واعرض عن غیرهم ثم آل الامر الی علی بن ابی طالب من غیر صفو کصفوها لغیره بل مشوبة بالاکدار۔ حضرت رسولِ خدا کی وفات پر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو ان کے حکم سے ہم اہلبیت پر جو گذری اس کو جانتے ہو۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے تو اپنے پیش رو کی روش انھوں نے بھی نہیں چھوڑی۔ پھر عثمان ہوئے تو بالکل بنی امیہ پر جھک پڑے اور دوسروں سے منہ موڑ لیا۔ پھر یہ خلافت حضرت علیؑ کی طرف پلٹی مگر ویسی صاف نہیں تھی جیسی دوسروں کے لئے رہی بلکہ اس میں بہت سی کثافتیں بھر گئی تھیں[1]۔ (مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)۔

[1] اس جملہ پر زمانہ حال کے مشہور عیسائی مصری محقق و مورخ علامہ جرجی زیدان اڈیٹر رسالہ الہلال کی ایک انصاف میں ڈوبی ہوئی عبارت یاد آئی۔ ممدوح نے حضرت علیؑ کے بارے میں لکھا ہے۔ وکان شدیدا فی محاسبة رجاله حریصا علی العدل والحق .... ولو تحری امور المسلمین فی

اسی جلیل القدر مورخ نے محمد بن ابی بکر اور معٰویہ کی خط وکتابت بھی نقل کی ہے جس سے مثلِ آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے حضرت علیؑ کے ساتھ کیا کیا۔

محمد بن ابی بکر کا خط معٰویہ کے نام | محمد بن ابی بکر نے معٰویہ کو لکھا۔ من محمد بن ابی بکر الی الغاوی معٰویۃ بن صخر۔ اما بعد فان اللّٰہ بعظمتہ وسلطانہ خلق خلقہ بلا عبث منہ ولا ضعف فی قوتہ ولا حاجۃ بہ الی خلقہم لکنہ خلقہم عبیدا وجعل منہم غویا ورشیدا وشقیا وسعیدا۔ ثم اختار علی علم واصطفی وانتخب منہم محمدا فانتخبہ لعلمہ واصطفاہ برسالتہ وائتمنہ علی وحیہ وبعثہ رسولا ومبشرا ونذیرا۔ فکان اول من اجاب واناب

ذہن عمر والناس فی وحشۃ النبوۃ وصدق التدین لکان نصیبہ من الحکم الاول ولما بدا فی تدبیرہ ضعف ولکنہ تولاہا وقد فسدت النیات وطمع العمال فی الاحکام واطمعہم وادہاہم معٰویۃ بن ابی سفیان فانہ جمع الرجال حولہ بالدہاء والحیلۃ والبذل وعلی یضیع الاخواب بتدقیقہ فی محاسبۃ عمالہ وقوادہ والمبالغۃ فی المحافظۃ علی الدین واسباب التقوی ففارقہ جلۃ الصحابۃ۔ حضرت علیؑ عدل اور حق کے اس درجہ پابند اور حریص تھے کہ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ حساب کرنے میں بہت سخت رہتے اور اگر حضرت عمر کے زمانہ میں جب لوگوں میں نبوت کی دہشت اور سچا تدین باقی تھا حضرت علیؑ بھی مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے تو ان کا حصہ حکومت اور زمانۂ خلافت زیادہ شاندار اور کامیاب ہوتا اور آپ کی تدبیروں میں کسی قسم کا ضعف نہیں ظاہر ہونے پاتا مگر آپ اس وقت خلیفہ بنائے گئے جب لوگوں کی نیتیں بگڑ گئی تھیں۔ اور احکام میں عاملوں کی طمع بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے زیادہ طمع ومکروفریب معٰویہ بن ابی سفیان کا تھا کیونکہ اس نے دہوکا، غریب حیلہ سازی اور خزانہ بیت المال کا منہ (اپنے موافق لوگوں کے لئے) کھول کر لوگوں کو اپنی طرف جمع کر لیا تھا۔ اس کے برخلاف حضرت علیؑ اپنے عاملوں اور سرداران فوج کو ان کے متعلق انتظامات اور تحصیل وصول کے حساب کتاب میں دقت کرکے (کہ اس مال خدا کو اس لاپروائی سے کیوں خرچ کیا اور مسلمانوں سے ظلماً فلاں زمینیں کیوں وصول کیں اور بندگانِ خدا سے فلاں فلاں چیزیں کیوں لیں) اپنے ہاتھ سے کھو دیتے نیز ان لوگوں پر دین کی پابندی کرنے اور اسبابِ تقویٰ کا پاس و لحاظ رکھنے کے متعلق تاکید اور مبالغہ کرکے ان لوگوں کو ضایع کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے اکثر بڑے صحابہ نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

(تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۴ صفحہ ۳۹)

وآمن وصدق واسلم وسلم اخوہ وابن عمہ علی بن ابی طالب صدقہ بالغیب المکتوم و
اثرہ علی کل حمیم ووقاہ بنفسہ کل ہول وحارب حربہ وسالم سلمہ فلم یبرح مبتذلا
لنفسہ فی ساعات اللیل والنہار والخوف والجوع والخضوع حتی برز سابقا لا نظیر لہ فی
من اتبعہ ولا مقارب لہ فی فعلہ۔ وقد رأیتک تسامیہ وانت انت۔ وھو ھو۔ اصدق
الناس نیۃ وافضل الناس ذریۃ۔ وخیر الناس زوجۃ۔ وافضل الناس ابن عم۔ اخوہ
الشاری بنفسہ یوم موتہ وعمہ سید الشہداء یوم احد۔ وابوہ الذاب عن رسول اللہ
وعن حوزتہ۔ وانت اللعین ابن اللعین لم تزل انت وابوک تبغیان لرسول اللہ الغوائل و
تجہدان فی اطفاء نور اللہ تجمعان علی ذالک الجموع۔ وتبذلان فیہ المال وتؤلبان علیہ
القبائل۔ علی ذالک مات ابوک وعلیہ خلفتہ والشہید علیک من تدنی ویلجا الیک من
بقیۃ الاحزاب ورؤساء النفاق۔ والشاہد لعلی مع فضلہ المبین القدیم انصارہ الذین
معہ الذین ذکرھم اللہ بفضلھم واثنی علیھم من المہاجرین والانصار وھم معہ کتائب وعصائب
یرون الحق فی اتباعہ والشقاء فی خلافہ۔ فکیف یالک الویل تعدل نفسک بعلیؑ وھو وارث
رسول اللہ ؐ ووصیہ وابو ولدہ واول الناس لہ اتباعا واقربھم بہ عہدا یخبرہ بسرہ
ویطلعہ علی امرہ۔ وانت عدوہ وابن عدوہ فتمتع فی دنیاک مااستطعت بباطلک و
لیمدوک ابن العاص فی غوایتک کان اجلک قد انقضی وکیدک قد وھی۔ ثم یتبین لک
لمن تکون العاقبۃ العلیا۔ واعلم انک انما تکاید ربک الذی امنت کیدہ ویئست
من روحہ۔ فھو لک بالمرصاد وانت منہ فی غرور والسلام علی من اتبع الھدی

یہ خط ہے محمد بن ابی بکر کی طرف سے گمراہ معٰویہ کے نام۔ بعد حمد و نعت واضح ہو کہ
خدا نے اپنی عظمت و جبروت سے اپنی مخلوقات کو بے سبب اور بے غرض نہیں پیدا
کیا۔ نہ خلقت عالم کی اس کو احتیاج تھی اور نہ بغیر اس کی پیدائش کے اُس کی قوت
میں کچھ ضعف تھا بلکہ اُس نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے اپنا بندہ پیدا کیا جن
میں گمراہ بھی ہیں اور سیدھی راہ والے بھی۔ بدبخت بھی ہیں نیک بخت بھی۔
پھر اللہ نے علم کی بنا پر اچھے بندوں کو برگزیدہ اور منتخب کیا۔ اور ان سب
لوگوں سے حضرت محمد مصطفٰی کو چن لیا اور اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا۔ اور اپنی وحی

کے لئے امین مقرر کیا۔ اور حضرت کو رسول بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تو سب سے
پہلے جس نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ حضرت کی بات مانی۔ حضرت پر ایمان لائے
حضرت کی تصدیق کی۔ حضرت کے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے کو حضرت کے حوالے
کر دیا۔ حضرت کے بھائی اور ابن عم علی ابن ابی طالب تھے جنھوں نے فوراً حضرت کی پوشیدہ
خبروں کی تصدیق کی اور اپنے سب قرابت مندوں کے مقابلہ میں حضرت کا ساتھ
دیا۔ اور ہر خوف و دہشت کے ہر موقع میں حضرت پر اپنی جان نثار کرتے رہے۔
جس سے آنحضرتؐ کو جنگ کرنا پڑی اُس سے انھوں نے بھی جنگ کی۔ اور جس سے
آنحضرتؐ نے صلح کی اُسی سے اُنھوں نے بھی صلح کی۔ غرض وہ ہمیشہ دن رات کے
کل اوقات اور خوف جوع و خضوع کی ہر حالت میں حضرت کی حمایت میں اپنی
جان قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کل امور میں سب لوگوں سے اس قدر
بڑھ گئے کہ نہ پیروان رسولؐ میں ان کی کوئی نظیر مل سکتی ہے اور نہ (امتحان) عمل
میں کوئی ان کی برابری کر سکتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کا مقابلہ کرنا
چاہتا ہے۔ حالانکہ تو تو ہی ہے اور وہ وہ ہی ہیں۔ ان کی نیت سب لوگوں سے
زیادہ سچی۔ ان کی ذریت تمام عالم سے افضل۔ ان کی بیوی سب لوگوں سے
اشرف ان کے چچا حمزہ جنگ احد کے سید الشہداء اور ان کے باپ حضرت
ابو طالب رسول خدا اور دین اسلام کے زبردست حامی رہے۔ اور اے
معویہ تو خود بھی ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا بھی ہے۔ تم باپ بیٹے ہمیشہ حضرت
رسول خدا کے لئے آفات و مصائب مہیا کرتے رہے۔ اور نور خدا کے بجھا دینے
میں کوشش کئے گئے۔ ان مظالم کے لئے تم دونوں جتھے آراستہ اور کافی مال
خرچ کرتے۔ اور حضرت کے خلاف قبیلوں کو ہمیشہ اُبھارتے رہتے تھے۔ انھیں
کوششوں میں تیرا باپ مرگیا اور تو انھیں باتوں پر اس کا جانشین ہوا۔ تیرے
خلاف ان امور کے گواہ بقیہ احزاب و رؤسائے منافقین سے وہ لوگ بھی ہیں جنکو
تو نے اپنا مقرب بارگاہ بنا رکھا ہے۔ اور جو تیری پناہ میں آگئے ہیں۔ اور حضرت علیؑ
کا قدیمی فضل تو ظاہر و آشکار ہے۔ علاوہ اس کے حضرت کے گواہ آپ کے وہ انصار

[illegible]

ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں جن کے فضل و شرف کو خدا نے قرآن مجید میں ذکر کیا۔ جو حضرت رسولؐ خدا کے مہاجرین و انصار سے ہیں۔ یہی لوگ حضرت علیؑ کی فوج اور لشکر ہیں۔ جن کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروی میں حق اور حضرت کی مخالفت میں گمراہی اور بدبختی ہے۔ پس وائے ہو تجھکو تو اپنے کو حضرت علیؑ کے برابر کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ رسول خدا کے وارث۔ وصی اور حضرت کی اولاد کے والد ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔ اور جو سب سے زیادہ حضرت کے قریب العہد ہیں۔ جن کو حضرت برابر اپنے رازہر باخبر اور اپنے امور پر مطلع کرتے رہتے تھے۔ اور تو خود بھی آنحضرتؐ کا دشمن ہے اور تیرا باپ بھی دشمن ہی تھا۔ پس جس قدر تجھ سے ہو سکے باطل کی پیروی کر کے اس دنیا کا مزا اٹھالے اور عمرو بن العاص بھی تیری گمراہی میں جس قدر ممکن ہو مدد کر دے مگر (یہ بھی جان لے کہ) تیری اجل آ گئی۔ اور تیرا کید سست ہو گیا۔ پھر تجھ پر (بہت جلد) واضح ہو جائیگا کہ شاندار عاقبت کس کے حصہ میں آئی اور یہ بھی جان رکھ کہ تو اپنے اس پروردگار ہی سے مکر و فریب کر رہا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھ کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور جس کی رحمت سے تو محروم ہو چکا ہے۔ وہ تیری گھات میں لگا ہوا ہے اور تو اس سے غفلت میں پڑا ہے۔ اور جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

معٰویہ کا خط محمد بن ابی بکر کے نام معٰویہ نے اس خط کے جواب میں محمد ابن ابی بکر کو یہ مکتوب بھیجا۔ من معوية بن صخر الى الزارى على ابيه محمد بن ابى بكر اما بعد فقد اتانى كتابك تذكر فيه ما الله اهله فى عظمته وقدرته وسلطانه وما اصطفى به رسول الله مع كلام كثير لك فيه تضعيف ولابيك فيه تعنيف ذكرت فيه فضل ابن ابى طالب وقديم سوابقه وقرابته الى رسول الله ومواساته اياه فى كل هول وخوف فكان احتجاجك على وعيبك لى بفضل غيرك لا بفضلك فاحمد ربا صرف هذا الفضل عنك وجعله لغيرك فقد كنا وابوك فينا نعرف فضل ابن ابى طالب وحقه لازما لنا مبرورا علينا فلما اختار الله لنبيه ما عنده واتم له ما وعده واظهر دعوته وافلج حجته وقبضه الله اليه كان ابوك وفاروقه اول من ابتزه حقه وخالفه على امره على ذالك اتفقا واتسقا ثم انهما دعواه

الی بیعتهما فابطأ عنهما وتلکأ علیهما فهمّا به الهموم واراداً به العظیم ... واقاما لایشرکانه فی امرهما ولا یطلعانه علی سرهما حتی قبضهما الله ثم قام ثالثهما عثمان فهدی بهدیهما وسار بسیرتهما فعبته انت وصاحبک حتی طمع فیه الاقاصی من اهل المعاصی فطلبتما له الغوائل واظهرتما عداوتکما حتی بلغتما فیه مناکما فخذ حذرک یا ابن ابی بکر وقس شبرک بفترک تقصر عن ان توازی او تساوی من یزن الجبال بحلمه لا یلین عن قسر قناته ولا یدرک ذو مقال اناته مهد مهاده وبنی ملکه وشاده فان یک ما نحن فیه صوابا فابوک استبد به ونحن شرکائه ولولا ما فعل ابوک من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب ولسلمنا الیه ولکنا راینا اباک فعل ذلک به من قبلنا فاخذنا بمثله فعب اباک بما بدا لک او دع ذالک والسلام علی من اناب۔ اپنے باپ (ابوبکر) کو عیب لگانے والے محمد کی طرف یہ خط معٰویہ کا ہے۔ اما بعد مجھے تیرا خط ملا جس میں تونے خدا کی اس عظمت و قدرت وسطوت کا ذکر کیا ہے جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ اور اُن فضائل کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے خدا نے حضرت رسولِ خداؐ کو برگزیدہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ تو نے ایسی بھی بہت سی باتیں لکھ دی ہیں جن سے تیری کمزوری اور تیرے باپ (ابوبکر) کی ملامت ثابت ہوتی ہے۔ تو نے اس خط میں علیؑ بن ابی طالب کی فضیلت۔ اُن کے قدیم خصوصیات۔ حضرت رسولِ خدا صلعم سے قرابت اور ہر خطرے و خوف میں حضرت رسولِ خدا صلعم سے ہمدردی کرنے کا حال لکھا ہے۔ مگر تیرے مقابلہ میں تو جو استدلال کرتا اور مجھ میں عیب نکالتا ہے وہ اوس شخص (علی بن ابی طالبؑ) کے فضائل کے ذریعہ سے ہے جو تیرے علاوہ ہے۔ تیرے اپنے کسی فضل کے ذریعہ سے نہیں ہے۔ تو میں اس پروردگار کا شکر و حمد بجالاتا ہوں جس نے تجھ سے اس فضل کو ہٹا کر تیرے غیر کو عطا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ جن میں تیرے باپ (ابوبکر) بھی شامل تھے علی بن ابی طالبؑ کے فضائل کو اچھی طرح جانتے تھے اور یہ بھی ہم سب کو معلوم تھا کہ (خلافت کے بارے میں) ان کا حق ہم پر لازم اور ہمارے لئے ضروری ہے۔ مگر جب خدا نے اپنے رسولؐ کے لئے اس شرف کو پسند کرلیا جو اسکے ہاں ان کیلئے مقرر تھا اور حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کردیا اور حضرت کی دعوت ظاہر اور حجت روشن کر کے آپ کو اپنے ہاں بلالیا تو تیرے باپ اور ان کے

فاروق ہی اول وہ لوگ تھے جنھوں نے علیؑ کا حق چھین لیا اور ان کی خلافت کے متعلق اُن کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اسی بات کو دونوں نے اپنے اتفاق سے طے کیا اور اسی کو کر دکھایا۔ پھر ان دونوں نے علیؑ کو بلایا کہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر علیؑ نے دونوں سے کنارہ کشی کی اور ان کی بیعت میں توقف اور تامل کیا۔ اسپر دونوں نے ان کو مختلف قسم کے ہم وغم میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور بڑے بڑے آفات میں ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔۔ پھر ان دونوں نے خلافت کی تو علیؑ کو اپنے انتظام سے کسی امر میں شریک نہیں کرتے تھے نہ اپنے بھیدوں کی ان کو خبر ہونے دیتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں دنیا سے چل بسے تو ان دونوں کے تیسرے بزرگ عثمان کھڑے ہوئے انھوں نے بھی انھیں دونوں کی روش اختیار کی اور انھیں کی سیرت وطریقہ پر عمل کرنے لگے۔ مگر ان میں تو نے اور تیرے امام (علیؑ) نے عیب گیری کی۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں دور دور کے نافرمان لوگ بھی طمع میں پڑ گئے۔ پھر تم دونوں نے ان کو آفتوں میں ڈالنا چاہا اور اپنی دشمنی ظاہر کردی یہاں تک کہ تم دونوں اپنی مرادوں کو پہونچ گئے۔ پس اے ابوبکر کے بیٹے اپنے بچنے کی راہ اختیار کر اور اپنی بالشت کو اپنی انگلیوں کی درمیانی وسعت پر قیاس کر۔ تو اس شخص (خود میں معٰویہ) کے مقابلہ اور برابری سے جس کا حلم پہاڑوں کے برابر ہے عاجز ہے؟ اب جس مسئلہ (خلافت) میں ہم لوگ بحث کر رہے ہیں اگر درست ہے تو تیرے باپ (ابوبکر) ہی نے اکیلے اکیلے الگ اس کا انتظام کرلیا[1] اور ہم لوگ تو صرف ان کے کام میں شریک ہوگئے ہیں کیونکہ اگر تیرے باپ اس کے قبل ایسا برتاؤ نہیں کئے ہوتے تو ہم بھی علیؑ بن ابی طالب کی مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو ان کے حوالہ کردیتے مگر ہم نے دیکھا کہ تیرے باپ ہی نے

---

[1] مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "فاستبدتم علینا" تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کرلیا ہم کو صلاح ومشورے میں بھی شریک نہیں کیا یہ حضرت علیؑ کا قول ہے (انوار اللغۃ پ ۲ صفحہ ۱۹) ۔ اور مجمع بحار الانوار میں ہے قول علی فاستبدتم علینا ۔ استبد بہ اذا تفرد بہ دوننا (جلد ۱ صفحہ ۸۴) ترجمہ وہی ہے جو اوپر گذرا ۱۲۔

ہم سے پہلے ایسا کیا۔ تو انھیں کے مثل ہم نے بھی کیا۔ اب تجھ کو جو عیب لگانا ہو وہ اپنے باپ ہی میں لگا یا اس سے باز آ۔ اور سلام ہو اس پر جو حق کی طرف رجوع کرے (تاریخ مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۷۹ مطبوعہ مصر)

غالبا انھیں خطوط کے متعلق علامہ طبری و ابن اثیر نے لکھا ہے۔ ان محمد بن ابی بکر کتب الی معٰویۃ لما ولی فذکر مکاتبات جرت بینہما کرھت ذکرھا لما فیہ مما لا یحتمل سماعہا العامۃ جب معویہ خلیفہ ہوا تو اس میں اور محمد بن ابی بکر میں ایسی خط و کتابت ہوئی جس کی نقل کو میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں وہ مضامین ہیں جن کا سننا عام لوگ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ (تاریخ طبری جلد ۵ ص۲۳۲ و تاریخ کامل جلد ۳ ص۱۳۳)

حضرت رسول خدا صلعم نے کیسی صحیح پیشینگوئی فرمائی تھی اقبل فتیۃ من بنی ھاشم فلما رأھم النبی ص اغرورقت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھک شیئًا نکرھہ بنی ہاشم کے کچھ جوانوں کو آتے دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور حضرت کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ راوی نے پوچھا کہ یا حضرت کیا بات ہے؟ اس پر حضرت نے فرمایا ان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتشریدا وتطریدا۔ میرے بعد بہت جلد میرے اہلبیت بلاؤں میں مبتلا کئے جائیں گے اور آوارہ وطن کر کے شہر بہ شہر پھرائے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص۳۰۱) اس کے ساتھ حضرت نے یہ پیشینگوئی بھی صاف صاف فرما دی تھی کہ اگر تم لوگ علیؑ کو میرا خلیفہ اور اپنا امام مانتے رہو گے تو وہی تم کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے مگر تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔

فرمایا ان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ہادیا مہدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا حاکم اور پیشوا مقرر کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہی تم لوگوں کو سیدھے رستے پر لے چلیں گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ (مشکوۃ شریف باب مناقب عشرہ جلد ۸ ص۱۲۸)۔

حضرت صاف صاف فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ ان کو میرا خلیفہ بلا فصل نہیں مانو گے اس لئے کہ خلیفہ چہارم تو ان لوگوں نے مان لیا۔ اور حضرت کا قول غلط نہیں ہو سکتا لہذا یقینا اس سے

مراد یہی تھی کہ میرے وفات پاتے ہی تم لوگ ان کو اپنا خلیفہ نہیں مانو گے لیکن اگر ایسا کرو تو وہی تم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔

چوبیسویں فصل

حضرت علیؑ کے احسانات

حضرت رسولِ خدا صلعم کی سیکڑوں حدیثیں ہیں جن میں حضرت نے جناب امیرؑ کو تاکید کی تھی کہ جب میرے بعد لوگ دنیا پرستی کی وجہ سے تم پر ظلم کریں اور مصائب کے پہاڑ ڈھائیں تو تم صبر کرنا۔ حضرت نے بالکل اس کی تعمیل کی ورنہ آپ آمادہ ہو جاتے تو ایک طرف قبیلۂ انصار آپ کے لئے تلوار کھینچ لیتا۔ دوسری طرف ابوسفیان مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دیتا۔ اور تیسری طرف بنی ہاشم حضرت کیلئے جان دیدیتے مگر جس طرح حضرت رسولِ خدا صلعم نے آغازِ رسالت میں کل مصائب برداشت کئے اور جہاد نہیں کیا اُسی طرح حضرت علیؑ نے بھی اپنی حقیقی خلافت کی ابتداء میں صبر ہی سے کام لیا بلکہ اپنی طرف سے ان حضرات پر احسان ہی کرتے رہے ایک دفعہ اخذت ابابکر الخاصرة فجعل علی یسخن یده فیکمد بها خاصرة ابی بکر۔ حضرت ابوبکر کو دردِ پہلو ہوا تو جناب امیرؑ اپنا ہاتھ سینک کر ان کی تکمید کرتے تھے (منتخب کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۵۴ درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۰۱ وغیرہ)۔ ایک دفعہ تلوار لیکر ذی القصہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ نے آپ کو سمجھایا اور مفید مشورہ دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۷۱)۔ آپ کو لواطہ کی حد نہیں معلوم تھی حضرت علیؑ نے بتائی۔ (کنز العمال کتاب الحدود جلد ۵ صفحہ ۹۹)۔ ایک دفعہ ایسی مشکل پڑی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا مگر حضرت علیؑ خاموش بیٹھے تھے۔ جب آپ سے اصرار کیا تو آپ نے ایسی رائے بتائی کہ سب کی رائے چھوڑ کر حضرت ہی کے مشورہ پر عمل کیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۷۱) خصوصاً ریاض نضرہ۔ کنز العمال۔ تفسیر درمنثور وغیرہ میں سیکڑوں

واقعات ملتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ پریشان ہوئے ہیں اور کسی طرح وہ مصیبت نہیں دفع ہوئی۔ مگر حضرت علیؑ نے آپ سے اُسکو زائل کیا۔ اگرچہ لولا علی لھلک عمر (اگر حضرت علیؑ نہیں ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا) کی طرح حضرت ابوبکر کا کوئی قولی اقرار معلوم نہیں ہوتا مگر عملاً آپنے بھی حضرت علیؑ کے احسانوں سے اسی طرح نفع حاصل کیا جس طرح حضرت خلیفۂ دوم نے۔

پچیسویں فصل ۲۵

حضرت ابوبکر کا خطبہ پڑھنا اور حضرت امام حسنؑ کا کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے

علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بکثرت علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے اخرج الدار قطنی ان الحسنؑ جاء لابی بکرؓ وھو علی منبر رسول اللہ ص فقال انزل عن مجلس ابی۔ فقال صدقت واللہ انہ مجلس ابیک ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ وبکی۔ امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ جناب ابوبکر کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رسولؐ کے منبر پر ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ سے اتر آئیے۔ حضرت ابوبکر بولے سچ کہا تم نے خدا کی قسم یہ تمھارے باپ ہی کی جگہ ہے[۱] پھر آپکو گود میں بٹھاکر رونے لگے۔

---

[۱] حضرت امام حسینؑ کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ خلیفۂ دوم کے ساتھ ہوا علامہ ابن حجر نے لکھا ہے ووقع للحسین نحو ذالک مع عمر وھو علی المنبر فقال لہ منبر ابیک واللہ لا منبر ابی۔ ایسا ہی واقعہ امام حسینؑ کا بھی ہے کہ جب حضرت عمر منبر پر تھے تو کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ حضرت عمر نے جواب دیا بیشک تمھارے باپ ہی کا منبر ہے اور خدا کی قسم یہ میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ (صواعق محرقہ ص۱۰۱) اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے لکھا ہے حدثنی الحسینؑ بن علیؑ قال اتیت عمر وھو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک۔ فقال عمر لم یکن لابی منبر واخذنی فاجلسنی معہ فلما نزل انطلق بی الی منزلہ فقال لی من علمک قلت واللہ ما علمنی احد قال بابی لو جعلت تغشانا

(صواعق محرقہ ص۱۰۵ و تاریخ الخلفاء ص۵۵ و ریاض نضرہ ص۱۳۸ و تاریخ خطیب ۔ نہایۃ العقول فخر رازی وغیرہ) اس واقعہ سے یہ علوم ہوا کہ حضرت امام حسنؑ کو بھی معلوم تھا کہ منبر رسولؐ حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی جگہ اور حضرت علیؑ ہی کا حق ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ اس پر سے اتر آئیے۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے قسم کھا کر کہا کہ بیشک یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے۔ اگر خلافت حضرت علیؑ کا حق نہیں تھی تو حضرت

قال فاتیتہ یوما وھو خال بمعویۃ وابن عمر بالباب فرجع ابن عمر فرجعت معہ فلقینی بعد فقال لی لم ادرک ۔ قال انی جئت وانت خال بمعویۃ فرجعت مع ابن عمر فقال انہ احق من ابن عمر فانما انبت ما تری فی رؤسنا اللہ ثم انتم ۔ حضرت امام حسینؑ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ تو میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا میرے باپ کے منبر سے اُتر جائیے اور اُس منبر پر جاکر بیٹھے جو آپ کے باپ کا ہو۔ حضرت عمر نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے پھر مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور جب اس سے اُترے تو مجھے بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لیتے گئے۔ وہاں پہونچکر پوچھنے لگے۔ کیوں جی یہ بات تم کو کس نے سکھائی تھی؟ میں نے کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں سکھائی (اپنے دل سے میں نے کہی) اب حضرت عمر بولے میرا باپ تم پر فدا ہو جائے۔ تم کبھی کبھی میرے ہاں آیا کرو۔ اس پر میں ایک دن ان کے ہاں گیا۔ مگر معلوم ہوا کہ معٰویہ ان کے پاس ہے اور وہ دونوں تخلیہ میں کچھ کر رہے ہیں۔ حضرت عمر کے بیٹے دروازے پر ہیں۔ وہ بھی اندر نہیں جا سکے بلکہ پلٹ آئے۔ تو میں بھی پلٹ آیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمر مجھ سے ملے تو کہا تم میرے ہاں آئے نہیں؟ میں نے کہا میں آیا تھا۔ مگر آپ اور معٰویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے۔ تو میں بھی عبد اللہ بن عمر کے ساتھ واپس گیا۔ حضرت عمر نے کہا میرے لڑکے سے زیادہ تمھارا حق ہے کیونکہ ہم لوگوں کے سروں کا ایک ایک بال تک صرف خدا کے فضل اور تمھارے طفیل ہی میں پیدا ہوا ہے۔ (اصابہ جلد ۲ ص۱۵ و تہذیب الکمال ص ۔ و کنز العمال جلد ۷ ص۱۰۵ وازالۃ الخفاء جلد ۲ ص۱۸) ۔ حضرت عمر نے اس قول میں اعتراف کیا۔ گویا انکی خلقت ۔ ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت ان حضرات ہی کی طفیل میں ملی۔ اسی کے قریب حضرت رسول خدا صلعم کے مشہور صحابی ابو ہریرہ نے بھی کہا تھا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے عن ابی المہزم قال کنا مع ابی ھریرۃ فی جنازۃ فلما رجعنا جیا الحسین علیہ السّلام صعد فجعل

امام حسنؑ نے کیوں فرمایا اور حضرت ابوبکر نے کیوں قسم کھاکر کہا کہ یہ آپ کے باپ ہی کے بیٹھنے کی جگہہ ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ منبر رسولِ خدا صلعم کا تھا حضرت علیؑ کا نہیں تھا پس اگر حضرت صلعم کے بعد حقیتِ خلافت کے ذریعہ سے وہ جگہہ حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی نہیں ہوگئی تھی تو حضرت ابوبکر کی یہ قسم کیسی تھی۔ کیا اس سے حضرت علیؑ کی استحقاقِ خلافت کی تائید نہیں ہوتی جس کو امام مسلم تک نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر سے فرمایا ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا۔ تم نے ہم لوگوں کو الگ کرکے اپنی رائے سے اکیلے خلافت پر قبضہ کرلیا! (صحیح مسلم جلد ۲ صـ۹۱) اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔

نری ان لنا فی ھذا الامر حقا فاستبددتم بہ علینا ثم ذکر قرابتہ من رسول اللہ ؐ وحقھم فلم یزل علی یقول ذالک حتی بکی ابوبکر۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اس کو ہم لوگ اپنا حق جانتے تھے مگر تم لوگوں نے ہم کو الگ کرکے خود ہی اس پر قبضہ کرلیا۔ پھر حضرت نے رسولِ خدا صلعم سے اپنی قرابت بیان کی۔ اور اپنے حقوق ذکر کئے۔ حضرت برابر یہ بیان کرتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رونے لگے۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صـ۲۰۲)

چھبیسویں فصل

مانعینِ زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر کا جہاد

حضرت رسول خدا صلعم کی وفات تک تقریباً پورا عرب مسلمان ہوگیا تھا مگر حضرت کی وفات

ابو ھریرۃ ینفض التراب عن قدمیہ بثوبہ فقال لہ الحسینؑ انت یا ابا ھریرۃ تفعل ھذا۔ قال دعنی فو اللہ لو یعلم الناس منک ما اعلم لحملوک علی عواتقھم۔ ابو المہزم بیان کرتا تھا کہ ایک جنازہ میں ابوہریرہ کے ساتھ میں بھی تھا۔ جب دفن کرکے پلٹے تو حضرت امام حسین علیہ السلام بلندی پر چڑھنے کی وجہ سے تھک گئے تھے۔ یہ دیکھکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت کے دونوں پاؤں اپنے کپڑے سے جھاڑنے لگے تو امام حسینؑ نے فرمایا اے ابوہریرہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے کہا مجھے ایسا کرنے دیجئے۔ کیونکہ آپ کے جو فضائل مجھے معلوم ہیں اگر وہ دوسرے لوگوں کو بھی معلوم ہوجائیں تو وہ لوگ آپ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرکے لیجایا کریں۔ (تاریخ طبری جلد ۱۳ صـ۱۹)۔

کی خبر سنکر اکثر عربوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت رسولؐ نے ان کو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ اگر خاندانِ رسالت سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو ہم لوگوں کو عذر نہیں ہوتا۔ تم لوگوں نے اصلی مستحق خلافت کو محروم کر کے خلافت کو غصب کر لیا ہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ خدا و رسولؐ و روزِ قیامت پر ایمان رکھتے۔ عقائدِ اسلام کو تسلیم کرتے اور نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے۔ حج کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے مسلمان تھے مگر حضرت ابوبکر نے صرف زکوٰۃ کا روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے ان لوگوں سے جہاد کا اعلان کر دیا۔ مورخ مسعودی نے لکھا ہے وارتدت العرب بعد استخلاف بعشرۃ ایام۔ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر دس روز کے اندر پورا عرب مرتد ہوگیا۔ (مروج الذہب جلد ۵ ص۱۱) مرتد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ مورخین نے بتصریح لکھا ہے۔ الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوٰۃ فقال قوم لانقاتلہم قتال الکفرۃ وقال قوم بل نقاتلہم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا من ما اعطوا رسول اللہ لقاتلتہم علیہ ومضی بنفسہ الی قتالہم ووافقہ الصحابۃ باسرہم وقد ادی اجتہاد عمر فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال الیہم واطلاق المحبوسین منہم حضرت رسولِ خدا کی وفات کے بعد ساتواں خلاف زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کے متعلق واقع ہوا۔ کچھ لوگ کہتے تھے جس طرح ہم کافروں سے جہاد کرتے تھے۔ ان مسلمانوں سے نہیں کر سکتے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ حضرت ابوبکر نے طے کیا کہ جو چیز بھی یہ لوگ رسولِ خدا صلعم کو دیتے تھے اگر ان میں سے جانور باندھنے کی ایک رسی بھی نہیں دیں گے جب بھی ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ اور خود ان سے لڑنے کیلئے روانہ بھی ہوگئے۔ اور صحابہ نے بھی انکی موافقت کی۔ مگر حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ان کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے جو عورتیں لونڈی بنائی گئی ہیں وہ آزاد کر دی جائیں۔ اور ان کا جو مال لوٹا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ اور ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ (کتاب ملل ونحل شہرستانی ص۱۰)۔ اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ لما اشتہرت وفاۃ النبی بالنواحی ارتدت طوائف کثیرۃ من العرب عن الاسلام ومنعوا الزکوٰۃ فنہض ابوبکر الصدیق لقتالہم فاشار علیہ عمر وغیرہ ان یفتر عن قتالہم فقال واللہ

لو منعونی عقالا او عناقا کانوا یئودونها الی رسول اللہ ؐ لقاتلتهم علیٰ منعها۔ فقال عمر کیف تقاتل الناس و قد قال رسول اللہ ؐ امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ ؐ فمن قال عصم منی ماله و دمه الا بحقها و حسابه علی اللہ۔ فقال ابوبکر و اللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال و قد قال الا بحقها۔ جب حضرت رسولِ خدا صلعم کی وفات کی خبر تمام اطراف میں مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے گروہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور زکوٰۃ روک لی اس پر حضرت ابوبکر ان سے جہاد کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر حضرت عمر وغیرہ نے ان کو مشورہ دیا کہ ان کے جہاد سے باز آئیں۔ انھوں نے جواب دیا خدا کی قسم اس زکوٰۃ سے جو چیزیں یہ لوگ رسولِ خدا کے پاس بھیجا کرتے تھے اگر اس سے ایک بندھن یا ایک بچہ (جانور) بھی مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سب سے ضرور لڑونگا حضرت عمر نے کہا ان سے اب تم کس قاعدہ سے لڑ سکتے ہو حالانکہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھے اتنا ہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ نہ دیں۔ اس کے بعد ان کا مال اور خون ہم سے محفوظ رہیگا۔ سوا اسکے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہوگا۔ حضرت ابوبکر بولے جو شخص بھی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا خدا کی قسم میں اوس سے ضرور لڑونگا کیونکہ مال کا حق تو زکوٰۃ ہی ہے اور حضرت نے فرمایا ہے سوائے اس کے حق کے۔ (تاریخ الخلفاء ص۵۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ان لوگوں کو مرتد سمجھا گیا ورنہ وہ پورے مسلمان تھے۔ کیونکہ نماز وہی پڑھتا ہے جو مسلمان ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر وغیرہ سے اس کے متعلق اختلافی بحثیں بھی ہوتی رہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے "بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر گردید در مقاتلۂ منع کنندگان زکوٰۃ حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلم بودند"۔ اس کے بعد دوسرا اشکال ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کرنا چاہئے یا نہیں حالانکہ وہ کلمۂ اسلام کو پڑھ رہے ہیں۔ (ازالۃ الخلفاء جلد ۲ ص۲۵)

اور علامۂ دیار بکری نے لکھا ہے۔ کرهت الصحابة قتال مانعی الزکوٰۃ و قالوا اہل القبلة فتقلد ابوبکر سیفه و خرج وحده۔ صحابہ کو یہ ناگوار ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا جائے۔ اور ان سب نے کہا کہ یہ لوگ تو اہلِ قبلہ (مسلمان) ہیں پھر ان سے

جہاد کیونکر جائز ہوگا) اس پر حضرت ابوبکر نے اپنی تلوار کمر سے لگالی اور لڑنے کیلئے اکیلے نکل پڑے۔ و قال بعضہم نؤمن باللہ ونشہد ان محمداً رسول اللہ ونصلی ولکن لا نعطیکم اموالنا فابی ابوبکر الا قتالہم وجادل ابوبکر اصحابہ فی جہادہم وکان من اشدّہم علیہ عمر بن الخطاب وابو عبیدہ بن الجراح وسالم مولی ابی حذیفۃ وقالوا لہ احبس جیش اسامۃ بن زید فیکون عمارۃ واماناً بالمدینۃ وارفق بالعرب حتی ینفرج ہذا الامر فان ہذا الامر شدید غورہ ومہلکۃ من غیر وجہ۔ اور بعض (مخالفین حضرت ابوبکر) نے کہا ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمدؐ خدا کے رسولؐ تھے۔ اور ہم نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ہم اپنا مال تم لوگوں کو نہیں دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے کہا جب تک زکوٰۃ نہیں دوگے نہیں مانیں گے۔ ضرور تم سے لڑینگے اس بارے میں حضرت ابوبکر اپنے اصحاب سے بھی لڑنے لگے۔ سب سے زیادہ مخالف حضرت عمر و ابو عبیدہ و سالم مولی ابو حذیفہ تھے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اسامہ بن زید کے لشکر کو روک رکھو جس سے مدینہ کی آبادی بھی رہیگی اور دشمنوں سے امن بھی رہیگا۔ اور عرب کے ساتھ نرمی کرو تاکہ یہ (بغاوت وغیرہ کا طوفان) فرو ہو جائے کیونکہ اس امر کی تہ بہت خطرناک ہے اور بغیر مناسب صورت اختیار کئے اس میں تباہی رکھی ہوئی ہے۔ قال عمر فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فقال لی اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ میں نے کہا اے خلیفہ لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا چاہئے۔ اسپر حضرت ابوبکر مجھ سے کہنے لگے تم جاہلیت کے زمانہ میں تو جبار تھے اور اسلام میں خوار ہو گئے[1]

---

[1] جناب مولوی وحید الزمان خاں صاحب نے لکھا ہے اجبار فی الجاہلیۃ وخوار فی الاسلام حضرت صدیق نے حضرت عمر سے فرمایا کیا جاہلیت کے زمانہ میں تو تم سرکش اور سخت تھے۔ اسلام میں آکر نامرد اور کمزور ہو گئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت صدیق نے کہا میں ان سے لڑونگا۔ حضرت عمر نے یہ رائے دی کہ انکو تالیف قلوب چاہئے۔ تب حضرت صدیق نے یہ فرمایا۔ (انوار اللغۃ پ ۲ ص ۱۳۲)

دواہ رزین فی کتاب الی اقدی من قول عمر لابی بکر وانما تشعث العرب علی اموالھا وانت لا تصنع بتفرق العرب عنک شیئا لو ترکت للناس صدقۃ ھذہ السنۃ۔ اس کی روایت رزین نے کتاب الا قدی میں حضرت عمر کے اُس قول سے کی ہے جو آپ نے حضرت ابوبکر سے کہا۔ کہ عرب اپنے مال کے متعلق بخل پر آمادہ ہوگئے ہیں اور جب تم عربوں کو اپنے سے متفرق کردوگے تو پھر کچھ بھی نہیں کرسکتے ہو۔ بہتر ہے کہ اس سال کی زکوٰۃ اور صدقات کا مال چھوڑ دو۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۲۴) اور علامہ ابن الوردی نے لکھا ہے۔ و فی ایام ابی بکر منعت بنو یربوع الزکوۃ وکان کبیرھم مالک بن نویرۃ قدم علی النبی واسلم فولاہ صدقۃ قومہ فلما منع الزکوۃ ارسل ابوبکر الیہ خالدا فی معنی الزکوۃ۔ حضرت ابوبکر کی خلافت میں قبیلہ بنو یربوع نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اس قبیلہ کا سردار اور بزرگ مالک بن نویرہ حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا تھا اور آنحضرتؐ نے قبیلہ بنو یربوع کی زکوٰۃ وصول کرنے کا کام اسی کے سپرد کردیا تھا۔ پس جب اوس نے (بعد وفات رسول) حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تو آپ نے اُس کی طرف خالد کو فوج کے ساتھ زکوٰۃ کے لئے جہاد کرنے کی غرض سے بھیج دیا۔ (تاریخ ابن الوردی ص —)۔ اور علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ فنصب لھم ابوبکر الحرب وارادقتالھم فقالوا نصلی ولا نؤدی الزکوۃ۔ فقال الناس اقبل منھم یاخلیفۃ رسول اللہ فان العھد حدیث والعرب کثیر ونحن شرذمۃ قلیلون لا طاقۃ لنا بالعرب مع انا قد سمعنا رسول اللہ یقول امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوا ھا عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ۔ فقال ابوبکر ھذا من حقھا لا بد من القتال۔ فقال الناس لعمر اخل بہ فکلمہ لعلہ یرجع عن رایہ ھذا فیقبل منھم الصلاۃ ولیعفیھم من الزکوۃ فخلا بہ عمر نھارہ اجمع فقال واللہ لو منعونی عقالا کانوا یودونہ الی رسول اللہ لقاتلتھم علیہ ولو لم اجد احدا اقاتلھم بہ لقاتلتھم وحدی۔ حضرت ابوبکر نے انلوگوں سے جنگ چھیڑ دی اور جہاد کا ارادہ کرلیا تو ان بیچاروں نے کہا ہم سب نمازیں تو پڑھ رہے ہیں صرف زکوٰۃ ہی نہیں دیتے (پھر ہم سے جہاد کیوں کیا جائے) اسپر وہ صحابہ جو حضرت ابوبکر کے موافق تھے بولے کہ "نفرِ رسول ان بیچاروں کی معذرت قبول

اصلاح

نمبر ۳ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری | جلد ۳۹

[illegible]

جناب مولانا علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہ کا ترجمہ

[illegible]

[illegible] ۱۳۵۵ ہجری کے خادمان الاصلاح کو جدید خریدار عنایت فرما کر [illegible]

(۱) جناب سید نوازحسین صاحب [illegible] ڈسٹرکٹ [illegible] (۲) جناب [illegible] سید [illegible] حسین [illegible]
(۳) جناب مولوی سید [illegible] حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ [illegible] (۴) جناب سید اولاد حسین صاحب [illegible]
(۵) جناب سید [illegible] صاحب [illegible] اکبر پور (۶) جناب [illegible] حسن خان صاحب تحصیلدار [illegible] (۷) جناب
[illegible] سید [illegible] صاحب [illegible] سیتاپور (۸) جناب منشی سید [illegible] صاحب [illegible] (۹)
جناب منشی سید محمد حسین صاحب [illegible] (۱۰) جناب مولوی سید محمد یحییٰ حسن صاحب [illegible] ضلع [illegible] (۱۱) جناب
محمد یوسف [illegible] صاحب [illegible] (۱۲) جناب میر کاظم حسین صاحب تحصیلدار [illegible] (۱۳) جناب منشی [illegible]
صاحب [illegible] بیگم آباد (۱۴) جناب سید حیدر رضا صاحب [illegible] (۱۵) جناب سید [illegible] حسین صاحب
[illegible] (۱۶) جناب منشی اختر حسین صاحب [illegible] (۱۷) جناب مولوی سید اولاد حیدر [illegible]
[illegible] (۱۸) جناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible] لکھنؤ (۱۹) جناب سید [illegible]
(۲۰) جناب سید یعقوب حسین صاحب [illegible] (۲۱) جناب سید [illegible] علی صاحب [illegible]
[illegible] (۲۲) جناب سید [illegible] صاحب [illegible] (۲۳) جناب سید [illegible] حسین صاحب [illegible]
ضلع فتح پور (۲۴) جناب سید [illegible] حیدر صاحب لکھنؤ (باقی آئندہ)

دوسرے حضرات بھی جلد توجہ فرمائیں۔ [illegible] صاحب کا رسالہ مسئلہ خلافت [illegible] جب ختم ہو جائیگا تو
آپ افسوس کرینگے۔ ابھی [illegible] جلد [illegible] الاصلاح کو دو جدید خریدار عنایت کر دیں [illegible]
اور [illegible] رسالہ [illegible] آپ کے پاس بھی [illegible]

۱۳۵۵ ہجری کا چندہ اصلاح

جن حضرات نے [illegible] عنایت فرمایا [illegible]
[illegible] عنایت فرما کر ممنون کریں [illegible] اصلاح [illegible]

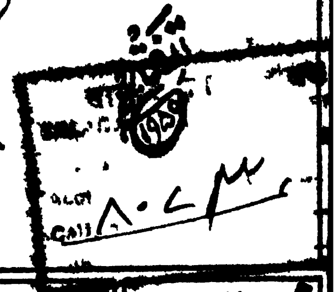
[illegible]

فہرست مضامین

کیا خلیفہ دوم کی سوانح عمری شائع کی جائے؟

ناظرین کو اصلاح کی سوانح عمری خلیفہ دوم کا بہت اشتیاق ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ خلیفہ اول کی سوانح عمری کے بعد خلیفہ دوم کی سوانح عمری زیادہ تحقیق و جامعیت سے شائع کی جائے مگر ہم نے بار بار اعلان کیا کہ تنہا ہم اس کام کو نہیں کر سکتے۔ کم از کم دو جید عالم ہماری مدد کریں تو یہ خدمت انجام پا سکتی ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق ۴ سال میں صرف ۵۲۰ صفحہ کی لکھی دفتر اصلاح کی سوانح عمری بھی ۴ سال سے کم میں نہیں ہو سکتی مگر اشاعت یہ [illegible] صفحوں کی ہوگی۔ بشرطیکہ دو جید عالم ہماری مدد کریں اب آپ حضرات جواب دیں کہ دو جید عالم کی خدمات کیونکر حاصل کی جائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم



اصلاح

نمبر ۳ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ہجری | جلد ۴۰

سید غلام عباس صاحب ایجنٹ اصلاح

اکثر ناظرین اصلاح کو خبر ہوگی کہ کئی سال قبل سید غلام عباس صاحب کن چھپرا اصلاح کے ایجنٹ مقرر کرکے مختلف مقامات پر بھیجے گئے تھے کہ لوگوں کو اصلاح کا خریدار بنائیں اور اصلاح مشین پریس کے لئے چندے وصول کریں۔ اس طرف پھر وہ یہاں آئے تھے اور انکو اصلاح کی ایجنسی حوالہ کی گئی ہے۔ رسید بھی دیگئی اور دفتر اصلاح کی کچھ کتابیں بھی سپرد کیگئی ہیں خصوصاً تصویر عزاء۔ مجالس خاتون۔ سوانح عمری خلیفہ اول جلد اوّل وغیرہ جس جس مقام پر وہ پہونچیں وہاں کے ہمدردان اصلاح سے التماس ہے کہ انکی مدد کرکے ہمیں شکر گذار کریں تاکہ مذکورہ بالا محققانہ کتابیں ہر شیعہ کے پاس آسانی سے پہونچ سکیں اور محصول ڈاک کے مصارف کثیرہ کا باران پر نہ پڑے۔ سوانح عمری کی وجہ سے دفتر اصلاح کے مصارف بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ آپ حضرات ان کتابوں کے فروخت کرنے میں مدد کریں تاکہ دفتر اصلاح کی خدمات کا حلقہ وسیع ہو۔ اور اصلاح کی اشاعت میں بھی ترقی ہو۔

تصویر عزاء پر ایک جدید ریمارک

عزاداری کی حمایت میں دفتر اصلاح کی دلچسپ کتاب تصویر عزاء محض خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ مقبول ہوئی کہ اسکی مدح و ثنا میں برابر خطوط آتے رہتے ہیں۔ حال میں جناب میر واجد حسین صاحب صغیر لکھنوی اتالیق ولیعہد بہادر ریاست پیرپور ضلع فیض آباد نے لکھا ہے "بخدمت عالی مرتبت حجۃ الاسلام ناصر الائمۃ الکرام جناب مولانا السید علی حیدر صاحب دام مجدکم العالی۔ تسلیم۔ عزاء سید الشہداء کے متعلق کتاب کو من اولہ الی آخرہ میں نے دیکھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا اپنے بندے کو اپنا کام لینے کے لئے کتنی قوت عطا کردیتا ہے۔ ہزارہا مقام سے ثبوت اور تائید۔ اور پھر کمال یہ کہ جتنے شبہات و ایرادات ذہن

مخالف میں آسکتے تھے اُن سب کو وارد کرکے اُن کا جواب مخالفین کی کتب سے اور مزید برآں غیر مسلم اکابر کے عبارات۔ غرض مجبوری کا کلمہ یہ ہے کہ خداوند عالم عز اسمہ نے آپ کو محض نصرت دین کے لئے خلق فرمایا ہے اور جیسا وہ چاہتا ہے ویسا کام آپ سے لے رہا ہے"۔

وقف ہوگلی سے اصلاح کی اعانت

ہمارے برادر مکرم فاضل محترم و اعتضال حلیل نیل متکلم نیل محمد البحرین جناب مولوی ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب مظفرپوری۔ ملافاضل مولوی فاضل۔ بی۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی و متولی وقف محسنیہ ہوگلی شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے لکھا ہے "فخر ملت حامی مذہب محسن قوم حضرت علامہ دوران مجلسی و ان فخر رازی در شکوہ الی المؤید من اللہ الاکبر جناب مولانا و سیدنا المولوی السید علی حیدر صاحب قبلہ دامت برکاتکم العالیہ۔ عرض ہے کہ جو محبت و خلوص اس خاکسار کو جناب سے اور پرچہ اصلاح سے ہے وہ خدا جانتا ہے۔ یوں تو بہت سے پرچے ماہوار و ہفتہ وار ہیں مگر جو ٹھوس مذہبی و قومی خدمت اصلاح نے پیش کی ہے اس کا مثل نہیں ہو سکتا۔ لکھنے والے بہت ہیں مگر سب کے ہاتھ میں وہ قلم قدرت نے نہیں دیا ہے جو آپ کے والد مرحوم حضرت خاتم المحققین سید المتکلمین قامع المنکرات والبدعات محقق الاحادیث والآیات طاب اللہ ثراہ و جعل اعلے علیین مثواہ کے ہاتھ میں تھا جس کے صحیح معنوں میں آپ وارث ہوئے ہیں۔ پروردگار عالم آپکی ذات قدسی صفات کو تمام شیعیان عالم کے سروں پر قائم و دائم رکھے کہ یہ فیوض و برکات بحالہا جاری و ساری رہیں۔ آمین آمین۔ یہ خاکپائے قوم جب سے ہوگلی امام باڑہ میں آیا اسی وقت سے خیال میں تھا کہ اصلاح کے لئے وقف محسنیہ سے ایک معقول گرانٹ سالانہ مقرر کرے۔ افسوس ہے کہ دو سال تک اس خواب کی تعبیر میں حاصل نہ کرسکا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کل شب کے بجٹ میٹنگ میں میں نے پُرزور تحریک کی کہ اصلاح کے لئے ایک سالانہ گرانٹ ساٹھ روپیہ کا مقرر کیا جائے۔ نیز اصلاح کی خدمات کا ایک مفصل تبصرہ کیا۔ الحمد للہ میری تحریک منظور ہوئی اور مبلغ ساٹھ روپیہ سالانہ کا گرانٹ مستقل منظور ہوگیا۔ جناب میر الطاف حسین صاحب ممبر کمیٹی انتظامیہ[1] نے میری پرجوش تائید کی اور متفقہ طور سے گرانٹ منظور ہوا۔ فللہ الحمد و لہ الشکر۔ یہ بہترین مصرف وقف کے پیسہ کا ہوا"۔ انتہے

[1] عماد الاصلاح جناب میر الطاف حسین صاحب رئیس ٹالی گنج کلکتہ جو ۵ سال سے اصلاح کی قابل قدر اعانت کرتے رہے ہیں اور آپکی اس قدر مدد کی کہ اُسی وقت سے آپ عماد الاصلاح قرار پائے۔ ممدوح بھی وقف محسنیہ ہوگلی کے ٹرسٹی ہیں اور وقف کی اصلاح میں بڑی جد و جہد کر رہے ہیں۔ خدا ان حضرات کو ہر طرح کامیاب کرے۔ ۱۲ مدیر اصلاح

اس اعانت پر جملہ ٹرسٹیان وقف محسنیہ ہوگلی کا عموماً اور برادرم متولی صاحب نیز مکرمنا جناب میر
الطاف حسین صاحب دام توفیقاتہم کا خصوصاً نہایت تپاک سے شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم اپنی کمزور اور
مظلوم قوم شیعہ کو بھی مبارکباد دیتے ہیں کہ مدت دراز کے بعد اب انکی بہترین قومی جائداد شاداب ہوتی نظر
آرہی ہے۔ جناب مولوی اعجاز حسین صاحب بہت بڑے غمخوار قوم ہیں اور دینی خدمات کے لئے بہترین دل
و دماغ پایا ہے۔ عربی علوم کے زبردست عالم اور علوم جدیدہ کے قابل قدر ڈاکٹر ہیں۔ خدا کے فضل سے آپ
عمل بھی نہایت موزوں بلکہ قابل فخر ملا ہے۔ اب موصوف کا فرض ہے کہ اپنے کو اس وقف کی اصلاح میں وقف کر دیں
تاکہ جناب خانبہادر سید محمد حسین صاحب شوشتری مرحوم نے وقف منصبیہ میرٹھ کو جس طرح درست کیا اس سے کئی درجہ زیادہ آپ وقف محسنیہ کی کامیاب اور شاندار بلکہ قابل افتخار اصلاح کر سکیں یا قوم! بس جاھدوا فی سبیل اللّٰہ پر
عمل کیجئے خدا ضرور آپکی مدد کریگا۔ آپکا اولین فرض ہے کہ وقف محسنیہ کی کل آمدنی اور خرچ کا پتا لگائیے اور
خرچ کی ایک فہرست مرتب کر کے کل شیعہ علماء و مجتہدین ہندوستان و عراق سے استفتاء کیجئے کہ یہ مصارف
صحیح ہیں یا باطل۔ پھر جن مصارف کے باطل ہونے کا فتوےٰ وہ حضرات دیں ان سب کو باقاعدہ مگر بعنوان
اصلح موقوف کرانے کی کوشش بالحکمة والموعظة الحسنة کئے جائیے۔ بیشک اس راہ میں ہزاروں خطرے
ہیں اور قدم قدم پر مہلکہ پیش آئینگے مگر آپ اسکے لا یخافون لومة لائم کا مصداق کر دکھائیے اور جس طرح
لاکھوں روپیہ سالانہ کی ذاتی جائداد بچانے کے لئے کوئی شخص اپنا سب کچھ ختم کر دیتا اور پریوی کونسل تک
کی کوشش سے باز نہیں آتا ہے آپ بھی اس دینی مال۔ ملی دولت اور شیعی جائداد کو صحیح مصرف کی راہ میں
لگانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیجئے اور جس غرض (یعنی خدمت دین و ایمان و حمایة مومنین) کے لئے
آغا محسن مرحوم نے اس جائداد کو وقف کیا تھا اس کو پوری کر دکھائیے۔ اور جناب امیرؑ کے اس قول کو پیش نظر
رکھئے تزول الجبال ولا تزل عض علی ناجذک۔ اعر اللّٰہ جمجمتک۔ تد فی الارض
قدمک۔ ارم ببصرک اقصی القوم۔ وغض بصرک واعلم ان النصر من عند اللّٰہ سبحانہ

اشاعت اصلاح میں تاخیر اس سال زیادہ ہو رہی ہے جسکی شکایت اکثر ناظرین کرتے ہیں۔ انکی خدمت
میں التماس ہے کہ ہر ماہ ۳۲ صفحہ کا مضمون سوانح عمری خلیفہ اول لکھنا
بڑی محنت اور دقت کا کام ہے۔ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ سوانح عمری پوری تحقیق اور جامعیت سے مکمل ہو
جائے تو تاخیر کے عیب کو نظر انداز کیجئے۔ اخباری مضامین تو گھنٹہ بھر میں بہت کچھ لکھے جا سکتے ہیں
لیکن سوانح عمری کے مضامین میں اتنی ریاضت کرنی ہوتی ہے کہ ایک ایک مضمون کا حوالہ کتابوں میں ڈھونڈھتے
ہوئے دن دن بھر صرف ہو جاتا ہے۔ بس دیر آید درست آید پر آپ حضرات نظر رکھیں

حضرت عمرؓ کی سیاسی بدحواسی

حضرت عمر کبھی پیغمبر کو بدحواس کہتے ہیں اور کبھی خود بدحواس بن جاتے ہیں

سیاست بہت اچھی چیز ہے اگر سیاست سے مراد حسن تدبیر اور اخلاقی تنظیم ہو۔ دنیائے وسیع کی تمام ترقیوں کے مقابلہ میں ہم جن اصول کی ترویج ضروری سمجھتے ہیں وہ اصول اخلاق ہے۔ سیاست سے اگر تمہاری مراد حیلہ بازی۔ مکر۔ خدیعہ۔ دیسہ اور دجل ہے تو پھر سیاست وہ شے ہے جس سے انسان مسلم۔ پرستار حق و صداقت کی روح کانپتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج سیاست کو جس معنے سے سراہا جا رہا ہے۔ وہ سیاست یہی ہے جسے حضرت علیؑ "نکراء" اور "شیطنت کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا سیاسی ہے یعنی مقصد کے لئے وہ ہر قسم کے وسائل کا استعمال جائز سمجھتا ہے نہ وہ اخلاق سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ شرع اسے جھڑکتی ہے اور نہ وہ عقل وضمیر کے قابو میں آتا ہے۔ اس معنی سے سیاست "ڈپلومیسی" تزویر جعل۔ فریب۔ غداری۔ ضمیر فروشی۔ کذب۔ عہد شکنی۔ بے وفائی اور ہر طرح کی بدعملی کی مرادف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے سیاست سے رسولؐ کی آخری وصیت کو اس لئے پورا نہیں ہونے دیا کہ امت اسے قبول نہ کرتی اس کو یوں بھی ادا کیا جاتا ہے کہ رسولؐ نے جب وفات سے تین روز پہلے قلم دوات طلب کیا تو حضرت عمر نے مجمع سے کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ روایت میں ھجر کا لفظ ہے جس کے معنے ہذیان کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان کہا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ پیغمبرؐ سے ہذیان ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ہذیان انسانی عوارض میں سے ہے آنحضرتؐ کم و بیش ۱۳ یوم بیمار رہے ہیں۔ مسلم و بخاری کے موافق قلم و دوات کا واقعہ پنجشنبہ کا ہے لیکن کوئی واقعہ حضرتؐ کے اختلال حواس کا (معاذ اللہ) اس مدت میں نہیں ملتا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں سات طریقوں سے مروی ہے۔ عبداللہ بن عباس اس کے راوی ہیں۔ علامہ قرطبی اس (بدتمیز اور بیہودہ) حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں اور انکو اس تاویل پر ناز ہے کہ لوگوں نے "ھجر" کا استعمال حضرتؐ کی شان میں انکار و استعجاب کے طور پر کیا تھا۔ یعنی حضورؐ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے۔ خدانخواستہ حضرتؐ کا قول ہذیان تو نہیں کہ اوس کا لحاظ نہ کیا جائے۔ لیکن بخاری و مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں جن میں اس تاویل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً ھجر ھجر (دوبار) ان رسول اللہ یھجر (مسلم)

بعض نکتہ سنجوں نے یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ رسول اللہؐ لکھنا نہیں جانتے تھے اس لئے آپ کا فرمانا کہ میں لکھ دوں ہذیان کا قرینہ تھا (باختصار از الفاروق شبلی ص۳۴ جلد ا طبع دہلی ۱۸۹۶ء مولف)
بہر حال ہمارا مقصد اس واقعہ کے پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ ضرورت کے لئے حضرت عمر ایک عقل کل استاد عقل عاشر رسول المرسلین اور نبی العقل اور امام الفہم حضرت خاتم الکمالات پر بدحواسی اور اختلال دماغ کا بہتان رکھتے ہیں۔ تم نے حضرت عمر کی پالیسی دیکھی کہ رسولؐ کی حیات میں وہ رسولؐ کو بدحواس اور یاوہ گو بنا رہے ہیں۔ میرے ساتھ چند دقیقہ اور گزارو میں ایک اور دلچسپ منظر حضرت عمر کی سیاست کا دکھاتا ہوں۔ رسولؐ کی وفات ہو گئی۔
حضرت عمر اس قدر برافروختہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر ڈالوں گا لیکن قرائن اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہوگا۔ اس واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کر لی ہے لیکن مشکل یہ ہے صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہو سکتیں (الفاروق شبلی ص۳۷ جلد ا) عبارت بالا مولانا شبلی کے زور قلم کے باوجود معنی کی عفونت کو نہ دھو سکی۔ اس دوسری روایۃ میں تم نے پڑھا کہ حضرت عمر ضرورت کے لئے خود بدحواس بن جاتے ہیں۔
حضرت عمر کا مقصد اس اظہار بدحواسی سے یہ تھا کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی حضرت ابو بکر تک مقام "سخ" میں پہنچ جائے اور حضرت ابو بکر جلد سے جلد مدینہ میں پہونچ جائیں۔ درحقیقت یہ بدحواسی تھی بلکہ بدحواسی کو حضرت عمر نے مقصد براری کا وسیلہ قرار دیا تھا۔ جب تک ستارے چمکتے رہیں گے جب تک نیلگوں آسمان قوس قزح کی قلمیں دکھایا کریگا جب تک زمین گلاب کے پھول کا دامن اپنے دل کے لعلیں خون سے رنگا کریگی جب تک آفتاب کی شعاعوں میں نور ہے اور زمین کے ذروں میں تابش ہے۔ جب تک صحراؤں میں آندھیاں خس و خاشاک کے قافلوں کو انقلابات کے تماشے دکھایا کریگی۔ جب تک دریا کی موجیں غیظ آلود آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کائنات کو دیکھا کریگی عقل و فہم ہوش و خرد علم و حکمت کی دنیا حضرت عمر کے اس فعل پر ہنسیگی۔ تاویل تصحیف۔ تحریف اور تدابیر کے تمام اعضا شل ہو گئے۔ آنکھ والوں کے لئے مسئلہ صبح کے تڑکے سے زیادہ روشن ہے۔ دنیا عقل اور علم کی زبان سے کہ رہی ہے اور کہیگی کہ حضرت عمر عجیب سیاست باز انسان تھے۔ وہ سیاست کے کھیل کھیلنے کے لئے کبھی النسانوں کے محسن اعظم

اور اخلاق و فضائل کے مروّج اکبر کو بدحواس بناتے ہیں اور کبھی خود ضرورت کے وقت بدحواس بن جاتے ہیں۔ ہم نے علم الاخلاق کی بہت سی قدیم و جدید کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم نے علم السیاست کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ہم کو مجوسیت۔ الحاد۔ زندقہ کسی مذہب میں اس سیاست عمریہ کی تاویل نہیں ملتی۔ الحق حضرت عمر دنیا کے ایک نرالے انسان تھے۔ وہ دنیا میں اپنے انھیں شاہکاروں کی وجہ سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت عمر کی یہ سیاسی بدحواسی تاریخ عالم میں ضرب المثل بنکر رہیگا اور یہ واقعہ پہلی مثال ہوگا جسنے بدحواسی سے اس قدر فائدہ اٹھایا کبھی دوسرے کو بدحواس ثابت کیا کبھی خود بدحواس بن گئے۔

نوٹ:۔ جو شخص ناظرینِ اصلاح میں سے حضرت عمر کی سیاسی بدحواسی عنوان مقرر کرکے رسول پر اتہام بدحواسی اور خود حضرت عمر کے اظہار بدحواسی کو موثق حوالوں کے ماتحت رنگیں اور پرلطف عبارت میں ایک مضمون اصلاح کے کم از کم چار ورقوں میں شایع کرائیگا میں اسکی خدمت میں ایک کتاب ہدیہ پیش کروں گا۔ محمد علی غازیپوری

اسد اللہ الغالب

سردار دو عالم کے برادر یہ ہیں ∴ بنتِ شہ دارین کے شوہر یہ ہیں
چھوڑا نہ کبھی حق و صداقت جس نے ∴ وہ شیرِ خدا حیدر و صفدر یہ ہیں

صاحبِ گنجِ معارف نکتہ دانِ مرتضیٰ ∴ مالکِ گلزارِ رضواں مدح خوانِ مرتضیٰ
واقفِ رمزِ ولایت رتبہ دانِ مرتضیٰ ∴ رہروِ راہِ ہدایت طالبانِ مرتضیٰ
کیسے کیسے فتنہ ہائے رہزنِ ایماں اُٹھے ∴ راستہ بھولا نہ پھر بھی کاروانِ مرتضیٰ
صاحبِ زہد و ریاضت تارکِ لذاتِ نفس ∴ خلعتِ تطہیر ہے شایانِ شانِ مرتضیٰ
مرحبا پہونچی کہاں تک بوئے گل ہائے کمال ∴ بلبلِ سدرہ نشیں ہے مدح خوانِ مرتضیٰ
لا فتیٰ الا علی کا قول ہے بالکل درست ∴ کب ہوا کوئی شجاعت میں بسانِ مرتضیٰ
کعبۂ راہِ طریقت قبلۂ حاجاتِ خلق ∴ ہے نظر میں عارفوں کے آستانِ مرتضیٰ
جب بنے حسنین سردارِ جوانانِ بہشت ∴ باغِ جنت کیوں نہ بن جاتا مکانِ مرتضیٰ
گلشنِ عالم تصدق روضۂ رضواں نثار ∴ مرحبا یہ تازگی بوستانِ مرتضیٰ
دیکھئے میرے سرِ شوریدہ کی پھر بے کلی ∴ مل تو جائے پہلے سنگِ آستانِ مرتضیٰ
تشنہ کامانِ حقیقت کی بجھے کیونکر پیاس ∴ لے رہا ہے لہریں بحرِ بیکرانِ مرتضیٰ
کر گیا دونوں جہاں میں نام کس عزت کے ساتھ ∴ فقر والا عجز والا خاندانِ مرتضیٰ

شہیدہ کا آوازہ حق

سید اہل الجنان جسکو بنایا وہ حسین ∴ دوش پر جسکو پیمبر نے چڑھایا وہ حسین
دل لبھاتی تھی نبی کا جسکے بچپن کی ادا ∴ ہاں کہ تھا حلقوم جسکا بوسہ گاہ مصطفےٰ

جسکی ہستی مردمک تھی چشم حیدر کے لئے ∴ ایک سرور جاوداں قلب پیمبر کے لئے
فاطمہ کی زندگانی اور بازوئے حسن ∴ وہ حسین بن علی نامحرم یاس و محن
آکے دیکھو کربلا کے دشت ہیبتناک میں ∴ آج آغشتہ نظر آتا ہے خون اور خاک میں
دے رہا ہے دیدۂ دنیا کو عبرت کا سبق ∴ صاحبان عشق کو معراج الفت کا سبق
فطرت اعلےٰ سے درسِ زندگی حاصل کرو ∴ پرتو خورشید سے تابندگی حاصل کرو

(منقول از اخبار النجم لکھنؤ ۴ر اپریل ۱۹۳۶ء دونوں نظمیں اُسی اخبار سے نقل کیگئیں)

اچھوت کانفرنس لکھنؤ

۲۳ر مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۱ر ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کو لکھنؤ میں جملہ مذاہب کی بڑی کانفرنس ہوئی جس میں مختلف مذہبی لیڈروں نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کر کے اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کی کوشش کی مگر عملی کامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی بس نشستند و گفتند و برخواستند۔

حضرات اہلسنت کے زبردست پیشوا جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے اسلامی مساوات بیان کرنے میں کہا کہ "اگر اچھوت مسلمان ہوجائیں تو ہم ابھی انکا جھوٹا کھانا کھائیں اور پانی پئیں"۔ مگر برادران اہلسنت تو یوں بھی مشرکوں کے جھوٹے کھانے پانی کو حلال طیب و طاہر سمجھتے ہیں اور انما المشرکون نجس کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر اس شرط کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے یہ بھی کہا کہ "اگر آپ لوگوں کو شادی کی ضرورت ہو تو فرنگی محل کے خاندان کی لڑکیاں موجود ہیں" گویا تبدیل مذہب کے لئے لڑکیاں تک پیش کردیگئیں!!! مگر معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے اپنی ان لڑکیوں سے پوچھکر یہ بات کہی یا اپنی طرف سے یہ تجویز کی۔ اگر بغیر پوچھے کہا تو ان کا نکاح ان اچھوتوں سے جائز کیونکر ہوگا؟ کیا اسلام نے زبردستی نکاح کردینے کی اجازت دی ہے؟ اور اگر انھوں نے خود ہی خواہش کی اور آپ کو وکیل بنا کر بھیجا تھا تو آپکو صاف کہنا چاہیے تھا کہ ہماری لڑکیوں نے بھی آپ لوگوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ آپ کی خدمت کے لئے ہم صنف نازک بھی حاضر ہیں۔ لیکن اگر وہ پوچھ بیٹھتے کہ آپ لوگ جب وہابیوں کو اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے ان کو آمین بالجہر نہیں کہنے دیتے۔ ان کو قرارت فاتحہ خلف الامام نہیں کرنے دیتے تو آپ ہم لوگوں سے ساتھ کیا مناسب برتاؤ کرینگے۔ اسی طرح جب اہل حضرات حنفی بھائیوں کی عزاداری کو برداشت نہیں کرتے تعزیہ پر نظر پڑنے سے انکی بیوی تک کو ان کے لئے حرام کردیتے ہیں تو وہ نومسلم حضرات کے ساتھ کیا انسانیت کو روا دینگے اور کیونکر رواداری برتیں گے۔ تب آپ کیا جواب دیتے؟ یا اب کیا کہہ سکتے ہیں؟

مستحق خلافۃ کون ہے؟

(ربط کے لئے اصلاح محرم ۵۵ھ ملاحظہ ہو)

قولہ کہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک سچا راہنما ہیں۔

اقول ان کے حالات زندگی دیکھنے سے اس کا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور اکرم کو خدا کا فرستادہ سچا نبی سمجھتے ہوں۔

قولہ اور اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی حیات کے آخری سکون تک عشق رسول کا...

اقول زبانی اور صرف زبانی۔

قولہ دم بھرتے رہے۔

اقول انکی صداقت اور عشق کی کیفیت کچھ ابھی معلوم ہو چکی اور کچھ صلح حدیبیہ میں حضور اکرم کی نبوۃ میں شک کرنے سے اور حضور اکرم کے مرض الموت کے زمانہ میں تخلف کرنے سے جیش اسامہ کے اور قلم غلب علیہ الوجع اور ان الرجل لیھجر کہنے سے بخوبی واضح ہو تی ہے۔

قولہ اپنی نوجوان لخت جگر صاحبزادیوں کو ان کے حبالۂ ازدواج میں دیدیتے ہیں۔

اقول اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سلسلہ تو سلف سے آج تک جاری ہے کہ دنیوی مفاد کے لئے لوگ اپنی بیٹیاں امراء و روساء قوم اور شاہی محلات میں داخل کیا کرتے ہیں اگر اونھوں نے بھی اپنے مفاد کے لئے ایسا کیا تو کون سی بڑی بات ہے جب خدا نے لڑکیاں دی تھیں تو کسی نہ کسی کے سر تھوپنا ضروری تھا۔ رسول اللہؐ کے سر تھوپا تو نہ اسمیں کوئی دینی خدمت ہے نہ رسول اکرم کی ہمدردی بلکہ جو کیا وہ اپنے اغراض و مفاد کے لئے کیا۔ ۔۔ پھر اگر دونوں صاحبزادیوں کے صفات و کردار پر نظر کی جائے اور ان دونوں نے جو سلوک رسول سے یا آپ کی اولاد سے کیا اس کے اسباب کی جستجو کی جائے تو ان کے والدین کی پوزیشن بعد اسلام بھی نازک سے نازک تر ہو جاتی ہے جو ارباب دانش و بینش کے لئے محتاج تشریح و توضیح نہیں ہے آیۃ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما آہ انھیں دونوں کی شان میں نازل ہوئی جس سے انکی صفات و کردار پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب ان صاحبزادیوں میں کوئی ذاتی یا نسبی شرافت نہ تھی تو حضور اکرم نے قبول ہی کیوں کیا انکی

وجہ وہ حضرات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ اسلام اور اسکے قبل کے حالات پر اطمینان قلب سے غور کیا ہو ۔ تاریخ دیکھنے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ زمانۂ جاہلیت میں شرافت نسبی اور عالی خاندانی مایہ ناز اور وجہ تفاخر سمجھی جاتی تھی اور یہ حد اعتدال تک یقیناً ممدوح ہے ۔ مگر عرب جاہلیت اعتدال سے بہت آگے بڑھ گئے تھے اور اس کے بمقابل اخلاق و صفات ذاتی چنداں قابل وقعت نہ تھے ۔ عرب اس باب میں اس قدر سختی سے پابند تھے کہ جنگ جدال میں بھی اسکا لحاظ رکھتے تھے اور کوئی عالی نسب بہادر دنی النسب پہلوان سے جنگ کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اس کا قتل کرنا اور اس کے ہاتھ سے مارا جانا دونوں حد درجہ عار و ننگ سمجھا جاتا تھا چہ جائیکہ شادی بیاہ ۔ اسمیں تو ایک دوسرے کا کفو ہونا ضروری و لابد ضروری تھا ۔ اسلام چونکہ راہ مستقیم کا نام ہے ۔ اس نے کبھی کسی جگہ افراط و تفریط کو پسند نہیں کیا اور رسم و رواج میں بھی اعتدال کو قائم رکھا اور حسب و نسب کے مقابل افعال و اخلاق ذاتی پر زیادہ زور دیا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اس کے قواعد و ضوابط اسلام نے تعلیم کئے اور جہاں ضرورت داعی ہوئی ہادی اسلام نے عمل کر کے بتایا چنانچہ حقوق زوجین ۔ ان کے مراتب ان کے صفات کی حدیں بھی علی وجہ الاتم بیان کر دیں کہ مرد مسلم خواہ کتنا ہی عالی خاندان اور صفات حمیدہ کا جامع ہو اور عورت کتنی ہی پست و دنی النسب اور صفات حمیدہ سے عاری ہو ۔ مگر کلمہ شہادتین پڑھنے کے بعد دونوں میں ازدواجی رشتہ قائم ہو سکتا ہے ۔ اس شکل و صورت کا ازدواجی رشتہ زمانہ جاہلیت میں انتہائی ناپسندیدہ اور غیر مروج تھا اور اسلام اس کو اس وجہ سے توڑنا چاہتا تھا کہ اس خدوخال کی عورتیں کو اپنے جذبات صنفی کے پورا کرنے میں کسی نامناسب راہ روی کی طرف مائل نہ ہونا پڑے ۔ لہذا ذہن و طبائع ناس کا لحاظ کرتے ہوئے خلاق عالم نے اس ازدواجی رشتہ کے لئے صرف زبانی حکم کو کافی نہ سمجھا بلکہ مشیت ایزدی داعی ہوئی کہ ہمارا رسولؐ اس پر عمل کر کے اپنی انکساری تواضع بے نفسی کا اسوہ حسنہ قیامت تک کے لئے قائم کر دے ۔ شاید اسی وجہ سے شریعت اسلام نے اولاد کے حق میں باپ کا نسب معتبر قرار دیا ہے ۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ تعدد ازدواج کا بھی فلسفہ ہو ۔ بہر کیف دونوں صاحبزادیوں کے محل سرائے رسولؐ میں داخل کر لینے میں یہ فلسفہ مضمر ہے جس پر ہم آج فخر کر رہے ہیں ۔

قولہ اس کے ایک ایک اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتے ہیں ۔

اقول جس کا ثبوت مختلف غزوات میں میدان جنگ چھوڑ کر دیا۔ اور رسول اللہ صلعم کے پکارنے پر پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخریکم اس وقت کو یاد کرو جب تم پہاڑ پر بھاگے جا رہے تھے۔ اور رسول تمہارے پیچھے کھڑے ہوئے تم کو بلاتے تھے۔ مگر تم کسی کو پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہاں ہم برمی صاحب کی تہذیب و شائستگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انھوں نے اپنے دو مایہ ناز خلیفہ کے لئے کیسا پیارا اور خوبصورت لفظ (دنا چتے) استعمال فرمایا۔

قولہ اس کے حکم کے سامنے اپنی ساری دھن دولت لٹا دیتے ہیں۔

اقول یہ وہ مسلوب المعانی الفاظ ہیں کہ جس کا ثبوت دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ ثبوت ملتا ہے تو اس کا کہ ان دونوں سخاوت شعار ہستیوں نے کبھی ایک پیسہ بھی راہ خدا و رسولؐ میں صرف نہیں کیا۔ چنانچہ جب رسول کریم صحابہ کی فضول و بے فائدہ باتوں سے پریشان ہوئے تو آیہ نجویٰ کا نزول ہوا کہ کچھ تصدق دیکر نبی کریم سے باتیں کیا کرو۔ اسمیں دراہم و دینار کی قید نہ تھی۔ بلکہ کم سے کم رقم میں بھی آیت کی تعمیل ہو سکتی تھی۔ مگر میدان جنگ کی طرح دربار رسول بھی خالی ہو گیا۔ اور سوائے حضرت علیؑ کسی نے بھی آیت پر عمل نہیں کیا۔ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر نے ایک ناقہ رسولؐ کریم کے ہاتھ بیچا اور پانچ سو یا سات سو درہم کا فائدہ اٹھایا (مدارج جلد اول ص ۵۴۳)

قولہ غرضکہ وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک جانفروش کو کرنا چاہیئے۔

اقول سب کچھ کے ہر ہر جزو کی حقیقت اوپر تفصیل سے بیان کر چکے۔ فلیرجع الیہ

قولہ لیکن اسکے باوجود بھی اگر وہ رسول کی بارگاہ میں

اقول یعنی جب تاریخ میں انکی کوئی فضیلت ثابت نہیں تو اس کے باوجود بھی لوگ ان کو بارگاہ رسولؐ میں باوقعت سمجھیں تو یہ مریدوں کا صرف حسن ظن نہیں بلکہ رسول کریم پر اتہام بھی ہے۔

قولہ صرف اس لئے

اقول صرف صفات حمیدہ سے عاری ہونے کی وجہ سے رسولؐ کی

قولہ نظروں سے گرے ہوئے ہیں

اقول نہ اس وجہ سے

قولہ کہ ان کے مقابلہ میں رسولؐ کا چچیرا بھائی اور ان کا داماد ہے تو پھر اس کا نام متعصب اعزہ پرستی

اقول | کیونکر ہو سکتا ہے۔

قولہ | تاریخ اسلامی کا ہر اسٹوڈنٹ جانتا ہے۔

اقول | جاننے والے تو سب کچھ جانتے ہیں مگر خدا کرے برنی صاحب بھی جانیں۔

قولہ | کہ نبی کریم کی ذات گرامی اس قسم کی تنگ نظریوں سے بہت بلند ہے۔

اقول | اس قسم کی تخصیص کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی تنگ نظری سے رسول کریم کی ذات بہت بلند ہے

قولہ | اب ہم بحث کے اس رخ کی طرف آتے ہیں جہاں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی تمام صحابہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔

اقول | بسم اللہ شوق سے تشریف لایئے مگر ثبات قدم کے ساتھ آیئے۔ جناب والا تو بحث شروع ہونے سے پہلے پہلو بدل کر ہوا کے رخ تشریف لیجاتے ہیں۔ یہ نہ کوئی بہادری ہے نہ مروت و اخلاق۔ مرد میدان بنیئے اور جم کر کسی موضوع پر بحث کریجیئے۔ شکست ہو تو ہو جان کا خطرہ نہیں ہے۔

قولہ | اس حقیقت کو بے لوث تحقیقی نگاہ سے جانچنے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہو سکتا ہے کہ

اقول | تاریخ کی ورق گردانی کیجائے اور یہ دیکھا جائے کہ رسول کریم نے اپنی خلافت کے لئے کس کو نامزد فرمایا۔ جس کو رسول کریم نے خلافت کے لئے نامزد فرمایا ہو اس سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم کے فعل و قول کے مقابلہ میں مستشرقین یورپ کی راے کوئی وقعت نہیں رکھتی اس لئے کہ خلافت و امامت صرف ملکی سیاست کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دین و دنیا دونوں سے ہے جس کو خود برنی صاحب بڑے شد و مد سے تسلیم کر چکے ہیں (اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ نبی کریم کی سب سے بڑی حیثیت ایک اخلاقی موودب کی ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے جا سکتے کہ آپکی اس حیثیت سے سیاست ملکی خارج ہے رسالہ نگار ص۵۴) جب برنی صاحب کو نبی کریم کی یہ حیثیت تسلیم ہے تو آپکے جانشین بھی اسی حیثیت کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ ایسی حالت میں مستشرقین یورپ کی راے کیا مفید ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ اسلامی سیاست اور یورپ کی سیاست میں فرق اور دونوں کا مطمح نظر ایک دوسرے سے جداگانہ ہو۔ نیز اس وجہ سے کہ اگر انکی راے کا ماخذ تو اریخ و سیر وغیرہ ہیں جو ہمارے پاس بھی موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے دل و دماغ کو معطل کر کے انکی راے پر بلا دلیل اعتقاد کریں اور وہ دن کو رات اور رات کو دن کہیں تو ہم سر تسلیم ان کے سامنے خم کر دیں تاہم اگر برنی صاحب رسول کریم کے قول و فعل پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور صرف محققین یورپ کی راے

پر ایمان کا انحصار ہو تو ان کی رائے بھی پیش کر دی جائیگی۔ بہرکیف تاریخ و سیر و تفاسیر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین کا نزول ہوا تو حضور اکرم نے دعوت قریش کی بنا کی اور اس دعوت کا تمام انتظام علی مرتضیٰؑ کے سپرد فرمایا۔ آپ نے موافق حکم نبوی تھوڑا کھانا۔ ایک ران ایک کاسہ شیر فراہم کرکے قریش کے چالیس آدمیوں کو جمع کیا جنمیں آپ کے چچا ابوطالب و حمزہ و عباس بھی شامل تھے کھانا اگرچہ ایک ہی شخص کے موافق تھا لیکن یہ ایک معجزہ تھا کہ عرب کے چالیس آدمی خوب سیر ہو گئے۔ کھانے کے بعد رسول کریم نے اسلام پر تقریر کرنا چاہی لیکن ابولہب کی مخالفانہ تقریر نے رسول اللہ کو تقریر کرنے کا موقع نہ دیا اور آپ کے ایسے نمایاں معجزہ کو سحر کہکر مجمع کو منتشر کر دیا۔ علی مرتضیٰؑ نے بحکم رسولؐ دوسرے روز پھر ویسا ہی سامان مہیا فرماکر دوبارہ لوگوں کو جمع کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ میرے خیال میں تو کوئی ایسا شخص عرب میں نہیں ہے جو مجھ سے بہتر چیز اپنی قوم میں لایا ہو۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں مجھکو خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس راہ پر لگا دوں لہذا تم لوگوں میں کون ایسا شخص ہے جو اس امر تبلیغ میں میرا ہاتھ بٹا کر میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا جانشین و خلیفہ تم لوگوں میں ہو (اس جلسہ میں صرف دو کام آپکے ملحوظ خاطر ہیں۔ ایک تبلیغ اسلام۔ دوسرے انتخاب خلیفہ) یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اہل دنیا کے اعتقادات فاسدہ اور انکی خواہشات نفسانیہ کے خلاف کسی کام کے آغاز کرنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کے پہاڑ اور انواع و اقسام کی قیامت خیز بلاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنا و بیگانہ ہر شخص ساتھ چھوڑنا کیسا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ ایسے سخت و مشکل کام کے بانی کے لئے جیسے دل و دماغ کی ضرورت ہے ویسے ہی دل و دماغ کی اس کے شریک و معین کے لئے حاجت ہے۔ کیونکہ زمانہ کی سرد و گرم ہوا کا تحمل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے قریش کے جہاندیدہ اور تجربہ کار سب کے سب جمع تھے مگر کسی کو لبیک کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بجز ایک نوعمر لڑکا مگر شیر دل مستقل مزاج۔ قول کا دھنی۔ باہمت جسکی گردن میں رسول اللہ کا خون دوڑ رہا تھا جسکا دماغ جسکا ظاہر و باطن رسول اللہ کا ظاہر و باطن تھا (یا علی لحمک لحمی و دمک دمی و روحک من روحی و سریرتک من سریرتی و علانیتک من علانیتی) ینابیع المودۃ صفحہ ۴۲ بمبئی۔ بلکہ جو نفس رسولؐ تھا (آیہ مباہلہ) لبیک کہکر کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا نبی اللہ اگرچہ میں ان سب لوگوں میں کم سن ہوں اور بظاہر کمزور لیکن آپ کے بوجھ اور ہاتھ بٹانے کے لئے دل و جان

سے حاضر ہوں فاخذ رسول اللہ برقبۃ علی وقال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم
فاسمعوا لہ واطیعوا ۲۱ تاریخ ابوالفدا۔ جلد اول صہ۱۱۸ و صہ۱۱۹ قسطنطنیہ تاریخ کامل جلد۲
صہ۲۸ مصر۔

پس رسول اللہ نے مسرت وخوشی کے ہاتھوں کو علی مرتضیٰؑ کے گلے میں ڈال کر فرمایا کہ یہی میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور تم لوگوں میں یہی میرا جانشین وخلیفہ ہے۔ انکی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ اور جو کچھ یہ کہیں اس کو قبول کرو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسے سخت وقت میں جبکہ رسول اللہ کا کوئی معین ومددگار نہ ہو اور کفر کی گھنگھور گھٹائیں چاروں طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے ہوں حضرت علیؑ کے لبیک کہنے سے رسول اللہ کے دل کو کتنی قوت ہوئی ہوگی اور آپکی امیدوں میں تازہ روح پھونک گئی ہوگی۔ دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ یہ تاریخی واقعہ جس طرح حضرت علیؑ کی خلافت پر روشنی ڈال رہا ہے وہ اہل انصاف وبصیرت کے لئے بہت کافی ووافی ہے۔ الفاظ (ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم) ایسے صاف وصریح ہیں کہ کسی تاویل وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد فاسمعوا لہ واطیعوا فرمانا حضرت علیؑ کی عصمت کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ اطاعت وفرماں برداری کسی خاص وقت وحالت کے ساتھ مخصوص ومقید نہیں ہے بلکہ عام ومطلق ہے جو بجز معصوم کسی غیر کے لئے سزاوار وموزوں نہیں ہے۔ لہذا اگر لفظ اطیعوا کو جو ترجمان وحی نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ بے تعصبی اور انصاف سے دیکھا جائے تو مثل روز روشن یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت علیؑ اخلاقی فضیلت میں دنیا کے مکمل ترین انسان اور سیاسی حل وعقد میں دنیا کے مہذب ترین خلیفہ ہیں کیونکہ معصوم سے زیادہ نہ دنیا میں کوئی مہذب فرماں روا ہوسکتا ہے نہ اخلاقی فضیلت میں کامل انسان

قولہ اس کے بعد ہمارے سامنے جو چیز ابوبکر وعمر کے مقابلہ میں حضرت علی کے شرف وفضیلت کا صحیح معیار پیش کرسکتی ہے۔

اقول وہ کلام اللہ اور احادیث رسولؐ ہیں۔ لیکن چونکہ نرمی صاحب کو اس میدان وسیع میں اپنے ممدوحین کے لئے کوئی ذرہ بھی نظر نہیں آیا۔ لہذا اپنی شکست کو یقینی جانتے ہوئے اس رزمگاہ سے بھی کنارہ کرتے ہیں اور ایک نئی راہ پر قدم رکھتے ہیں۔

قولہ وہ ان دونوں کے عہد خلافت کا مقابلہ ہے۔

اقول ثبت الجدار ثم انقش علیہا۔ پہلے دیوار بنا لیجئے پھر اس پر نقش ونگار اور بیل بوٹے

جو کچھ جی چاہے بنائیے۔ پہلے ان حضرات کی صحیح معنی میں خلافت ثابت کیجئے پھر مقابلہ کیجئے گا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ ایک طرف جہل دوسری جانب علم۔ ایک طرف ظلم وجور دوسری طرف عدل و انصاف۔ ایک طرف جبن دوسری طرف شجاعت ہو۔ لہذا اگر دونوں خلافتوں میں نفی و اثبات کا تقابل نہیں ہے تو تقابل تضاد یقینی ہے۔

قولہ اپنی رزمگاہ کے دو اور میدان تلاش کئے ہیں یعنی ایک تو یہ کہ آیا خلافت کے مفہوم میں سیاست داخل ہے یا نہیں اور دوسرے یہ کہ نبی کریم کے اقوال سے حضرت علی کی بے انتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اقول پہلا میدان تو بزمی صاحب کا اختراعی ہے کیونکہ نہ تو ہرنام صاحب نے خلافت سے سیاست کو الگ کیا اور نہ کسی شیعہ نے اس کو علحدہ کیا پھر اپنے خیالی نظریہ کو گھڑی گھڑی کیوں پیش کرتے ہیں ہرنام صاحب کا مضمون غور سے پڑھئے کہ وہ کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہرنام صاحب لکھتے ہیں "خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جانشینی یا قائم مقامی کے ہیں۔ لیکن جانشینی کا مفہوم صرف جگہ پر بیٹھ جانا نہیں ہے۔ بلکہ جانشینی بہ حیثیت عہدہ بہ حیثیت منصب بہ حیثیت فرائض بہ حیثیت اخلاق و اعمال اور بحیثیت مراتب و کمال ہوا کرتی ہے۔ ایک شاعر کا جانشین شاعر۔ طبیب کا جانشین طبیب۔ قاضی کا جانشین قاضی اور وکیل کا جانشین وکیل ہوا کرتا ہے ایک شاعر کا جانشین حکیم اور حکیم کی جگہ قاضی اور قاضی کی جگہ وکیل سے پر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایک ہی نوع میں صنف کے بدلنے سے بھی خصوصیت مختلف ہو جاتی ہے۔ یعنی خود شعراء میں مرثیہ گو کا جانشین غزل گو اور غزل گو کا جانشین قصیدہ گو نہیں سمجھا جا سکتا۔ چہ جائیکہ شاعر کی جگہ لوہار اور قاضی کی جگہ معمار صحیح جانشین سمجھا جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حقیقتاً وہ ہے جو اپنے کمالات اور خصوصیات میں اپنے پیشرو کے کمالات اور خصوصیات کا زیادہ شریک اور حصہ دار ہو۔ اگر آپکی حیثیت صرف ایک دنیاوی بادشاہ کی ہوتی تو بے شک آپکی خلافت کے لئے ایک بادشاہ ہونے کی حیثیت کافی تھی اور جو کوئی آپکا خلیفہ مقرر کر دیا جاتا کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا لیکن اگر رسول کی حیثیت صرف ایک بادشاہ کی سی نہ تھی بلکہ معلم روحانی ہونے کی خصوصیت بھی آپ میں پائی جاتی تھی تو ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ اس باب میں فضیلت کس کو حاصل تھی"۔ انتہے کلامہ

اگر بزمی صاحب زبان اردو سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہیں تو لفظ (صرف) اور لفظ (بھی) پر ذرا غور کریں اور مطلب سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ کہ ہرنام صاحب کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے

ہیں۔ ہرنام صاحب کی عبارت اس قدر صاف ہے کہ ایک معمولی اردو داں بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ رسولؐ کریم کی ذات میں بادشاہ اور معلم روحانی ہونے کی دونوں صفتیں موجود تھیں اور آپ کا جائز و صحیح جانشین صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جس میں یہ دونوں صفتیں علے وجہ الاحسن موجود ہوں لہذا آپکی خلافت کے لئے صرف دنیاوی بادشاہ ہونا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا۔ یہی ہرنام صاحب کی بحث کا پہلا میدان اور مناظرہ کا پہلا رزمگاہ ہے۔ اور یہی خلافت و امامت کا صحیح معیار ہے۔ اسی میدان میں ہرنام صاحب کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں مگر بزمی صاحب اس میدان سے گریز کرتے ہیں اور ہرنام صاحب پر غلط الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے دو اور میدان تلاش کئے اس کا نام ہٹ دھرمی نہیں تو پھر کیا ہے۔ ہرنام صاحب کے تمام ادلہ قاطعہ اور حجج ساطعہ کو نظرانداز کرکے اور جواب سے عاجز ہوکے لکھتے ہیں۔

قولہ اس سلسلہ میں مویدین امامت انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کی حدیث کو نہایت شدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں لیکن اس کے مقابل حضرت عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری کی ان احادیث کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ رسولِ خداؐ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو کُرتے پہنے ہوئے تھے انیں سے کسی کا کرتا سینہ تک تھا کسی کا اس سے نیچے۔ پھر عمرؓ میرے سامنے لائے گئے ان کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ اس کا دامن زمین میں گھسٹتا جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اسکی تعبیر۔ آپنے فرمایا عمر کی دینداری۔ اسی قسم کی دوسری حدیث جس میں آپ نے خواب میں ایک گلاس سے کچھ دودھ پیا اور باقی حضرت عمرؓ کو دیدیا اور لوگوں کو اسکی تعبیر علم بتلائی۔

اقول خداوند کریم اس منزل میں بزمی صاحب کو ثبات قدم عنایت فرمائے اور گریز کی راہوں کو مسدود فرمائے۔ بہرکیف حضرت عمر کی خلافت کی تائید میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جو پیش کیا جاسکتا تھا وہ بزمی صاحب نے پیش کردیا جو صرف خواب و خیال پر منحصر ہے۔ اور اپنی گھریلو کتاب سے جو فن مناظرہ کے لحاظ سے ہمارے لئے نہ حجت ہے نہ دلیل۔ بلکہ بزمی صاحب کی شکست کا شاندار پہلو ہے۔ خیر ہم اصول مناظرہ سے قطع نظر ایک غیر جانبدارانہ حیثیت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع۔ اس کے جانچنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ کے حالات زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اگر تاریخ آپ کے علم و تدین کے خلاف کچھ مواد پیش کردے تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ حدیث وضعی ہے اور اگر آپکا دامن جہالت کی آلودگیوں سے پاک صاف نکلے تو حدیث کی صحت میں کیا کلام (باقی آئندہ)

خلفائے فاطمیین

[حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے بڑے صاحبزادے جناب اسمٰعیل کی اولاد سے ایک بزرگ عبیداللہ مہدی گزرے ہیں۔ جو ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں ایک زبردست سلطنت افریقہ میں قائم کی۔ اس خاندان کے بادشاہ تاریخی دنیا میں خلفاء فاطمیین کے نام سے مشہور ہیں۔ جب یہ سلطنت کمال ترقی پر تھی تو اسکی حدیں بحر ظلمات سے صحرائے شام تک اور بحیرہ روم سے صحرائے اعظم افریقہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مراکش۔ بلاد الجزائر۔ تونس۔ طرابلس برقہ۔ مصر۔ شام۔ یمن۔ حجاز۔ جزیرہ صقلیہ اور بحیرہ روم کے بعض اور جزیرے بھی اسکی حکومت میں داخل تھے بلکہ بغداد اور موصل تک میں ان کا خطبہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ حدود سلطنت اور وسعت مدت کے اعتبار سے بنو امیہ اور بنو عباس کے بعد اسلامی سلطنت میں اسی کا درجہ ہے۔ شروع شروع تونس میں قیروان کے پاس مہدیہ ان کا دارالحکومت تھا۔ پھر جب ۳۵۸ھ ۹۶۹ء میں ان لوگوں نے مصر فتح کیا تو قاہرہ کو اپنا دارالخلافہ مقرر کیا۔ انکی بادشاہت ۲۹۷ھ ۹۰۹ء سے ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء تک قائم رہی۔ ان بادشاہوں کو علوم و فنون کا نہایت درجہ شوق تھا۔ خود بھی بڑے ذی علم اور حامی اسلام تھے۔ انھوں نے مصر کو تاریکی سے روشنی میں جہالت سے علم و فضل میں اور بربریت سے تہذیب و تمدن میں بدل دیا بلکہ اس کو اتنی ترقی دی کہ آسمان عروج تک پہونچا دیا۔ ایک عیسائی مورخ اسٹینلی لین پول نے لکھا ہے کہ خاندان فاطمیین کی دولت و حشمت و تجارت بحیرۂ روم کی خوشحالی کا ذریعہ قرار پائی۔ اس خاندان میں ۱۴ بادشاہ ہوئے جن سب کے حالات نہایت دلچسپ اور عالم افروز ہیں۔ انشاءاللہ رسالہ اصلاح میں ان کل حضرات کے مفصل حالات زندگی درج کئے جائیں گے۔ سردست ہم اپنے برادر محترم فاضل محقق جناب مولانا سید مجتبیٰ حسن صاحب موسوی کامونپوری فاضل مشرقیات دام فضلہ کا ایک مضمون درج کرتے ہیں۔ ممدوح ان دنوں اسلامی اور دنیا تاریخ کا گویا درجہ اجتہاد حاصل کرنے کے لئے مصر میں مقیم ہیں اور وہیں سے یہ مضمون بھیجا ہے۔ چونکہ خلفاء فاطمیین نے اپنے علمی و عملی کارناموں سے دنیا کو محو حیرت کردیا تھا۔ اس سبب سے غیر مسلم اور مسلم سب ہی نے ان پر حسد کیا اور اس خاندان پر مختلف قسم کے افترا و بہتان قائم کرتے رہے جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ مدیر اصلاح]

معلوم نہیں لوگوں کو حقائق و معارف اور صداقت و دیانت کی ہنسی اڑانے میں کیا مزا ملتا ہے کذب وافترا کی اشاعت ۔ دروغ بافی ۔ افترا پردازی اور بہتان تراشی کیا فی نفسہ کوئی لذیذ شے ہے ؟ آخر باطل میں کیا جاذبیت ہے کہ اس کے مندر پر حق وصداقت کو بھینٹ پڑھایا جاتا ہے ؟ ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ ایسے انسانیت کش ۔ اعدار محبت انسانیہ ۔ دشمن راحت و طمانینت افراد پیدا ہوجاتے ہیں جن کو حقائق کے الٹ پلٹ کرنے ہی میں لطف آتا ہے ۔ آہ ہمارا کام ہدایت بشر ۔ تنویر بصیرت اور توضیح تشریحات ہونا چاہیئے تھا لیکن ہم معارف پر اور زیادہ کثیف پردے ڈالنے کا سامان کر رہے ہیں ۔

مسلمانوں کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ حکومت مصریہ نے ۱۹۳۱ء کی تقویم اس بے احتیاطی سے مرتب کی کہ اوسمیں مرقس سمیکہ پاشا قبطی کے سم آمیز مقالہ کو بھی جگہ مل گئی ۔ سمیکہ پاشا "کنائس دیر ابی سیفین" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ خلیفہ علوی فاطمی المعز لدین اللہ فاتح مصر و بانی قاہرہ اور مصر قدیمہ کنیسہ ابی سیفین میں دفن ہوئے ۔ سمیکہ پاشا کی عربی عبارت تقویم ص۱۷ میں حسب ذیل ہے :۔ ان ھناک کنیسۃ صغیرۃ بھا اجبۃ من العصر الفاطمی علا بنقوش باھرۃ تمثل القدیسین ومعمودیۃ یقال ان الملک المعز لدین اللہ تعمد فیھا سرًا یعنی یہاں ایک چھوٹا گرجا ہے جس میں خلفاے فاطمین کے زمانہ کے بہت سے پردے ہیں جو ایسے عمدہ نقوش سے آراستہ ہیں جو قدیسین اور معمودیۃ کے فوٹو معلوم ہوتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ معز لدین اللہ نے اس میں ایک پردہ طیار کرایا تھا ۔

مرقس سمیکہ کون ہے

ناظرین یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ سمیکہ پاشا کون ہے سمیکہ پاشا پہلے حکومت مصریہ میں موظف تھے ۔ لجنۃ الآثار العربیۃ کے عضو ۔ مجمع الاثریین لندن کے زمیل اور متحف قبطی کے موسس ہیں ۔

تقویم حکومت مصریہ نے شایع اور کسی کو عرصہ تک اس دسیسہ کی اطلاع نہیں ہوئی دفعۃً مصری مسلمانوں کی نگاہیں اس تقویم کی طرف پڑیں اخبارات میں ایک آگ سی لگ گئی مسلمانوں اور قبطیوں کے سربرآوردہ اخبار نے صف آرائیاں کیں ۔

اہرام ۔ سیاست ۔ وادی النیل ۔ البلاغ اس قلمی جنگ کے معرکہ کارزار بنے ہوئے تھے ۔ مصری مسلمانوں میں جن لوگوں کی خدمتیں نمایاں تھیں اون میں زکی باشا او ستاد ابراہیم

جلال - اوستاذ اکبر السابق احمد لطفی ابری - ڈاکٹر ابراہیم حسن محمد عبداللہ عنان - محمد ماضی ابوالعزائم - محمد شیخ عرفہ کا شمار ہے - مصر کے اساتذہ - مصر کے قضاۃ و وکلاء مصر کے ارباب قلم نے پوری طاقت سے قبطیوں کا مقابلہ کیا - قبطی علماء کی فوج نہایت بہادری سے پیچھے ہٹ گئی - وزارت مصریہ نے سمیکہ سے مطالبہ کیا اور ۲۰ اگست سنہ ۱۹۳۱ء کے اہرام میں سمیکہ کو شکست نامہ شایع کرنا پڑا - سمیکہ باشا کی عبارت کا ایک حصہ میں نقل کرتا ہوں -

اما اذا کانوا یریدون بھذا ان یسمعوا منی بعبارۃ جلیۃ انی لا اصدق ھذہ الروایۃ فھا انا اقولھا غیر متردد وما سمع احد عنی او عن غیری من القبط اننا اتھمنا ونرالروایۃ کھذہ او جعلنا ھا موضوع تصدیق لانھا ظاھرۃ البطلان -

کسی مصری اخبار نویس نے بعض مقالات کو کتابی صورت میں جمع کر لیا ہے - مصطفی الحلبی تاجر کتب جوار ازہر قاہرہ" کے عنوان سے منگائی جا سکتی ہے - مصارف برید کے علاوہ ۵ ریں کتاب مل سکتی ہے -

ایک مورخ کا فریضہ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ بعض منقولات پر فتح پالے علل و معلول کے وتیق اور مبہم سلسلے کا پتہ لگانا بھی مورخ کا منصب ہے - جب میں نے استاد سمیکہ باشا کا یہ مقالہ پڑھا تو غور کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قبطی بار بار اپنا نشانہ بنانے کے لئے فاطمیوں کو منتخب کرتے ہیں - میں نے خطوط مقریزی ۱/۱/۱۸ میں دیکھا تھا کہ حاکم بامراللہ کے متعلق بھی قبطیوں نے ایسا ہی شاخسانہ اٹھایا تھا -

آج سمیکہ باشاہ بھی جب اپنا تیر چلاتے ہیں تو اس کا نشانہ فاطمی ہی ہوتے ہیں - میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ فاطمیوں کو بہ نسبت غیروں کے رسولِ اسلام سے زیادہ تقرب ہے ان کی رگوں میں رسول کا خون ہے -

اگر ان کے اعمال کو عیسائیت کے سانچے میں ڈھالا جا سکیگا تو آسانی سے دوسری قوموں کو سمجھایا جا سکتا ہے کہ رسول اسلام کا خانوادہ رسول اور اسلام کو بہتر سمجھ سکتا ہے - اس لئے کہ ان لوگوں میں تمام وہ کمالات جو علم مسلمانوں میں ہوتے مساوی یا ترجیح کے ساتھ موجود تھے

یہ اضافہ بھی تھا کہ یہ رسالت اور اسلام کے اسرار سے بھی واقف تھے۔ مگر ان لوگوں نے صلیب کے سامنے گردن جھکا دی اور تسلیم کر لیا کہ ایک تین ہو سکتا ہے اور تین ایک۔

میں بے حد محظوظ ہوا جب کہ میری نظر سے مصری علماء کی یہ تحقیق بھی گذری جس سے میرے خیال کی پوری پوری موافقت ہوتی ہے۔ بعض علماء مصری کے الفاظ حسب ذیل ہیں

رجعت الی ذاکرتی استحثها لترشدنی الی هذه الفاجعة فما ارشدتنی الا ان هذه الخلیفة هو اقرب الخلفاء الی بیت نبیه الکریم رسالة الخلیفة المعز

اصل یہ ہے کہ آفتاب کو گرد آلود کرنے کا ارادہ ایک دیوانگی ہے معز لدین اللہ کوئی تاریخ کی مجہول ہستی نہیں ہے جس کے متعلق جو چاہے جو لکھدے۔ جس کا دل چاہے معز کو بدنام کرے۔ معز کے پائدار محاسن اور معز کی ابدی نیکیاں ان تمام وسائس کے جواب میں پڑھ دینگی۔ تلك آثارنا تدل علینا۔ فانظروا بعدنا الی الآثار

میں نے سمیکہ باشا کی تحقیق کو سامنے رکھکر اسفار تاریخیہ الٹے اور زندگی کا ایک عزیز بہت ضائع کیا لیکن اس تحقیق کا کوئی نشان نہیں ملا۔ میں نے مسیحیوں کے مصادر اولیہ اصلیہ کا مطالعہ کیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتابوں کے عربی ترجمے دیکھے آخری نتیجہ اس محنت شاقہ کا جو میں نے نکالا وہ یہ تھا کہ اس قبطی فیلسوف کی تائید حقیقت مادیہ محسوسہ۔ جدال عقلی۔ حوار نظری اور محاکمات سوفسطائیہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔ حیرت بالائے حیرت تعجب بالائے تعجب ہے کہ معز محیط اطلانطی۔ شمالی افریقہ۔ مراکش۔ جزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام کا حاکم رہ چکا ہے۔ اگر اس کے نسلی امتیازات سے بحث نہ کی جائے جب بھی وہ قرن رابع میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تاجدار گزرا ہے اور اس عظمت و جلالت کے باوجود ایک چھوٹے سے قبطی کنیسہ کے سامنے اپنے عقیدہ اپنے خاندانی اجلال اور اپنی سلطانی سطوت کا خزانہ لٹا دیتا ہے اور قسوسہ و شمامسہ اسے آب معمودیت سے نہلا کر نصرانی بنا لیتے ہیں نہ بحث ہے نہ مناظرہ۔

اور اس واقعہ کی خبر صرف سمیکہ باشا کو ملتی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عالی علم اس خلیفہ اکبر اس رب الکرم شی کے زمانہ میں قبطیوں کو کسی قسم کی وجاہت بھی نہیں حاصل تھی جسکے ماتحت کہا جاسکے کہ سیاسی ضرورت نے فرقہ اسی طرف کو مجبور کیا

(باقی آیندہ)

انجمن وظیفہ سادات و مومنین اپنی خوش انتظامی اور سودمندی کے لحاظ سے منفرد قومی انجمن ہے جو ۱۹۱۲ء سے قائم ہے اور نادار شیعہ طلبہ کی امداد کا تنہا وسیلہ ہے اس کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں۔ (۱) ابتک ایک لاکھ ستائیس ہزار روپیہ وظائف پر دے چکی ہے اور تقریباً ہر سال نو ہزار روپیہ کے وظائف تقسیم کرتی ہے۔ ایک سو طالب علموں کو امسال بھی وظائف دیئے جا رہے ہیں۔ (۲) ۵۱۶ طلبا انجمن سے وظیفہ پاکر میڈیکل کالج لاہور، لکھنؤ و پٹنہ و انجینیرنگ کالج رڑکی و ٹیچری کالج لاہور و کلکتہ و دیگر کالج میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ دو طالب علم انجمن سے وظیفہ پاکر ولایت میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور دو طالب علم نجف اشرف میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور اب بھی ایک طالب علم کو نجف اشرف میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا جا رہا ہے۔ (۳) اس وقت سرمایہ محفوظ میں نصف لاکھ روپیہ موجود ہے جس کا منافع وظائف پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۴) انجمن کی باقاعدہ رجسٹری ہو چکی ہے اس کا انتظام چودہ ممبروں کی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جن کا انتخاب ہر سال ممبروں کی کثرت آرا پر ہوتا ہے سکریٹری انجمن چودہ ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے (۵) ممبروں کی اولاد اگر خدانخواستہ اونکے بعد قابل اعانت ہو جائے تو وظیفہ کے لئے اُن کا حق سب پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔

انجمن کیا چاہتی ہے آپ اسکے قواعد پڑھیں اور اپنی آمدنی کا فیصدی ایک روپیہ یا کم از کم ۸ ماہوار جو کہ بہترین خیرات ہے دیکر اسکے ممبر بنیں اور معتدبہ رقوم سے اسکے سرمایہ مستقل کو ترقی دیں تاکہ قوم کے نادار اور مستحق اور قابل رحم طلبہ جو محض مفلسی کی وجہ سے علم سے محروم رہے جاتے ہیں زیور علم سے آراستہ ہو کر قومی ترقی کا باعث ہوں۔

احقر سید احمد مرزا آنریری سکریٹری انجمن ہذا 6/16 میر درد روڈ۔ نیو دہلی

رشتہ کا انتظام جملہ مومنین و ناظرین اصلاح سے عموماً اور ناظرین آنڈلو ضلع لدھیانہ سے خصوصاً التماس ہے کہ میں قوم راجپوت سے مذہب حق پر عرصہ سے مشرف ہوں۔ براہ مہربانی مطلع کریں کہ اضلاع کرنال۔ لدھیانہ۔ ہوشیارپور۔ انبالہ میں کس کس گاؤں میں راجپوت شیعہ ہیں تاکہ رشتہ وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ راقم کمیدان خاں پچولدی نہر چک ۱۱ جھنگ برانچ ضلع لائلپور۔ پنجاب

انجمن یادگار علمائے لکھنؤ جناب قدوۃ العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ایک انجمن اس غرض سے قائم کی تھی کہ علماء کی مصنفات شائع کی جائیں مگر معلوم نہیں اب انجمن کیا کر رہی ہے اس کا سرمایہ کس کام میں صرف ہوتا ہے اور کتاب المتہ و معاد کیوں نہیں چھپی

حملات عزاداری قانون کے

وعدہ نہیں ہو ایک علالت کا جام ہے ∴ ایفائے عہد روح کی صحت کا نام ہے
تعین کے پردے اوٹھا دیجئے ∴ مصیبت کو راحت بنا دیجئے

محسن ملت فیضدرجت دامت برکاتکم۔ آپکی ذات مرجع عام ہے ایسے خلوص ہمدردی اخوت کے اوصاف مذہبی ولائے اہلبیت اظہار کے فی زمانتا مفقود ہیں۔ میرے دل پر جو اثر ہے اسکو نہ فاصلہ کم کرسکتا ہے نہ مدت بھلا سکتی ہے۔ آپ قوم کے مقدس یادگار ہیں ظاہر میں دور مگر دل سے نزدیک تر۔ خدا کرے قوم میں آپ جیسے کارکن ہمدرد اور چند ہوں۔ ہمارے اخباروں کے مدیر صاحبان واعظین و روضہ خوانوں کو اس کا قطعی احساس نہیں کیا دکھ دینی مثالیں کی انتہائی سعی حنفیت کی زنجیر میں وہابیت کی کڑی جوڑ کر ہو رہی ہے۔ جابجا شہر و قریہ میں بذریعہ وعظ پوسٹر پمفلٹ جہلائے قوم کو مشتعل کر کے عمال و اہلکاران سے در پردہ غائبانہ امداد لی جاتی ہے مگر ہم خواب غفلت میں ہیں بکثرت عزاداروں کو خلاف قانونی نقض امن اور بدامنی کا ہوا دکھا کر رسم تعزیت سے محروم کر کے دفعات ۱۴۴ الف، ۱۰۷ سے مرعوب بنا کر خاموش کیا جاتا ہے جننی عزاداروں پر قومی اثرات کا دباؤ ڈال کر ترک عزا پر مجبور کیا جاتا ہے مختلف شعبدہ بازی سے عناد کی تخم ریزی کر کے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس بے حسی اور خاموشی سے قوم کو بیدار کر کے ذلت رسوائی۔ دشواری۔ گرفتاری سے بچانا ہر فرد قوم پر فرض ہے مگر میرا ذاتی مشاہدہ تجربہ یہ ہے کہ قوم کو بچانے والے درمے کے بجائے قلمی امداد اور رزولیوشن محضر میموریل گورنمنٹ میں بھیجنے سے بھی گریزاں ہے۔ اعلان شیعہ پولیٹیکل کانفرنس سبجکٹ کمیٹی کا سب نمائشی بڑا نام تھا۔ اور اکثر مدیران اخبار خود فراموش ہیں۔ قصور میں امسال بھی ۲۷ مومنین گرفتار ہو کر زیر تجویز عدالت ہیں۔ لاہور و پنجاب میں توفیق و ہمت نہیں کہ جواز عزا ثابت کر کے شہادت سے سنیوں کی عذر دل آزاری کی تردید کریں۔ حضرات شیعہ وکلاء قانونی خلاف ورزی کے نکات بحث و جرح میں ثابت کر کے تعصب نہ ہی عمال کارکنان کا ثابت کریں۔ قہر درویش بجان درویش۔ کون سنتا ہے فغان درویش۔ قومی نقار خانے میں میری نحیف آواز کا گنہ نہیں۔ قومی مدیر صاحبان نیز جناب والا کی خدمت میں بھی بذریعہ خادم خورشید حقیر نے چند مضامین خود ارسال کئے۔ یہ فہرست قانون و نظائر کی بھی ارسال کی مگر بجز رسالی کے عملی کام قلمی امداد کا بھی نہیں ہو سکتا تاکہ بحث۔ جرح۔ عام مقدمات میں کارآمد ہو۔ اخبارات کے ذریعے سے اعلان عام خود ہو کر عوام کو علم ہوتا ہے۔ اکثر حکام ایسے اخبارات سے فیصلہ میں بنظر انصاف امداد لے کر عمال کے تعصبی حرکات۔ افعال پر غور فرماتے ہیں۔ انجمن امامیہ قصور کے سکریٹری عالی جناب محمد صدیق صاحب قبلہ میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیتے۔ اگر بعض کا جواب بھی ملا تو چند ماہ بعد بے سود حالانکہ قلمی۔ مالی ہر قسم کی

امداد گزشتہ مقدمہ میں بیان سے دیگئی۔ دو مرتبہ ترتیب سے جمعہ کی بحث مقدمہ سابق کی تحریر کر کے بھی اور خاص تحریک استقرار حق کے دعوے دیوانی کے ہوئی تاکہ میں خود شہادت دیکر سعی کروں جیسا کہ بعض جگہ کامیابی ہوئی۔ مگر اس خاموشی کی وجہ نہیں معلوم ورنہ امسال لازمی دیوانی سے کامیاب ہو کر زد الجناح نکالتے۔ اس طرح پر بے حرمتی تبرکات کی ہو کر قومی ذلت اور عوام کو دلیری نہ ہوتی اس کا عکس دیگر مقامات میں خلاف پڑتا ہے۔ فقط خادم بلی شیر علی

اچھوت کانفرنس لکھنؤ اور سکھوں پر شیعوں کا احسان

۲۳ مئی سنہ ۳۶ء مطابق ۱ ربیع الاول سنہ ۵۵ ہجری کو لکھنؤ کی جملہ مذاہب کی کانفرنس میں سکھ لیڈر پروفیسر گنگا سنگھ نے نہایت جوشیلے الفاظ میں کہا کہ "ہمارے مذہب کے بہت سے اصول مسلمانوں سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں خصوصاً شیعوں سے ہمارے مذہب کو بہت مشابہت ہے۔ شیعہ مظلوموں کے ساتھی ہیں اور اُن پر آنسو بہاتے اور سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور ہم بھی مظلوموں کے طرفدار ہیں۔ ہمارے پیشوا بھی مظلوموں کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور ہمارے گرو بھی بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرتے رہے ہیں۔ سکھ قوم شیعہ حضرات کی ہمیشہ ممنون رہیگی کیونکہ ابتدائی مشکلات و مصائب کے زمانہ میں اسی جماعت کے افراد سید بڈھے شاہ صاحب نے اپنے لڑکوں اور پانچ سو سیدوں کے ساتھ ہمارے گرو گوبند سنگھ کی مدد کی۔ سکھوں کے دوش بدوش اُس وقت کی حکومت سے مقابلہ کیا اور سکھوں کے پیشواؤں کی جانوں کو بچایا اور انکی حفاظت کرنے اور انکو پناہ دینے میں اپنی عزیز اور قیمتی جانیں قربان کر دیں"۔ تاریخی حیثیت سے خلفاء ثلثہ کے عہد میں خاندان رسالت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر بھی کیا اور فرقہ شیعہ سے سکھوں کے خلوص و محبت پر بہت زیادہ زور دیا۔ واقعات کربلا کا حوالہ دیتے ہوئے ان سکھوں کا ذکر کیا جو نشانۂ ستم بنائے گئے اور کہا کہ ہمارے اور شیعوں کی روایات ملتی جلتی ہیں۔ جس طرح شیعوں نے خلافت پر مہر تصدیق ثبت نہیں کی اور ایک فقیر کو اپنا امیر بنایا اسی طرح سکھوں نے بھی کیا (منقول از اسد الواعظ لکھنؤ)

اخبار غم

افسوس ہمارے عزیز جناب سید بندہ حسن صاحب کی صاحبزادی اور جناب مولوی سید محمد مصطفےٰ صاحب امام الجماعۃ والجمعہ کی اہلیہ محترمہ نے ماہ صفر میں طویل علالت کے بعد انتقال کیا (۲) جناب سید طالب عباس صاحب ساکن بلگرام کی نانی صاحبہ نے ششم ربیع الاول کو انتقال کیا (۳) عراق کے محترم بزرگ آقا سید محمد علی آل بحر العلوم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نے بھی انتقال کیا

خدا مرحومین کے درجات عالی کرے اور پسماندگان کو صبر دے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کریں۔

اخبار جدیدہ جنگ اٹلی و حبشہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اٹلی نے اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا اور بادشاہ حبشہ انگلستان چلا گیا۔ دہلی کے مشہور کانگریسی لیڈر ڈاکٹر انصاری نے ۱۰ مئی سنہ ۳۶ء ۱۸ صفر سنہ ۵۵ھ کو ریل میں انتقال کیا۔ جاپان نے روس کو جنگ کی دھمکی دی ہے۔ یکم مئی کے شیعہ اخبار اتحاد امروہہ میں کوئی نظم شایع ہوئی جس پر اڈیٹر اخبار مذکور سے ضمانت طلب کی گئی (خدا ممدوح کو بری کرے)۔ صوبجات متوسط کے گورنر ایک کھدر پوش ہندو صاحب مقرر کئے گئے ہیں مسٹر گاندھی کے بیٹے ہیرالال گاندھی ۲۹ مئی سنہ ۱۹۳۶ء کو مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلامی نام عبداللہ گاندھی رکھا گیا۔ چین اور جاپان میں جنگ کا خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کا مقدمہ مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا گیا۔ اس پر سکھوں ہی کا قبضہ بحال رہا۔ برہان پور کے ایک نوجوان نے ایسی سائیکل طیار کی ہے جو پانی پر بھی بخوبی چل سکتی ہے۔ شاہ اڈورڈ ہشتم کی تاجپوشی کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ شاہ خود ہندوستان نہیں آئیں گے بلکہ دہلی میں ہونے والے دربار میں ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک آپکی نمایندگی کرینگے۔ بعض اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ لنکا شائر کا ایک شخص جسکی عمر ۴۵ سال تھی ایک آپریشن کے دوران میں مر گیا لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ پنڈ دادن خاں ضلع جہلم میں شیعہ حافظان قرآن کو شاندار فتح ہوئی۔ برادران اہلسنت نے مان لیا کہ بے شک شیعوں میں حافظ قرآن بہت ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں جہلم کے روز چند سنیوں نے مدح صحابہ پڑھنی شروع کر دی جس پر ۴ شخص گرفتار کر لئے گئے۔ عاشورہ کو بھی دو شخص اسی جرم میں گرفتار کئے گئے تھے۔ ان سے دس شخصوں کو ۱۔ ۲ ماہ کی سزا قید دیگئی اور ۴ شخصوں نے معافی مانگ لی۔ حکومت ایران نے اب پروانہ راہداری پر عورتوں کے لئے بھی ان کا فوٹو چسپاں کرنا ضروری قرار دے دیا۔ ۲۷ مئی سنہ ۱۹۳۶ء مطابق ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۵ہجری کو تقریباً ۱۲ بجے دن کے وقت پھر زلزلہ آیا اور مختلف صوبوں میں واضح طور پر محسوس ہوا۔ ایران میں ملکی مصنوعات کو ترقی ہو رہی ہے جس سے برطانوی اشیاء کو شدید نقصان پہونچ رہا ہے۔ ریاست خیرپور سندھ کی مسند حکومت کے متعلق ملک معظم نے پرنس فیض محمد خاں صاحب بہادر دام اقبالہ کا حق وراثت تسلیم کر لیا ہے۔ لندن میں ۶ جولائی ایک عالمگیر مذاہب کانفرنس منعقد ہوگی

اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلعم کا عامل ڈر کر واپس آیا تو حضرت نے عیینہ بن حصن الفزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ ان لوگوں کی طرف روانہ فرمایا کہ انکا مناسب تدارک کریں۔ انہیں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۳۱)

بت شکنی کیلئے سرایا

اس امر کے متعلق مورخین کی عبارتوں کا خلاصہ مولوی شبلی صاحب نے اس طرح لکھا ہے "اسی سلسلہ میں وہ سرایا بھی داخل ہیں جو فتح مکہ کے بعد بُت شکنی کے لئے اطراف ملک میں روانہ کئے گئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ تمام عرب میں مختلف قبیلوں کے الگ الگ بتخانے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب عام طور سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو بُتوں کی عظمت اور جباری کا جاہلانہ اور وہم پرستانہ تخیل بعض قبائل سے دفعتہً نہ مٹ سکا۔ اب گو وہ ان کو لائق پرستش نہیں سمجھتے تھے تاہم ان کے دلوں پر ان اصنام کی وراثتہً ایک مدۃ سے جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اُس سے یہ ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ان باطل پرستیوں کے مرکز کو خود اپنے ہات سے ہٹا دیں۔ جاہلوں کو یقین تھا کہ ان مقدس پتھروں کا ایک ریزہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو آسمان ٹوٹ پڑیگا زمین پھٹ جائیگی۔ مصائب اور بلاؤں کا ایک طوفان برپا ہوجائیگا۔ اہل طائف نے بیعت کرتے ہوئے شرط پیش کی تھی کہ ان کا بُت خانہ ایک سال تک ڈھایا نہ جائے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ فرمایا تو دوسری شرط یہ پیش کی کہ ہم ان کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑینگے۔ بعض اور نو مسلم قبائل بھی اس ادائے فرض میں جھجکتے تھے۔ اس بنا پر ان مقامات میں چند راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمان بھیجے گئے کہ وہ انکی طرف سے اس فرض کو انجام دیں چنانچہ سریہ خالد بن ولید بت خانہ عُزّےٰ۔ سریہ عمرو بن العاص بتخانہ سواع۔ سریہ سعد بن زید اشہلی بت خانہ مناۃ۔ سریہ ابوسفیان و مغیرہ بن شیبہ بتخانہ لات۔ سریہ جریر بُت خانہ ذی الخلصہ (صحیح بخاری غزوہ ذی الخلصہ)۔ سریہ طفیل بن عمرو دوسی بت خانہ ذی الکفین اور سریہ علی ابن ابی طالب بُت خانہ فلس کے توڑنے کو روانہ کئے گئے (اس باب میں تمام تر واقعات ابن سعد جزو مغازی سے ماخوذ ہیں)"[۱] مولوی صاحب نے جن راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کا ذکر کیا افسوس ہے کہ انہیں

---

[۱] سیرۃ النبی جلد ۱ ص ۵۴۹

حضرت ابوبکر کا نام نہیں لکھا۔ اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ عربی کی مفصل کتب تاریخ وسیرت میں بھی کسی موقع پر ممدوح کا نام نہیں ملتا۔ نہ حضرت رسولخدا صلعم ہی نے اس ضروری کام کے لئے آپکا انتخاب کیا۔ نہ دوسرے صحابہ ہی نے رائے دی کہ یا حضرت آپ راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کیطرح حضرت ابوبکر کو اس کام کے لئے کیوں نامزد نہیں فرماتے۔ نہ خود حضرت ابوبکر ہی نے اپنے کو اس زحمت کے لئے پیش کیا۔ معلوم نہیں ہر شخص کے خاموش رہنے کی کیا وجہ تھی حالانکہ خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص اور ابوسفیان تک اس شرف سے سرفراز کئے گئے۔

غزوہ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ میں مدینہ سے ۱۴ منزل پر ایک مشہور مقام تبوک ہے۔ جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مدینہ میں یہ خبریں اکثر مشہور ہوتی رہتی تھیں۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے فوج کی طیاری کا حکم دیا مگر اس وقت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اس سبب سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت شاق تھا۔ منافقین کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جب آپ مدینہ سے تشریف لے جاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر فرما کر جاتے۔ اس دفعہ حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے اور امہات المومنین کو حکم دے دیا کہ دیکھو امیر المومنین کے حکم سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ مگر حضرت امیر المومنین کو جہاد سے علیحدہ ہونا بہت شاق ہوا اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ لہ اس پر آنحضرت صلعم نے اپنی مشہور حدیث منزلۃ ارشاد فرمائی کہ

لہ صحیح بخاری پارہ ۱۸ کتاب المغازی غزوہ تبوک ص۹۸ میں ہے:۔ عن مصعب ابن سعد عن ابیہ ان رسول اللہؐ خرج الی تبوکؐ فاستخلف علیا قال اتخلفنی فی الصبیان والنساء۔ قال الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی۔ مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے روایۃ کی ہے کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے جس پر حضرت علیؑ نے عرض کی۔ کیا حضور مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ آنحضرت

یا علی اما ترضٰے ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰے الا انہ لا نبی بعدی اے علی کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی درجہ حاصل ہے

(بقیہ حاشیہ ص۶۶) نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یہی حدیث صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابیطالب (ص۳۸۵) میں بھی ہے۔ اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی اسی صفحہ میں لکھتے ہیں انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال لعلی لابد ان اقیم او تقیم فاقام علی۔ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ضروری ہے یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ اس پر حضرت علیؑ رہ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی جگہ آپ کا کام کرنے والا اور آپ کے فرائض کا انجام دینے والا اس وقت بھی مسلمانوں میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا ورنہ آنحضرت صلعم گویا حصر کرکے یہ نہیں فرماتے کہ ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ یا تم رہو یا میں ہوں۔ پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال معویۃ لسعد ما منعک ان تسب ابا تراب۔ قال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن لہ رسول اللہ ص فلن اسبہ فذکر ھذا الحدیث وقولہ لاعطین الرایۃ رجلا یحبہ اللہ ورسولہ وقولہ لما نزلت فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم دعا علیا وفاطمۃ والحسن والحسین فقال اللھم ھولاء اھلی امیر معویہ نے سعد صحابی سے دریافت کیا کہ تم علی کو برا کیوں نہیں کہتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت رسولخدا صلعم کی تین حدیثیں مجھے یاد ہیں اس وقت تک مجھ سے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت کو برا کہوں۔ ایک حدیث منزلت۔ دوسری حدیث رایت (جو جنگ خیبر میں آنحضرت نے فرمائی تھی کہ کل میں یہ علم اس بہادر کو دونگا) تیسری یہ کہ جب آیۃ مباہلہ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو بلا کر خدا سے عرض کی کہ اے اللہ میرے اہلبیت بس یہی ہیں۔ پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں واستدل بحدیث الباب علی استحقاق علیؑ للخلافۃ دون غیرہ من الصحابۃ فان ھارون کان خلیفۃ موسٰے اس حدیث منزلت سے اس

جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ سے تھا۔ بس فرق صرف اسی قدر ہو گا کہ میرے بعد کوئی

(بقیہ حاشیہ ص۶۷) بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کو خلافۃ کا حق نہیں تھا۔ اس کے مستحق صرف حضرت علیؑ تھے۔ اس لئے کہ حضرت ہارون بھیؑ حضرت موسٰےؑ کے خلیفہ تھے (فتح الباری جلد ۳ ص۲۸۷) علامہ ابن حجر کے اس قول سے ثابت ہوا کہ علماء اسلام اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر حضرت علیؑ کی خلافۃ بلا فصل متحقق ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم کے بعد ہی خلافۃ کا حق حضرت علیؑ کو تھا نہ کسی اور شخص کو۔ یہ دلیل اتنی مضبوط ہے کہ علامہ ابن حجر نے بھی خود اس سے اختلاف نہیں کیا نہ اسکے رد کرنے کی کوشش کی۔ البتہ دوسروں نے اس کے متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا اس کو علامہ ممدوح اس طرح نقل کرتے ہیں واجیب بان ھارون لم یکن خلیفۃ موسےٰ الا فی حیاتہ لا بعد موتہ لانہ مات قبل موسےٰ باتفاق حضرت علیؑ کی خلافۃ پر اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس کا جواب بعض لوگوں نے اس طرح دیا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسٰےؑ کے خلیفہ انکی زندگی ہی میں تو تھے۔ ان کے بعد نہیں تھے۔ اس لئے کہ جناب ہارونؑ حضرت موسٰےؑ سے پہلے انتقال کر گئے جس پر سب کا اتفاق ہے (ص۳۸۸)۔ علامہ ابن حجر نے اجیب کا لفظ کہکر گویا بتایا کہ یہ جواب نہایت لغو اور قابل مضحکہ ہے اسی وجہ سے ممدوح نے جواب دینے والوں کا نام بھی ذکر نہیں کیا اور اجیب کہکر نقل کر دیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو قول بہت کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے اس کے قائل کا نام نہیں لکھتے بلکہ قیل (کہا گیا ہے) یا اجیب (جواب دیا گیا ہے) وغیرہ سے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ غرض ان وجوہ سے اس جواب کا نا قابل التفات ہونا واضح ہے اور استدلال مذکور اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ حدیث منزلۃ تفسیر حدیث سیرۃ اور تاریخ کی بے حد و حساب کتابوں میں مرقوم ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس کو اور زیادہ شاندار الفاظ میں نقل کیا ہے کہ فقال لہ اما ترضےٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسےٰ الا انہ لیس نبی بعدی۔ انہ لا ینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارون کو حضرت موسےٰؑ سے تھا وہی درجہ تم کو بھی مجھ سے ہے۔ فرق صرف

شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ غرض حضرت رسولخدا صلعم تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے

(بقیہ حاشیہ صـ۶۸) اس قدر ہے کہ میرے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صـ۲۶۱) اور علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے فقال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسےٰ الا النبوۃ وانت خلیفتی اے علی تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل رہے جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسےٰؑ سے حاصل تھا سوا اس کے کہ تم کو نبوت نہیں ملے گی۔ اور میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الامۃ صـ۱۲) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے قال رسول اللہ حین خلفنی علی المدینۃ خلفتک لتکون خلیفتی حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں تم کو اس لئے چھوڑ کر جاتا ہوں کہ تم ہی میرے خلیفہ رہو (کنز العمال جلد ۶ صـ۴۰۲) اور امام حاکم نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا فان المدینۃ لا تصلح الا بی او بک اے علی مدینہ کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہیگی یا تمہارے رہنے سے (کسی تیسرے کی حکومت سے نہیں) (مستدرک جلد صـ) ان عبارتوں کے کسی لفظ سے نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو اپنے اہل وعیال پر خلیفہ مقرر کیا تھا۔ خود حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرتؐ نے آپ کو اپنے اہل وعیال کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو حضرت ضرور یہ جواب دیتے کہ ہاں میں تم کو اپنے لڑکوں اور عورتوں ہی کی نگرانی اور حفاظت کے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ لیکن کسی کتاب سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہو بلکہ ارشاد کیا کہ تم اس سے کیا خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارونؑ کو حضرت موسےٰؑ سے تھا وہی تم کو مجھ سے حاصل رہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء کا آخری فقرہ کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" اس بحث پر پوری روشنی ڈال رہا ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ آنحضرت صلعم نے جو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ محض اس وقت یا صرف

نکلے اور مقام تبوک میں پہونچے۔ مگر یہاں معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم آنحضرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) غزوہ تبوک کے موقع ہی پر نہیں تھا بلکہ دائمی تھا کہ آنحضرت صلعم جب بھی کہیں جائیں تو حضرت علیؑ ہی آپ کے خلیفہ ہوں (چنانچہ ہجرت کے موقع پر بھی آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ میں حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ معین فرمایا اور حکم دیا کہ حضرتؐ کی جگہ سوئیں اور حضرتؐ کے قرضوں اور امانتوں کو ادا کریں) اور آنحضرت صلعم کی حدیث کا آخری جملہ انہ لا نبی بعدی (بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا) ہمارے اس دعوے کی پوری تائید کرتا ہے کہ اے علیؑ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو تم ہی نبی بھی ہوتے اور میرے خلیفہ بھی رہتے۔ جیسے حضرت ہارونؑ کو دونوں مرتبہ (نبوت اور حضرت موسیٰؑ کی خلافت) ملے تھے۔ مگر چونکہ نبوت مجھ پر ختم ہو گئی ہے تو میرے بعد صرف میری خلافت کا درجہ تمہیں حاصل رہیگا۔ غرض اگر آنحضرتؐ کا مقصود صرف آپکی زندگی میں جناب امیرؑ کا خلیفہ ہونا رہتا تو حضرتؐ لا نبی بعدی نہیں فرماتے مگر حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کو صرف اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اپنے بعد کے لئے بھی اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ اس وجہ سے اپنے بعد کی حالت واضح فرمائی کہ اے علی تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے مگر میرے بعد نبی نہیں ہو گے۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جناب ہارونؑ کو بھی حضرت موسیٰؑ کی خلافت آپ کے اہل و عیال میں نہیں بلکہ حضرت کی کل امت میں حاصل تھی۔ ارشاد باری ہے۔ قال موسے لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی و اصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی جناب ہارونؑ سے فرمایا کہ میری امت میں تم میرے خلیفہ رہنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں سے نہ ہونا (پارہ ۹۔ سورہ اعراف آیۃ ۱۴۲)۔ حدیث میں حضرت ہارون مشبہ بہ ہیں اور اُن کو حضرت موسیٰؑ کی خلافت حضرتؐ کی امت میں حاصل تھی تو حضرت علیؑ کو بھی جو مشبہ ہیں حضرت رسولخدا صلعم کی خلافت حضرتؐ کی امت ہی میں حاصل ہوئی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت ہارونؑ تو حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں مر گئے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد کی خلافت آپکو ملی ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ

نے بیس دن تک وہاں قیام فرمایا۔ دومۃ الجندل میں جو دمشق سے پانچ منزل پر ہے ایک عربی سردار جس کا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر رہتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے

(بقیہ حاشیہ صنٗ) کو بھی آنحضرت صلعم کے بعد حضرتؑ کی خلافۃ نہیں ملنی چاہیئے تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن مجید سے حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ کی خلافت کا استحقاق علے الاطلاق بغیر کسی زمانہ کی تخصیص کے حاصل ہوا۔ لہذا اگر جناب ہارونؑ حضرت موسٰےؑ کے بعد زندہ رہتے تو یقیناً وہی خلیفہ ہوتے اور کوئی دوسرا شخص اس جگہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کا ارشاد حضرت علیؑ کی خلافۃ کے متعلق خلافۃ علے الاطلاق ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی زمانہ کی تخصیص اور تحدید نہیں کی۔ بلکہ غیر موقت فرمائی تو بے شبہ آنحضرتؐ کے انتقال پر بھی حضرت علیؑ ہی خلیفہ رسولؐ تھے اور آپ کے رہتے کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں جس طرح حضرت موسٰےؑ کے سامنے جناب ہارونؑ انتقال کر گئے۔ اسی طرح اگر حضرت رسولخدا صلعم کے سامنے جناب امیرؑ بھی رحلت فرما جاتے تو البتہ دوسرا شخص آنحضرتؐ کا خلیفہ ہو سکتا۔ اس کو یوں سمجھیئے کہ جب خدا نے جناب ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور جناب ہارونؑ حضرت موسٰےؑ کی زندگی میں نہ انتقال کرتے بلکہ آپ کے بعد زندہ رہتے تو کیا آپ کے سوا کوئی شخص حضرت موسٰےؑ کا خلیفہ ہوتا اور اسکی خلافۃ صحیح سمجھی جاتی؟ غالباً ہر شخص اس کا جواب یہی دیگا کہ نہیں جناب ہارونؑ کے رہتے دوسرا شخص حضرت موسٰےؑ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا تھا پس اسی طرح حضرت علیؑ کے رہتے حضرت رسولخداؐ کا خلیفہ بھی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ مختصر یہ کہ جملہ لا نبی بعدی واضح کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کے جس مرتبہ کی خوشخبری حضرت رسولخدا صلعم دے رہے ہیں اس کا تعلق آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد والے زمانہ سے ہے (ورنہ یہ جملہ بے ضرورت ہو کر مہمل اور لغو کلام ہو جاتا جس سے حضرت رسولخدا صلعم کی ذات کہیں ارفع و اعلےٰ ہے) بس مطلب ہوا کہ اے علیؑ جس طرح حضرت موسٰےؑ کے خلیفہ جناب ہارون تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی میرے خلیفہ رہو گے مگر تم نبی نہیں ہو گے کیونکہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا

خالد کو چارسو کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خالد نے اسکو گرفتار کیا اور وہ آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان تمام واقعات میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۲)

واقعہ عقبہ جب حضرت رسول خدا صلعم غزوہ تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لارہے تھے عقبہ ذی شق کا واقعہ پیش آیا۔ جب آنحضرت صلعم اس گھاٹی پر پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ خوب اندھیری چھائی تھی۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ ایک منادی پکار کر کل ساتھیوں سے کہدے کہ جب تک حضرت رسولؐ اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں کوئی شخص اس پر نہ جائے۔ اس اعلان کے بعد حضرتؐ اونٹ پر سوار آگے بڑھے۔ ایک صحابی حذیفہ بن الیمان حضرت

(بقیہ حاشیہ ملے) گیا ہے اور روایۃ کا یہ جزو کہ "لاینبغی ان اذھب الاوانت خلیفتی یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" بھی عام ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو یا دنیا سے جاتا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے مدینہ سے جانے کی کوئی خصوصیت ذکر نہیں کی۔ ان تمام وجہوں سے ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علی جب کبھی میں تم کو چھوڑ کر کہیں جاؤں گا تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اٹھوں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے ان ارشادات کے خلاف کوئی بات نہیں فرمائی۔ اس وجہ سے یہ یقینی ہے کہ حضرتؐ کا یہ قول بھی منسوخ نہیں سمجھا جا سکتا اور آنحضرتؐ کے بعد ان سب منصوصات کا تعلق ویسا ہی قائم رہا جیسا آنحضرتؐ کی زندگی میں تھا۔ بعض یورپین مورخین (مثلاً ایرونگ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث منزلت کا مطلب یہی تھا اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرتؐ نے طے کرلیا تھا کہ حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کریں۔ اس موقع کے متعلق یہ چند شعر بھی کہے گئے ہیں ؎

علیؑ را چنیں گفت خیر الانام | کہ اے کردہ در کار دیں اہتمام
ترا از من آں منزلت شد پدید | کہ نسبت ز ہارون بہ موسیٰ رسید
مگر آنکہ نبود پس از من نبی | نبوت ز مردم شود اجنبی

(حبیب السیر)

کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اس اثنا میں بجلی چمکی تو اسکی روشنی میں ۱۲ یا ۱۴ اسوار کو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی سواری کیطرف بڑھے اور چاہا کہ حضرتؐ پر حملہ کرکے آپ کو ہلاک کردیں۔ یہ کل منافقین صحابہ سے تھے مگر خدا نے جناب جبرئیلؑ کو بھیجکر آنحضرت صلعم کو ان دشمنوں کے ارادہ سے مطلع کردیا اور حضرتؐ ان کے شر سے محفوظ رہے (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ وغیرہ) ؎ افسوس مورخین نے

؎ حضرت رسولخدا صلعم نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتادیئے تھے مگر تاکید کردی تھی کہ ان کو پوشیدہ رکھنا اور ان صحابہ کو فضیحت نہ کرنا لیکن معلوم نہیں کیوں حضرت عمر کو اسکی خاص فکر ہوئی کہ ان لوگوں کے نام معلوم کریں۔ آپ کو خوف ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے شاید مجھکو بھی انھیں لوگوں میں نہ سمجھا ہو جو حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے چندگاہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ می آمد و اوراسوگند می داد کہ در آں زمان کہ آں سرورؐ ذکر منافقان می کرد عمر را دراں میان ذکر کرد۔ کئی مرتبہ حضرت عمر جناب حذیفہ کے پاس آتے اور پوچھتے رہے کہ اُس زمانہ میں رسولخدا صلعم نے جن منافقوں کا ذکر کیا تھا انمیں کیا عمر کا نام بھی لیا تھا؟ (معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۳۰۲ وغیرہ) مگر حذیفہ برابر ٹالتے رہتے تھے۔ آخر حضرت عمر کو خود ہی اس بات کا اقرار کرنا پڑا علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔ من روایتہ قول عمر یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین زید بن وہب جو تابعین کے سب سے جلیل الشان لوگوں اور ان کے معتمد علیہ حضرات میں ہیں روایت کرتے تھے کہ حضرت عمر نے خود فرمایا اے حذیفہ خدا کی قسم میں بھی منافقین سے ہوں (میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وہب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶) حضرت ممدوح کا اس قسم کا قول متعدد کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک اور موقع کی حالت ممدوح خود اس طرح بیان کرتے تھے:۔ عن عمر بن الخطابؓ قال نصب رسول اللہؐ علیا علما فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شھیدی علیھم۔ قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی عمر لقد عقد رسول اللہؐ عقدا لا یحلہ الا منافق فاحذر ان تحلہ

ان لوگوں کا نام درج نہیں کیا جن کا ذکر آنحضرت صلعم نے کیا تھا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صـ۷۳) قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح قال نعم یا عمر انہ لیس من ولد آدم لکنہ جبرئیل اراد ان یؤکد علیکم ما قلتہ فی علی۔ حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ کو بطور امام و پیشوا مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ جس کا میں مولا تھا اب اس کے مولا علی ہیں۔ اے خدا جو ان کو اپنا مولا سمجھے اس کو تو دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ جو ان کو چھوڑے اس کو تو بھی چھوڑ دے اور جو انکی مدد کرے اسکی تو بھی مدد کر۔ اے اللہ اس بات میں تو میرا ان لوگوں پر گواہ رہنا حضرت عمر کہتے تھے کہ اس وقت میرے بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبو دار جوان تھا اس نے مجھ سے کہا اے عمر حضرت رسولخداؐ نے ایک ایسی گرہ باندھ دی ہے جس کو وہی شخص کھول دیگا جو منافق ہوگا۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس خلافت کی گرہ کھولنے کا بار نہ اٹھاؤ حضرت عمر کہتے تھے کہ یہ سنکر میں حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے خدا کے رسولؐ جب آپ علیؑ کے بارے میں وہ حکم دے رہے تھے تو میرے بغل میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو والا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں اے عمر دیکھے بھی معلوم ہے لیکن وہ آدمی نہیں بلکہ جناب جبرئیل تھے انھوں نے چاہا کہ میں نے علیؑ کی خلافت کے بارے میں جو کہا ہے اس کے متعلق تم پر تاکید کر دیں (مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی مطبوعہ بمبئی صـ۱۶) اور جناب محقق دہلوی شیخ عبدالحق صاحب اپنی قابل قدر کتاب میں لکھتے ہیں قیل لحذیفۃ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر۔ قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہ فنام علی راحلتہ فسمعت اناسا منھم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فاندقت عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت ارفع صوتی فانتبہ فقال من ھذا قلت حذیفۃ۔ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عدد اسمائھم۔ ھم منافقون لا تخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہ باسماء المنافقین الذین ھموا بہ لیلۃ

منافقین وہی تھے جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ہر غزوہ میں جاتے تھے لیکن نہ جہاد کرتے نہ کسی کافر کو قتل یا گرفتار کرتے بلکہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔

مسجد ضرار کا ہدم غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت مسجد ضرار کے ڈھوانے کا واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص ابو عامر نے مدینہ کے منافقین کو آمادہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک مسجد بناؤ کہ ہم لوگ اپنے امور اس میں انجام دیں۔ ان لوگوں نے ایک بہت مضبوط مسجد طیار کرلی۔ جب حضرتؐ غزوہ تبوک کے لئے جانے لگے تو ان منافقوں نے دھوکے کے طور پر عرض کی کہ آپ اس نئی مسجد میں نماز پڑھا دیں تو یہ مقبول ہو جائے حضرتؐ نے فرمایا اس وقت تو میں ایک مہم پر جا رہا ہوں جب حضرتؐ واپس ہوئے تو ان منافقین نے پھر درخواست کی کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس مسجد میں ایک دفعہ نماز پڑھ لیجئے۔ اسی وقت جناب جبرئیل یہ آیت لائے والذین اتخذوا مسجداً ضراراً۔ اس پر آنحضرت نے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۴) العقبة غیر حذیفة۔ لوگوں نے حذیفہ سے پوچھا کہ تم کو منافقین کا حال کیسے معلوم ہو گیا؟ حالانکہ ابوبکر و عمر کو نہیں معلوم ہوا۔ انھوں نے کہا شب عقبہ میں رسولؐ کی سواری کے پیچھے چلتا تھا اور حضرتؐ کو نیند آ گئی تھی تو میں نے سنا کہ کچھ صحابہ کہتے ہیں آؤ ہم لوگ رسولؐ کو اونٹ سے گرادیں کہ انکی گردن ٹوٹ جائے اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھ سے نجات ملے۔ یہ سنکر میں ان کے درمیان پہونچ گیا اور زور زور سے باتیں کرنے لگا جس پر حضرتؐ بیدار ہو گئے۔ پوچھا کون! میں نے عرض کی حذیفہ۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے سب کے نام بتائے۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ سب منافق ہیں مگر تم کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ اور نافع کہتے تھے کہ رسول خدا صلعم نے حذیفہ کے سوا اور کسی صحابی کو ان منافقین کے نام نہیں بتائے جنھوں نے شب عقبہ میں حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ وکان عمر یسأل حذیفة عن حدیث العقبة ویسأله عن علامات النفاق هل یری فیه شیئا منها حضرت عمر جناب حذیفہ سے عقبہ کی حدیث پوچھا کرتے اور یہ بھی پوچھتے کہ اے حذیفہ مجھ میں بھی تم نفاق کی کوئی علامت پاتے ہو (اسماء الرجال قلمی بوفق، ہ) یہ عجیب نہایت عجیب بات ہے کہ حذیفہ سے اس قدر اصرار کرنے پر بھی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اے عمر رسول خدا صلعم نے منافقین میں آپکا نام نہیں لیا تھا اور آپ میں منافقین کی علامت بھی نہیں ہے ۱۲

مالک اور معن بن عدی کو بھیجا ان دونوں نے جاکر اس مسجد ضرار کو گرادیا اور وہ جگہ برباد کر دی گئی۔ اس خدمت میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی شرکت کا پتا نہیں ملا (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

وادی الرمل سریہ[ا] ایک شخص نے حضرت رسول خدا صلعم سے آکر عرض کی کہ وادی الرمل میں کچھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ اصحاب صفہ سے ایک جماعت طیار ہوئی کہ ہم جاکر ان کا تدارک کریں۔ آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔ حضرت ابوبکر کو علم ملا اور لشکر کی سرداری عنایت ہوئی آپ اس فوج کے ساتھ دشمنوں کی طرف گئے۔ وہ سب ایک وادی میں تھے حضرت ابوبکر نے ان کے قریب پہونچکر چاہا کہ وادی کے اندر پہونچ جائیں اور ان پر قبضہ کرلیں مگر مخالفین دفعتہً باہر نکل پڑے اور اس زور کی جنگ شروع کردی کہ حضرت ابوبکر کو سخت شکست ہوگئی بہت سے مسلمان مارے گئے اور باقی لوگ بھاگ کر مدینہ واپس آگئے۔ تب آنحضرت صلعم نے حضرت عمر کو علم دیکر اور فوج کا سردار بنا کر بھیجا۔ جب ممدوح اس وادی کے قریب پہونچے تو دشمنوں نے کمینگاہ سے نکلکر مسلمانوں پر پھر زور کا حملہ کیا۔ اہل سلام کسی طرح مقابلہ نہ کرسکے اور پھر سب کے سب شکست کھاکر مدینہ واپس آئے۔ اس کے بعد عمرو عاص نے خواہش کی کہ حضور مجھے حکم ہو کہ جاکر مکر و فریب سے ان کا کام تمام کروں۔ آنحضرت راضی ہوگئے اور مسلمانوں کو اس کے ماتحت کرکے پھر وادی الرمل کیطرف روانہ کردیا۔ یہ سب گئے لڑائی ہوئی مگر حضرت اول و دوم کیطرح یہ بھی شکست کھاکر واپس آئے۔ اس دفعہ بھی کئی مسلمان مارے گئے۔ جب اس طرح کئی روز تک مسلمانوں کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ اہل اسلام کا معاملہ نازک اور دشمنوں کا دل قوی ہوگیا تو آنحضرتؐ کو تردد ہوا۔ آخر حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو علم عنایت فرماکر اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ کرکے روانہ کیا پھر آسمان کیطرف ہاتھ اُٹھاکر حضرتؐ کے لئے دعا کی اور مسجد احزاب تک رخصت کرنے کو تشریف لے گئے۔ اس دفعہ حضرت ابوبکر و عمر و عمرو عاص بھی جناب امیرؑ کے ماتحت بھیجے گئے اور ان سب کو حکم دیا گیا کہ سب علیؑ کی اطاعت کریں۔ جناب امیرؑ نئی راہ سے روانہ ہوئے اور جب وادی الرمل کے قریب پہنچا

[ا] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہی سریہ ذات السلاسل ہے جو ۸ھ ہجری میں ہوا تھا اور جس کا ذکر صفحہ ۵۵ میں ہوچکا ۱۲

تب اُس طرف مڑ گئے حضرتؑ نے کمال احتیاط برتی کہ دشمن کسی طرح قابو سے باہر ہو جائے رات بھر چلتے اور صبح ہوتے ہی کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ جب دشمنوں کے قریب پہونچ گئے تو حکم دیا کہ فوج بہت آہستہ آہستہ چلے اور خود آگے بڑھے ان تدابیر سے عمرو عاص کو اندازہ مل گیا کہ اس دفعہ ضرور مسلمانوں کی فتح ہوگی اور حضرت علیؑ کامیاب ہو کر واپس ہونگے جس سے ہم لوگوں کی اور ذلت ہوگی اس وجہ سے حضرت ابو بکر و عمر کو بہکانے لگا کہ اس راہ میں بڑے بڑے خطرے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ وادی کے اوپر سے دشمنوں پر رات کے وقت حملہ کر دیں۔ اس کا جادو حضرت ابو بکر و عمر پر چل گیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہاں تمہاری رائے درست ہے۔ پھر دونوں صاحبوں نے حضرت علیؑ سے اس تجویز کو پیش کر کے کہا کہ اس کے مطابق جنگ کیجائے۔ مگر جناب امیرؑ اس چالاکی کو سمجھ گئے اور انکار کر دیا۔ تب عمرو عاص نے فوج والوں کو بھڑکانا چاہا اور کہا کہ تم لوگ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالو۔ وادی کے اوپر سے چلو کہ وہ محفوظ راہ ہے مگر لشکر نے جواب دیا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ہم لوگوں کو حضرت علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا ہے ہم اس کے خلاف کیونکر کریں۔ غرض جناب امیرؑ نے جو راہ اختیار کی تھی اسی پر چلے جاتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر پہونچ گئے اور ان کو ہر طرح زیر کر دیا سب کے سب شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور جناب امیرؑ فتح کی خوش خبری لیکر واپس ہوئے۔ جب آنحضرتؐ کو آپ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لئے تشریف لیچلے جب جناب امیرؑ نے حضرتؐ کو دیکھا تو سواری سے اُتر پڑے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی سوار ہو کہ خدا اور اس کے رسول تم سے راضی ہیں۔ جناب امیرؑ اس ارشاد پر مارے خوشی کے رونے لگے۔ اس موقع پر بعض مورخین نے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

چنیں گفت آں روز خیر الانامؐ　　　کہ اندیشہ دارم ز بعضے مہام
وگرنہ حدیثے ز قدر علیؑ　　　ہمی گفتم از غایت یکدلی
کہ ہر کہ کردے ز امت گزر　　　نہادے بجائے قدمہاش سر
ز خاک قدمہاش بر داشتے　　　ازاں آبروے وگرد اشتے

(حبیب السیر مدارج النبوۃ وغیرہ)، بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد غزوۂ تبوک عمرو بن معدی کرب نے یمن میں فساد کیا۔

اسکی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کی ماتحتی میں ایک فوج اسکی سرکوبی کے لئے یمن کیطرف بھیجدی اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دونوں لشکر یکجا ہوں تو دونوں کے سردار حضرت علیؑ ہی رہیں حضرت علیؑ نے اپنی فوج کا ہراول خالد بن سعید بن عاص کو اور خالد بن ولید نے اپنی فوج کا ہراول ابو موسے اشعری کو مقرر کیا۔ آگے بڑھنے پر وہ لوگ جن کے لئے خالد بھیجے گئے تھے دو فرقے ہو گئے۔ ایک یمن کیطرف چلا گیا اور دوسرا ابو زبید سے مل گیا۔ حضرت علیؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو خالد کو پیغام بھیجا کہ جہاں تک پہونچے ہو وہیں ٹھہرے رہو مگر وہ نہ مانے تو آپنے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کی طرف بڑھو۔ خالد بن سعید ادھر بڑھے راستے میں حضرت علیؑ بھی آگئے اور خالد کو نافرمانی پر ملامت کی پھر عمرو بن معدی کرب کیطرف حملہ آور ہوئے۔ عمرو جناب امیرؑ کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا بھاگ کھڑا ہوا۔ تب جناب امیرؑ نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں مقرر کر دیا اور خود مدینہ واپس آئے۔ اس موقع پر بھی حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کے بارے میں فرمایا انه منی وانا منه (روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ) اس واقعہ میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا۔

جناب امیرؑ یمن کو

سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کو ملک یمن بھیجا آپ سے پہلے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو وہاں روانہ کیا تھا کہ اہل یمن کو اسلام کیطرف بلائیں۔ وہ گئے بہت کوشش کی مگر کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ مورخین نے تصریح کر دی ہے اقام علیہ ستة اشھر لا یجیبونه الی شئ۔ خالد یمن میں چھ مہینہ تک رہے اور وہاں والوں کو اسلام کیطرف بلاتے رہے مگر کسی نے کچھ بھی نہیں سنا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اس کے ساتھ سے جسکو چاہیں معزول کر دیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے وہاں پہونچکر اہل یمن کو آنحضرتؐ کا نامہ سنایا فاسلمت همدان كلها فی یوم واحد فكتب بذلك الی رسول الله فقال السلام علی همدان ثم تتابع اهل الیمن علی الاسلام وكتب بذلك الی رسول الله فسجد شكرا لله تعالی جس وقت جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کا خط پڑھ کر

والوں کو سنایا (اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی) تو (یہ اثر ہوا کہ) ایک ہی دن میں پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ جناب امیرؓ نے اس کامیابی کی خوش خبری جناب رسول خدا صلعم کو لکھ بھیجی۔ حضرتؐ کو بھی اس سے اتنی مسرت ہوئی کہ فرمایا قبیلۂ ہمدان پر سلام ہو۔ اس کے بعد اہل یمن پے درپے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کو اس بات کی خبر بھی لکھ بھیجی۔ جب آنحضرتؐ نے یہ سُنا تو مارے خوشی کے درگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور بار بار فرمایا۔ السلام علے ھمدان السلام علے ھمدان قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ قبیلہ ہمدان پر سلام ہو[1] اس وقت بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں ملا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ قال کعب الاحبار لما قدم علی الیمن لقیتہ فقلت لہ اخبرنی عن صفۃ رسول اللہ فجعل یخبرنی عنھا وجعلت ابتسم۔ فقال لی مم تبتسم۔ قلت مما یوافق ما عندنا فی صفتہ۔ وقلت ما یحل وما یحرم۔ فاخبرنی۔ فقلت ھو عندنا کما وصفت وصدقت برسول اللہ ص وآمنت بہ ودعوت من قبلنا من الاحبار واخرجت الیھم سفرا قلت ھذا کان ابی یختمہ علی ویقول لا تفتحہ حتے تسمع بنبی یخرج بیثرب قال فاقمت علے اسلامی بالیمن۔ کعب الاحبار بیان کرتے تھے کہ جب حضرت علیؓ یمن میں تشریف لائے تو میں حضرتؑ سے ملا اور عرض کی کہ آپ مجھ سے رسول اللہؐ کی صفت بیان کریں حضرت علی بیان کرتے جاتے اور میں مُسکراتا جاتا تھا۔ اس پر حضرتؑ نے پوچھا کہ کس بات پر تم تبسم کرتے ہو۔ میں نے کہا یہ دیکھکر کہ آپ جو کچھ بیان کرتے ہیں یہ سب ان اوصاف کے مطابق ہے جو ہماری کتابوں میں حضرتؐ کے متعلق لکھے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا حلال باتیں کیا ہیں اور حرام کیا ہیں۔ حضرت علیؑ نے یہ سب بھی اچھی طرح بیان کر دیں میں نے کہا یہ سب بھی بالکل اس کے مطابق ہیں جو ہماری کتابوں میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت رسول خدا صلعم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ پھر میرے ملنے والے جو علماء یہود تھے۔ ان سب کو اسلام کی طرف بلایا اور ایک کتاب نکال کر انکو دکھائی اور کہا کہ میرے والد نے یہ کتاب مہر کر کے مجھے دی تھی اور کہا تھا کہ اس کو کبھی نہ کھولنا البتہ جب سننا کہ مدینہ میں کوئی نبی آئے ہیں تب اس کو کھول کر اس پر عمل کرنا۔ غرض میں

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۷۳۲ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ وغیرہ

مسلمان ہوکر یمن ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت رسولخدا صلعم نے انتقال فرمایا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص۱۶۱) حضرت رسولخدا صلعم کے کل غزوات و سرایا کے حالات کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا جو مشہور اور مہتم بالشان تھے ان کا مختصر ذکر کیا گیا۔ مگر افسوس حضرت ابوبکر کا کوئی قابل فخر کام کسی غزوہ یا سریہ میں نہیں مل سکا۔ اکثر میں تو آپ کے شریک ہونے بہ عافیت موجود رہنے اور بسلامتی واپس تشریف لانے کے سوا کوئی خدمت ملتی ہی نہیں ہے اور بعض دفعہ آپکو جہاد کا موقع دیا گیا تو حکم قضا و قدر سے آپکو کامیابی نہ ہوسکی۔

فضائل جہاد و مجاہدین

چونکہ مذہب اسلام اور اس کے قبول کرنے والوں کے مخالف مشرکین و یہود و نصاریٰ عرب سب ہی تھے اور وہ اس دین کے مٹانے کی پوری کوشش کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس کی حفاظت نہایت ضروری تھی۔ اسی سبب سے خدا نے ہر مسلمان پر جہاد کرنا (یعنی دشمنوں کے حملوں کو روک کر اسلام و مسلمین کو بچانا) واجب اور اس فریضہ کو بھی مثل نماز روزہ کے اہم قرار دیا اس لئے کہ اگر مسلمان اپنے دشمنوں سے جہاد نہ کرتے تو نہ وہ دنیا میں رہ سکتے نہ اسلام باقی رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ تم لوگ جہاد کرو۔ لڑو۔ قتال کرو۔ مثلاً

قرآن مجید میں تاکید جہاد

ارشاد باری ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ اگرچہ یہ تم پر شاق ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز (جہاد) کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا ہی ہے مگر تم نہیں جانتے (پ ۲ رکوع ۱۰) وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اے مسلمانو! خدا کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ خدا ضرور سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (پ ۲ رکوع ۱۶) فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ پس جو لوگ دنیا کی زندگی (جان تک) آخرت کے واسطے دے ڈالنے کو

موجود ہیں ان کو خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہیئے۔ اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر شہید ہوا تو۔ یا غالب آیا تو (دونوں حالتوں میں) ہم عنقریب ہی اس کو بڑا اجر عطا فرمائینگے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ الآية مسلمانو تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو (پ۵ ع ۷) فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا خدا کی راہ میں جہاد کرو اور تم اپنی ذات کے سوا اور کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور ایمانداروں کو جہاد کی ترغیب دو عنقریب خدا کافروں کی ہیبت روک دیگا اور خدا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے اور اسکی سزا بہت سخت ہے (پ۵ ع ۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے تقرب کے ذریعہ کی جستجو میں رہو اور اسکی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (پ۶ ع ۹) وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً الآية اور مشرکین جس طرح تم سے سب کے سب ملکر لڑتے ہیں تم بھی اسی طرح سب کے سب مل کر اُن سے لڑو (پ۱۰ ع ۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً۔ اے ایمان والو کفار سے جو لوگ تمہارے قریب کے ہیں اُن سے لڑو اور اس طرح لڑو کہ وہ لوگ تم کو اپنے لئے سخت پائیں (پ۱۱ ع ۵) وَجَاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ اور جو حق جہاد کرنے کا ہے ویسا ہی جہاد خدا کی راہ میں کرتے رہو (پ۱۷ ع ۱۷) فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا پس جب تم کافروں سے بھڑو تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انھیں زخموں سے چور کر ڈالو تو انکی مشکیں کس لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھکر چھوڑ دو یا معاوضہ لیکر رہا کر دو یہاں تک کہ جنگ کا خاتمہ ہو جائے (پ۲۶ ع ۵) اسی طرح بہت کثرت سے آیات ہیں جن سے جہاد کا وجوب واجبات ہونا واضح ہوتا ہے۔

فضائل جہاد کی چند حدیثیں جہاد کے فضائل میں حدیثیں بھی بہت ہیں مثلاً جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان فی الجنة مائة درجة

اعدھا اللہ للمجاھدین فی سبیل اللہ۔ بہشت میں سو درجے ہیں جو خدا نے
ان لوگوں کے لئے مہیا کر رکھے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (صحیح بخاری پ۱۱
ص۴۹) مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ
لا یفتر من صیام ولا صلوۃ حتی یرجع المجاھد فی سبیل اللہ۔ جو شخص خدا کی راہ میں
جہاد کرتا ہے اسکی مثال اس شخص کی ہے جو روزہ رکھنے والا شب بھر عبادت خدا کرنے والا
اور برابر آیات خدا کی تلاوت کرنے والا ہو جو اپنے روزوں اور نمازوں سے نہیں تھکتا
یہاں تک کہ جہاد کرنے والا لڑ کر اپنی جگہ واپس آجائے (مشکوۃ شریف جلد ۵ ص۶۹)
قال رسول اللہؐ من مات ولم یغزو لم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من
نفاق جو شخص اس طرح دنیا سے اُٹھے کہ اس نے جہاد نہیں کیا ہو نہ اس کا خیال کیا ہو
وہ ایک طرح منافق مریگا (مشکوۃ جلد ۵ ص۷۷)۔ حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ سب سے
افضل عمل کیا ہے تو حضرتؐ نے فرمایا ایمان لاشک فیہ وجہاد لا غلول فیہ وحجۃ مبرورۃ
وہ ایمان جس میں کبھی شک پیدا ہوا اور وہ جہاد جس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہو اور حج مقبول
(مشکوۃ جلد ۵ ص۸۰) قال رسول اللہ ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف حضرت
رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ یقیناً بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں (ص۸۱) اسکو
بھی آنحضرت صلعم نے اپنی متعدد حدیثوں میں واضح کردیا ہے کہ لوگ جہاد کے لئے جائیں اکی
نیت اگر واقعاً لڑنا اور دشمنوں سے اسلام اور مسلمین کی حفاظت کرنا ہوگی تب وہ مجاہدین
کا ثواب حاصل کرینگے لیکن اگر وہ اور کسی غرض سے شریک ہوئے ہیں تو وہ اس اجر سے
محروم رکھے جائیں گے۔ چنانچہ صاف مرقوم ہے ان رجلا قال یا رسول اللہ رجل
یرید الجھاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضاً من عرض الدنیا فقال النبیؐ لا اجر لہ۔
ایک شخص نے عرض کی کہ اے رسولخداؐ ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا
ہے مگر اسکی غرض دنیا کے مال و اسباب سے کچھ حاصل کرنا ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا اس کو
آخرت کا کوئی اجر نہیں مل سکتا ہے (مشکوۃ جلد ۵ ص۸۰) اس سے واضح ہوا کہ اس زمانہ
میں ایسے لوگ بھی تھے جو جہادوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ جاتے تو تھے مگر نہ لڑتے تھے
نہ کسی کو قتل کرتے تھے۔ بلکہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے

تو ہم بھی حصہ لینے کو حاضر خدمت رہیں۔ وہی حدیث مذکور بالا کے مصداق ہیں۔

چوتھی فصل

جناب سیدہؑ سے شادی کی تمنا اور اس کا نتیجہ

۲ سنہ ہجری میں جناب سیدہؑ کی شادی حضرت علیؑ کے ساتھ بحکم خدا ہوئی مگر اس سے پہلے حضرت ابوبکر و عمر نے اسکی تمنا کی محدثین و مورخین نے لکھا ہے:۔ جاء ابو بکر الی النبیؐ فقعد بین یدیه فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی و قدمی فی الاسلام وانی وانی قال وما ذا قال تزوجنی فاطمة فسکت عنه او قال اعرض عنه فرجع ابو بکر الی عمر فقال هلکت و اهلکت قال و ما ذاک قال خطبت فاطمة الی النبیؐ فاعرض عنی۔ قال مکانک حتی آتی النبیؐ فاطلب مثل الذی طلبت۔ فاتی عمر النبیؐ فقعد بین یدیه فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی و قدمی فی الاسلام وانی وانی قال وما ذاک قال تزوجنی فاطمة فاعرض عنه فرجع عمر الی ابی بکر۔ حضرت ابوبکر جناب رسولؐ کے پاس مقابل بیٹھ گئے اور کہا اے رسولخدا آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے واقف ہیں اور میں ایسا اور ہیں ویسا حضرتؐ نے پوچھا تو پھر؟ کہا یہی کہ فاطمہؑ کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔ اس پر حضرت بالکل خاموش ہو گئے یا انکی طرف سے منہ پھیر لیا یہ (غیظ و غضب)، دیکھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا میں ہلاک ہو گیا۔ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہا میں نے فاطمہؑ سے شادی کا پیغام دیا تو آنحضرتؐ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرت عمر نے کہا اچھا آپ ٹھہریئے میں خود رسولؐ کے پاس جاتا ہوں اور یہی درخواست اپنے لئے کرتا ہوں۔ غرض حضرت عمر جناب رسولخدا صلعم کے پاس پہونچے اور رُو در رُو بیٹھ گئے پھر کہا اے رسولخدا آپ میری بہی خواہی اور اسلام کی حالت سے باخبر ہیں اور میں ایسا اور ہیں ویسا حضرتؐ نے پوچھا تو پھر؟ کہا یہ کہ فاطمہؑ کی شادی آپ مجھ سے کر دیں۔ اس پر بھی حضرتؐ (کو اتنا غصہ اور رنج ہوا کہ آپ) نے انکی طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ تب حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس واپس آئے ۵ل حضرت

۵ل کنز العمال جلد ۷ ص۱۱۳

نے صرف منہ ہی نہیں پھیر لیا بلکہ صاف انکار بھی کیا۔ علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے
خطب ابوبکر یعنی فاطمۃ الی رسول اللہ فابی رسول اللہ فقال عمر انت لھا یا علی
حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے شادی کرنے کی درخواست حضرت رسول کی خدمت میں
پیش کی تو حضرت نے بالکل انکار کر دیا۔ تب حضرت عمر نے کہا اے علی فاطمہ کے لئے تم ہی ہو[له]
حضرت ابوبکر و عمر کی درخواست پر تو حضرت نے ان کا جواب تک دیا یا دیا تو انکار میں اور
انتہائے غصہ میں منہ بھی پھیر لیا لیکن حضرت علی نہ آنحضرت سے درخواست کرتے ہیں نہ پیغام
بھیجتے ہیں اور خود خدا اور رسول کی طرف سے آپکو پیغام دیا جاتا ہے اور آپ قبول کرتے ہیں۔
محدثین نے تصریح کی ہے کہ عن انس بن مالک قال کنت عند النبی فغشیہ الوحی فلما
افاق قال تدری ما جاء بہ جبریل۔ قلت اللہ و رسولہ اعلم۔ قال امرنی ان ازوج
فاطمۃ من علی فانطلق فادع لی ابابکر و عمر و عثمان و علیا و طلحۃ والزبیر و بعدۃ من
الانصار۔ انس بن مالک صحابی کہتے تھے کہ میں حضرت رسول خدا صلعم کے پاس تھا اتنے میں
حضرت پر وحی نازل ہونے لگی۔ جب حضرت اس سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا جانتے
ہو ابھی کیا وحی اتری ہے؟ انس نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کی شادی
علی سے کر دوں۔ تم جا کر ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ فلما اقبل
علی قال لہ یا علی ان اللہ امرنی ان ازوجک فاطمۃ وقد زوجتکھا علی اربعۃ
مائۃ مثقال فضۃ ارضیت۔ قال رضیت یا رسول اللہ۔ قال ثم قام علی
فخر ساجدا شکرا۔ قال النبی جعل اللہ منکما الکثیر الطیب و بارک اللہ فیکما
قال انس فواللہ لقد اخرج منھما الکثیر الطیب۔ جب آنحضرت صلعم کے طلب کرنے پر حضرت
علی آئے تو آنحضرت نے فرمایا اے علی اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کی شادی تمہارے
ساتھ کر دوں۔ اس وجہ سے میں انھیں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ تم کو بھی منظور ہے؟
حضرت علی نے عرض کی ہاں یا حضرت مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علی اپنی جگہ سے اٹھے
اور سجدہ میں گر کر شکر خدا بجا لائے۔ اور حضرت رسول نے دعا دی کہ خدا تم دونوں
سے پاکیزہ نسل کثیر تعداد میں پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم خدا نے دونوں

[له] اسد الغابہ

بزرگوں سے نہایت پاکیزہ اور کثیر تعداد کی نسل ہید کی [1] بعض علماء نے لکھا ہے :۔
اختصه بتزويج سيدة نساء العالمين واخبران ذلك بوحي من الله تعالیٰ وان الله جعل ذرية نبيه فی صلبه ۔ حضرت رسولخدا صلعم نے سیدۃ نساء العالمین کی شادی کے لئے خاص حضرت علیؑ کو اختیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تزویج خود جناب باری کے حکم سے ہوتی ہے اور یہ کہ خدا نے اپنے حبیب رسولخدا صلعم کی ذریت حضرت علیؑ ہی کے صلب میں قرار دی ہے [2] اور شاہ عبدالحق صاحبؒ دہلوی نے لکھا ہے ۔ فرمود یا انس آمد مرا جبرئیل از نزد پروردگار عرش و گفت بدرستی خدائے تعالیٰ امر می کند ترا کہ تزویج کنی فاطمہؑ را با علیؑ ۔ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا خدا آپکو حکم دیتا ہے کہ فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دیجئے [3] آنحضرت صلعم نے حکم خدا کی پابندی میں اس قدر اہتمام فرمایا کہ حضرت علیؑ موجود نہیں تھے اور آنحضرتؐ نے آپ سے غائبانہ نکاح کر دیا ۔ علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں :۔ عن انس بن مالکؓ قال خطب ابوبکر الی النبیؐ ابنته فاطمة فقالؐ یا ابابکر لم ینزل القضاء ثم خطبها عمر مع عدة من قریش کلهم یقول له مثل قوله لابی بکر فقیل لعلی لو خطبت الی النبیؐ فاطمة عسی ان یزوجکها ۔ قال وکیف وخطبها اشراف قریش فلم یزوجها فخطبها فقالؐ قد امرنی ربی بذلک ۔ قال انس ثم دعانی النبیؐ بعد ایام فقال لی یا انس اخرج وادع لی ابابکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان و عبدالرحمان بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحة والزبیر وبعدة من الانصار قال فدعوتهم فلما اجتمعوا عندہ واخذوا مجالسهم وکان علی غائبا فی حاجة النبیؐ فقال النبیؐ الحمد لله المحمود بنعمته المعبود بقدرته المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه وسطوته النافذ امرہ فی سمائه وارضه الذی خلق الخلق بقدرته ومیزهم باحکامه واعزهم بدینه واکرمهم بنبیه محمد ان الله تبارک وتعالیٰ اسمه وعظمته جعل المصاهرة سببا لاحقا وامرا

[1] ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ [2] الریاض المستطابہ [3] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۹۵

مغابرضا او شیح بہ الارحام والزمہ للانام فقال عز من قائل وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا۔ فامر اللہ تعالے یجری الی قضائہ وقضائہ یجری الے قدرہ ولکل قضاء قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔ ثم ان اللہ تعالے امرنی ان ازوج فاطمہ بنت خدیجہ من علی ابن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی ابن ابی طالب۔ ثم دعا بطبق من بسر فوضعہ بین ایدینا ثم قال انھبوا فنھبنا فبینا نحن ننھب اذ دخل علی علی النبی فتبسم النبی فی وجھہ ثم قال ان اللہ امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربع مائۃ مثقال فضۃ ان رضیت بذلک فقال قد رضیت بذلک یا رسول اللہ قال انس فقال النبی جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما کثیرا طیبا۔ قال انس فواللہ لقد اخرج منھما کثیرا طیبا۔ انس بن مالک بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسول ؐ سے درخواست کی کہ جناب فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجیے تو حضرت ؐ نے فرمایا اے ابوبکر خدا کو یہ منظور نہیں ہے۔ پھر حضرت عمر نے درخواست کی انکا جواب بھی حضرت نے وہی دیا جو ابوبکر سے کہا تھا۔ تب لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا اگر آپ حضرت رسو لخدا صلعم سے جناب فاطمہؑ کی خواستگاری کریں تو یقینی ہے کہ حضرت ؐ منظور کر لینگے۔ آپ نے فرمایا جب قریش کے اتنے لوگوں نے خواہش کی اور حضرت ؐ نے انکی درخواست منظور نہیں فرمائی تو مجھے یہ عزت کیوں مرحمت ہو گی لیکن (لوگوں کے اصرار پر) حضرت علیؑ نے دریافت کیا تو حضرت ؐ نے فرمایا ہاں خدا نے تو مجھے اس کا حکم ہی دیا ہے۔ انس بیان کرتے تھے کہ پھر چند دنوں کے بعد حضرت رسو لخدا صلعم نے مجھے بلایا اور فرمایا اے انس جا کر ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ عبدالرحمن۔ سعد۔ طلحہ۔ زبیر اور فلاں فلاں انصاری کو بلالاؤ۔ انس گئے اور سب کو بلا لائے۔ جب یہ لوگ اکٹھے ہو چکے اور اُس وقت حضرت علی غائب تھے۔ کیونکہ آپ حضرت رسول ؐ کی کسی ضرورت سے باہر گئے ہوئے تھے تو آپ کی غیبت ہی میں حضرت رسو لخدا صلعم نے ایک خطبہ نکاح پڑھا اسمیں فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے اپنی لڑکی فاطمہ دختر خدیجہ کی شادی میں علی ابن

ابی طالب سے کردوں۔ پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے چارسو مثقال کے برابر چاندی کا مہر قرار دیکر فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کردیا۔ بشرطیکہ علیؓ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضرتؐ نے کھجور کا ایک طبق منگایا اور ہم لوگوں کے سامنے رکھکر فرمایا کہ لو کھاؤ۔ ہم لوگ کھانے لگے۔ اتنے میں وہاں حضرت علیؓ بھی آگئے۔ آپ کو دیکھکر جناب رسولخدا صلعم خوش ہوگئے اور فرمایا اے علیؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم راضی ہو تو میں فاطمہؓ کی شادی تمہارے ساتھ چارسو مثقال چاندی کے مہر پر کردوں۔ حضرت علیؓ نے عرض کی یا حضرتؐ مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد حضرت رسولخدا صلعم نے دعا کی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان میل رکھے۔ تم لوگوں پر اپنی برکتیں نازل کرے اور تم دونوں سے بکثرت اور طیب و طاہر نسل پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم (رسولؐ کی دعا مقبول ہوئی اور) ان دونوں حضرات سے خدا نے پاکیزہ اور بکثرت نسل پیدا کی (مرقاۃ شرح مشکوۃ مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۵۷۵)۔ بہت سی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اس موقع پر ایک خطبہ پڑھا جو حسب ذیل ہے:۔ الحمد للہ شکرا لانعمہ وایادیہ۔ واشھد ان لا الہ الا اللہ شہادۃ تبلغہ وترضیہ۔ الحمد للہ الذی لا یموت۔ وھذا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زوجنی ابنتہ علے صداق مبلغہ اربعمائۃ درہم فاسمعوا مایقول واشھدوا (سیرۃ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۹ وسیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)۔ بڑی حیرت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے درخواست کی تو حضرتؐ نے مُنہ پھیر لیا[۱] یا جواب دیا تو انکار میں یا یہ فرمایا کہ انتظر بھا القضاء۔ فاطمہؓ کی شادی کے بارے میں مجھے حکم خدا کا انتظار ہے (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ وسیرۃ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۲ وغیرہ) لیکن حضرت علیؓ کے بارے میں یہ عذر نہیں کیا بلکہ فوراً منظور کرلیا بلکہ اکثر محققین کی تصریح کے مطابق خود ہی جناب فاطمہ کا نکاح حضرتؓ کے ساتھ پڑھ دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے یہی حکم دیا ہے

[۱] یہ معمول ہے کہ جب کسی مہذب شخص کو کوئی بات نہایت درجہ ناگوار اور باعث نفرت ہوتی ہے تو وہ اس کا کچھ جواب نہیں دیتا اور اپنی جگہ پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے لیکن اگر وہ بات حد سے زیادہ باعث ملال و صدمہ ہوتی ہے تو مہذب لوگ کہنے والے شخص کی طرف سے اپنا مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ خلق عظیم پر فائز تھے اس سے اندازہ کرنا چاہیئے کہ حضرتؐ کو اس پیغام سے کس درجہ اذیت ہوئی ۱۲

پانچویں فصل

سورہ برائت کی تبلیغ سے معزولی

حضرت ابوبکر کی زندگی کا ایک مہتم بالشان واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ماہ ذیقعدہ ۹ سنہ ہجری کے آخر میں آپ کو حاجیوں کا امیر مقرر کرکے مکہ معظمہ بھیجا اور آپ کو سورہ براءۃ دی کہ مکہ معظمہ جاکر اسکی تبلیغ کریں مگر بحکم خدا کے حکم سے آپ کو اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ امام بخاری صاحب اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں ان ابا ہریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی تلک الحجۃ فی موذنین بعثہم یوم النحر یؤذنون ان لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت عریان۔ قال حمید بن عبد الرحمان ثم اردف رسول اللہ بعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابوھریرۃ فاذن معنا علی۔ ابوہریرہ کہتے تھے کہ (۹ سنہ ہجری کے) حج میں حضرت ابوبکر نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے نہ کوئی شخص برہنہ اس کا طواف بجا لائے۔ پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہی سورہ براءۃ کی تبلیغ کریں چنانچہ حضرت علیؑ نے جاکر اعلان کر دیا [1] امام بخاری نے اس روایۃ کو تین جگہ لکھا ہے علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔ عن علی قال بعث رسول اللہ ابا بکر ببراءۃ الی اھل مکۃ وبعثہ علی الموسم ثم بعثنی فی اثرہ فادرکتہ فاخذتھا منہ فقال ابوبکر مالی؟ قال خیر۔ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر انہ لا یبلغ عنی غیری اورجل منی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کیطرف روانہ کیا پھر ان کے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابوبکر کو پکڑ کر ان سے سورہ براءۃ لے لی۔ یہ دیکھکر ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت کیوں مجھکو اس سے معزول کیا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا۔ تم

[1] صحیح بخاری پارہ ۲ صفحہ ۲۳۸ کتاب الصلوۃ وپارہ ۱۹ صفحہ ۱۹۴ کتاب التفسیر

میرے یار غار اور یار حوض ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوا میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی رافع نحوہ لکن قال اتاہ جبریل فقال انہ لن یؤدیھا عنک الا انت او رجل منک۔ طبرانی میں بھی یہی مضمون ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر کو سورۂ براءت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبریل آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدؐ! (یہ آپ نے کیا کیا) اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوا آپ کے یا اُس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عن حدیث انس قال بعث النبیؐ براءۃ مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاھا ایاہ وقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی۔ انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ براءۃ کو حضرت ابو بکر کے ساتھ بھیجا۔ پھر فوراً ہی حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورہ حضرت ابو بکر سے لیکر حضرت علیؑ کو دیدیا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ کرے سوا اس شخص کے جو میرے اہل سے ہو[۱] اور امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے ان رسول اللہ بعث براءۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلیؑ فقال لہ خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ۔ قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ فانصرف ابو بکر وھو کئیب۔ قال یا رسول اللہؐ انزل فی شئ؟ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھل بیتی۔ حضرت رسولخدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف حضرت ابو بکر کو سورہ براءت کے ساتھ بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور آپ سے کہا کہ ابو بکر سے اُس نوشتہ کو لے کر تم خود اہل مکہ کیطرف جاؤ۔ اس پر حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور حضرت ابو بکر کو پکڑ کر ان سے وہ نوشتہ لے لیا جس سے حضرت ابو بکر محزون ومغموم اور شکستہ دل واپس آئے اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم خدا نازل ہوا (جس پر میں اس شرف سے محروم کر دیا گیا)؟ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ مگر مجھے یہ حکم خدا ضرور پہونچا ہے کہ اس کو یا میں پہونچاؤں یا میرے اہلبیتؑ

[۱] فتح الباری پ۱۸ ص۱۹۴

ہی کا کوئی شخص پہونچائے لہ اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے:۔ عن ابی بکر ان النبیؐ
بعثه ببراءة الی اهل مكة فسار بها ثلثا ثم قال لعلی الحقه فرد علی ابی بکر و
بلغها انت ففعل فلما قدم ابو بكر بكى۔ فقال یا رسول اللهؐ حدث فی شئ۔ قال ما
حدث فیك الا خیر ولكن امرت ان لا يبلغه الا انا او رجل منی۔ خود حضرت
ابوبکر بیان کرتے تھے کہ ان کو حضرت رسولخدا صلعم نے سورہ برارۃ لیکر اہل مکہ کیطرف
بھیجا وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے تو ان کے جانے کے تین دن بعد آنحضرت صلعم نے
حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم جلد جاکر راہ ہی میں ابوبکر سے ملو اور انھیں میرے پاس واپس کرکے
خود جاؤ اور اس سورہ کی تبلیغ کرو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا جس کے بعد حضرت ابوبکر
آنحضرتؐ کے پاس واپس آکر رونے لگے (مگر ان کے رونے پر بھی آنحضرت صلعم نے ان کو
نہ کچھ سمجھایا نہ کچھ تسلی دی) تب حضرت ابوبکر نے پوچھا اے رسولخدا کیا میرے متعلق کوئی
امر حادث ہوگیا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جو بات حادث ہوئی وہ بہتر ہی بہتر ہے مگر بات یہ
ہے کہ مجھے خدا کا حکم پہونچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں کروں یا وہ شخص کرے جو مجھ ہی سے
ہو (اور چونکہ تم مجھ سے نہیں ہو اس وجہ سے میں نے تم کو معزول کرکے علیؑ کے ذمہ یہ
کام کیا ہے) لہ اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے عن عبد الله بن
عمر ان رسول اللهؐ بعث ابا بكر و عمر ببراءة الی اهل مكة فانطلقا فاذا هما براكب
فقالا من هذا قال انا علی قال والله ما علمت الا خيرا فاخذ علی الكتاب فذهب
به و رجع ابو بكر و عمر الی المدينة فقالا ما لنا يا رسول الله فقال ما لكما الا خير
ولكن قيل لی انه لا يبلغ عنك الا انت او رجل منك اخرجه الحاكم حضرت عبد الله
بن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر کو سورہ برارۃ لیکر
مکہ والوں کیطرف بھیجا۔ وہ دونوں روانہ ہوگئے۔ مگر ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ اونٹ
پر ایک شخص ان سے آکر ملا۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کون؟ سوار نے کہا میں
ہوں علی۔ حضرت ابوبکر بولے خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانا مگر
حضرت علیؑ نے وہ سورہ ان دونوں صاحبوں سے لے لیا اور لیکر خود مکہ کیطرف روانہ

لہ خصائص نسائی صـ ۲۰ لہ کنز العمال جلد ا صـ ۲۴۶

ہو گئے۔ ادھر حضرت ابوبکر و عمر مدینہ کی طرف پلٹ آئے اور دونوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ اے رسولخدا ہم لوگوں نے کیا قصور کیا؟ حضرتؐ نے فرمایا تم لوگوں کا کچھ حرج نہیں خیر ہی خیر ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا کہ اس سورہ کو سوا تمہارے یا اس شخص کے جو تم ہی سے ہو اور کوئی نہیں پہونچا سکتا ہے۔ امام حاکم نے اس روایت کو لکھا ہے (قرۃ العینین صـ۲۳۴) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس معزولی سے حضرت ابوبکر پر یہ اثر ہوا کہ فکان ابابکرؓ وجد فی نفسہ آپ کے دل پر چوٹ لگی۔ بعث رسول اللہ ابابکرؓ ببراءۃ الی الموسم فاتے جبریل علیہ السّلام فقال انہ لن یؤدیہا عنک الا انت او رجل منک فبعث علیاؓ علی اثرہ حتے لحقہ بین مکۃ والمدینۃ فاخذھا فقرأھا علی الناس فی الموسم حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ مکہ والوں کیطرف بھیجا تو جبریل علیہ السلام آنحضرت پر نازل ہوئے اور کہا یا حضرتؐ آپکی طرف سے سوا آپ کے یا اُس شخص کے جو آپ ہی سے ہو اور کوئی شخص اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے پیچھے بھیجا۔ حضرتؑ نے جا کر مکہ اور مدینہ کے درمیان حضرت ابوبکر سے وہ سورہ لے لیا اور خود مکہ پہونچکر اس کو پڑھا (تفسیر درمنثور جلد ۳ صـ۲۱۰) بعض مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں جناب امیرؑ پہونچے تو حضرت ابوبکر کو گمان ہوا کہ خود حضرت رسولخدا صلعم تشریف لائے۔ مثلاً علامہ دیاربکری لکھتے ہیں ان النبی بعث ابابکرؓ علی الحج فاقبلنا معہ حتے اذا کنا بالعرج ثوب بالصبح فلما استوے للتکبیر سمع الرغوۃ خلف ظہرہ فوقف عن التکبیر و قال ھذہ رغوۃ ناقۃ رسول اللہؐ الجدعاء لقد بدا لرسول اللہ فی الحج فلعلہ ان یکون رسول اللہؐ فنصلی معہ فاذا علی علیہا۔ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر کو حج کا سردار بنا کر بھیجا جب وہ مقام عرج پر پہونچے تو نماز صبح کے لئے تکبیر کہنی چاہی۔ اتنے میں اپنے پیچھے حضرت رسولؐ کے ناقہ جدعا کی آواز سُنی تو ٹھہر گئے اور کہا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم کو حج کے متعلق کچھ بدا ہوا غالباً حضرت خود ہی تشریف لائے ہیں۔ اب ہم لوگ حضرتؐ کے ساتھ ہی نماز پڑھ لیں۔ مگر دیکھا تو آنحضرت صلعم کے عوض حضرت علیؑ تھے (تاریخ خمیس جلد ۲ صـ۱۵۶)

چھٹی فصل

حکومت عمر غاصب کے ماتحت رکھے جانا

علماء اسلام نے اس امر کو بھی بہت اہمیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت رسولخدا صلعم نے (جن کا کوئی فعل بغیر وحی خدا نہیں ہوتا تھا) عمروعاص ایسے شخص کی ماتحتی میں دیا اور اُس کو آپ لوگوں پر سردار بنا کر جہاد میں بھیجا۔ چنانچہ سریہ ذات السلاسل میں اس کا ذکر کیا گیا ہے[۱] یہ امر حضرت ابوبکر کی شان کے بہت خلاف سمجھا گیا۔ اور اس اعتراض کو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے "حضرت رسول اللہؐ ابوبکر و عمر را تعینات و تابع عمرو بن العاص ساخت و او را بر ایشاں امیر کردہ وہم چنیں اسامہ را بر ایشاں سردار کردہ۔ اگر ایشاں را لیاقت ریاست می بود یا دریں باب افضل و اولے می بودند چرا ایشاں را رئیس نمی کرد۔ دیگراں را تابع ایشاں می ساخت۔ حضرت رسولخدا صلعم نے ابوبکر و عمر کو عمروعاص کے ماتحت تعینات کر کے اور تابع بنا کر بھیجا اور اوس کو ان لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت نے اسامہ کو بھی ان لوگوں کا سردار بنا دیا تھا۔ اگر ان دونوں صاحبوں میں سرداری کی قابلیت ہوتی یا اس باب میں وہ افضل اور بہتر ہوتے تو کیوں آنحضرت صلعم انھیں لوگوں کو سردار اور دوسروں کو انکا تابع نہیں کرتے" (تحفہ اثنا عشریہ باب طعن ۶)۔ اس سرداری میں عمروعاص نے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ پورے افسر اور ماتحت کا برتاؤ کیا۔ بلکہ سختی بھی کی مگر حضرت رسولخدا صلعم کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو حضرتؐ نے عمروعاص کی تعریف ہی کی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے ان عمرو بن العاص امرهم فی تلك الغزوة ان لا توقدوا نارا فانكر ذلك عمر فقال له ابوبكر دعه فان رسول اللهؐ لم يبعثه علينا الا لعلمه بالحرب - فسكت عنه ... وروى ابن حبان من طريق قيس بن حازم عن عمرو بن العاص ان رسول الله بعثه فی ذات السلاسل فسأله اصحابه ان يوقدوا

[۱] دیکھو سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ ۲ ص ۵۵

نارا فکلموا ابابکر فکلمہ فی ذلک فقال لا یوقد احد منکم نارا الا قذفتہ فیھا۔ قال فلقوا العدو فھزموھم فارادوا ان یتبعوھم فمنعھم فلما انصرفوا ذکروا ذلک للنبیؐ فسالہ فقال کرھت ان اذن لھم ان یوقدوا نارا فیرے عدوھم قلتھم وکرھت ان یتبعوھم فیکون لھم مدد فحمد امرہ۔ سریہ ذات السلاسل میں عمرو عاص نے فوج کو حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ اس پر حضرت عمر نے اعتراض کیا کہ عمرو عاص کیوں منع کرتا ہے تو ان سے حضرت ابوبکر نے کہا تم چپ رہو کیونکہ آنحضرت صلعم نے اسی وجہ سے تو عمرو عاص کو ہم لوگوں کا سردار بنا کر بھیجا ہے کہ اس کو فن حرب کا علم ہم لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس پر حضرت عمر خاموش ہوئے ... اور ابن حبان نے خود عمرو عاص سے روایۃ کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس کو ذات السلاسل میں سردار بنا کر بھیجا تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن کرنے کی اجازت ملے مگر عمرو عاص نے اس سے منع کیا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکر کو بیچ میں ڈالا۔ حضرت ابوبکر نے عمرو عاص سے کہا کہ ان کو آگ روشن کرنے کی اجازت دے دو مگر عمرو عاص نے حضرت ابوبکر کو جواب دیا کہ اگر تم میں سے کسی شخص نے بھی آگ روشن کی تو میں اس کو اسی آگ میں ڈال کر جلا ڈالوں گا۔ غرض دشمن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے تو انکا پیچھا کرنا چاہا مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو عمرو عاص کی ان سختیوں کا ذکر حضرت رسولخدا صلعم سے کیا گیا۔ حضرتؐ نے اس سے وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا اگر میں آگ جلانے کی اجازت دے دیتا تو دشمنوں کو ہماری کمی تعداد کا پتا مل جاتا اور اگر ان لوگوں کو پیچھا کرنے کی اجازت دیتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کو کمک آ جاتی۔ آنحضرتؐ نے سُنا تو عمرو عاص کی تعریف کی اور اس کے کام کو پسند کیا (فتح الباری کتاب المغزوات۔ غزوہ ذات السلاسل پ ۱۷ ص ۶۷) اس غزوہ میں حضرت عمر اور عمرو عاص میں سخت کلامی کی بھی نوبت آ گئی مگر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو سمجھا کر قصہ فرو کیا۔ محدث جمال الدین نے لکھا ہے:۔ عمرو بن العاص گفت ہیچ احدے آتش روشن نکند الا کہ اورا در آتش اندازم۔ ودر روایتے آنکہ عمر فاروق بر عمرو انکار کرد وسخن درشت گفت۔ عمرو گفت اے عمر مامور شدہ بہ آں کہ سخن من بشنوی وفرمان بری جواب داد کہ آرے۔

عمرو گفت پس بآں امر ممتثل شود ابوبکر باعمر گفت بگذار اورا بحال خود بدرستی کہ جناب رسولخدا او یرا بر ما امیر نگردانیدہ مگر بجہت آنکہ وے مصلحۃ حرب را نکو می داند۔ غزوہ ذات السلاسل میں عمرو عاص نے حکم جاری کیا کہ جو شخص بھی آگ روشن کریگا میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔ اور ایک روایۃ میں ہے کہ حضرت عمر نے عمرو عاص پر اعتراض کیا اور سخت بات کہی۔ عمرو نے کہا کیوں عمر! کیا تم میرے ماتحت نہیں کئے گئے اور تم کو حکم نہیں ہوا ہے کہ میری بات سنو اور میری اطاعۃ کرو؟ حضرت عمر نے کہا ہاں یہ حکم تو ہے۔ عمرو عاص نے کہا بس تو پھر جو میں کہتا ہوں اسکی تعمیل کرو۔ اور حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا کہ ان کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ حضرت رسولخدا صلعم نے انکو ہم لوگوں کا سردار اسی وجہ سے مقرر کیا ہے کہ ان کو فن حرب کا علم اور اسکی مصلحت زیادہ اور بہتر معلوم ہے (روضۃ الاحباب جلد ۱ صـــ۲۱۳)

ابوعبیدہ کی ماتحتی

حضرت ابوبکر کو حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوعبیدہ کے ماتحت بھی فوج میں بھیجا تھا [1] محدث جمال الدین غزوہ ذات السلاسل کے بیان میں لکھتے ہیں عمرو در راہ توقف نمود و رافع بن مکیث جہنی را بنزد حضرت فرستاد و مدد طلبید۔ آں سرور لوا ے عقد فرمود و با بوعبیدہ بن الجراح داد و ویرا امیر دو لیست مرد گردانید کہ ازاں جملہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بودند بمدد عمرو فرستاد۔ عمرو عاص نے راہ میں ٹھہر کر رافع کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا اور حضرتؐ سے اور فوج کی مدد طلب کی۔ حضرتؐ نے ایک علم ابوعبیدہ بن الجراح کو دیا اور ان کے ماتحت دوسو آدمی کئے۔ ان میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ اور ان سب کو آنحضرتؐ نے عمرو عاص کی مدد کے لیئے روانہ کردیا (روضۃ الاحباب جلد ۱ صـــ۲۱۴) سخت تعجب ہے کہ صرف دو سو آدمی جو عمرو عاص کی مدد کے لئے بھیجے جارہے ہیں ان کے سردار بھی حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نہیں مقرر کئے گئے بلکہ اس حقیر لشکر میں بھی دونوں بزرگ ماتحت ہی بنا کر بھیجے گئے۔ اور سرداری ابوعبیدہ کو ملی۔ جب فوج ابوعبیدہ کی ماتحتی میں عمرو عاص کے پاس پہونچی تو پھر یہ سب لوگ عمرو عاص کے ماتحت ہوگئے۔ یہ جملہ بھی قابل عبرت ہے کہ

[1] دیکھو صـــ۵۵ سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ۲

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت فرمودہ بود کہ اختلاف مکنید۔ آنحضرت صلعم نے ان سب لوگوں سے وصیت کی تھی کہ خبردار اختلاف نہ کرنا۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر نے آگ روشن کرنے کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ حضرت عمر نے سخت بات بھی کی (روضۃ الاحباب جلد ا صہ ۴۱۲)

ساتویں فصل

اسامہ کے ماتحت کئے جانا اور اس سے تخلف کرنا

صفر سنہ ۱۱ ہجری میں حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے انتقال سے چند روز قبل (غالباً ۲۶ صفر کو) باوجود شدت مرض صحابہ کو حکم دیا کہ اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے لشکر آراستہ ہو۔ اور دوسرے دن اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ طیار کر کے اسامہ بن زید کو دیا۔ اور فرمایا میں تم کو اس فوج کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ جاکر خدا کی راہ میں کفار سے جہاد اور رومیوں پر حملہ کرو اور اس قدر جلد جاؤ کہ تمہارے پہونچنے سے پہلے اُن کو خبر نہ ہونے پائے۔ اسامہ نے تعمیل حکم کی اور باہر نکل کر وہ نشان بریدہ بن الحصیب کو دیا اور مدینے سے روانہ ہو کر مقام جرف میں جو مدینہ سے تین میل شام کی طرف ہے پہونچکر قیام کیا تاکہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب سب آگے بڑھیں۔ آنحضرت صلعم نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ سوا حضرت علیؑ کے اور سب اعیان مہاجر و انصار یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ سعید بن زید۔ قتادہ بن النعمان۔ سلمہ بن اسلم وغیرہ بھی اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت ہو کر جائیں حضرت علیؑ کو آنحضرت صلعم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب انتظام صحابہ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے کہ ایک غلام کو آنحضرت صلعم نے اکابر مہاجرین و انصار کا سردار بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی دلی حالت کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اس کے متعلق بر سر مجلس چہ می گوئیاں کرنے لگے۔ جب ان باتوں کی خبر حضرت رسول خدا صلعم کو ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہوا بلکہ آپ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ باوجود تپ اور درد سر کے عصابہ سر مبارک پر باندھکر دولت خانہ سے باہر تشریف

لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و ثنائے الٰہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے سردار لشکر مقرر ہونے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اُسی طرح انحراف کرنے لگے جس طرح اس کے باپ زید کے سردار فوج ہونے پر غزوہ موتہ کے وقت بھی اعتراض کیا تھا۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ خدا کی قسم وہ سرداری کا سزاوار ہے اور اُس کا باپ زید بھی امارت کا اہل تھا۔ زید کو بھی میں بہت دوست رکھتا تھا اور اسکے بعد اس کے بیٹے اسامہ کو بھی میں بہت عزیز رکھتا ہوں لہٰذا تم لوگ اس کے بارے میں میری وصیت کو نیکی اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کہ وہ تم لوگوں کے نیکوکار فردوں سے ہے۔ اسکے بعد حضرتؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت اسامہ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی۔ اس خطبہ کے بعد کچھ مسلمانوں میں آمادگی پیدا ہوئی جن کا ارادہ جانے کا ہوتا تھا وہ حضرتؐ کی خدمت میں آ کر آپ سے رخصت ہوتے اور لشکرگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ اُس روز آنحضرت صلعم کا مرض اتنا شدید ہو گیا تھا کہ حضرتؐ بات تک نہیں کر سکتے تھے۔ اسامہ رخصت ہو کر لشکرگاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حضرتؐ کی عیادت کے لئے دولت سرا پر حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرتؐ کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی حضرتؐ نے اُسامہ کو رخصت کیا اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ غرض اسامہ لشکرگاہ کی طرف واپس آیا اور آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور خود سوار ہونے لگا تو اسکی ماں نے کہلا بھیجا کہ حضرت رسولخدا صلعم پر حالت نزع شروع ہو گئی ہے یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو اس کے ساتھ نکل چکے تھے واپس آ گئے۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ اب بھی اس کے ساتھ نہیں گئے بلکہ مدینہ ہی میں رہ گئے تھے[۱] جب صحابہ نے اسامہ کے ماتحت ہو کر جانے میں تامل کیا تو آنحضرتؐ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ نہ جانے والوں پر لعنت کی۔ علامہ شہرستانی وغیرہ نے لکھا ہے:۔ الخلاف الثانی فی مرضہ انہ قال جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ دوسرا اختلاف حضرت رسولخدا صلعم کے مرض موت میں پیدا ہوا کہ حضرتؐ نے فرمایا اسامہ کے لشکر کو جلد روانہ

[۱] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۵ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و طبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۸ وغیرہ

زنانی مجلسیں

بفضلہ تعالےٰ مومنین کے گھر گھر ہونے لگیں مگر افسوس حدیث کی ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی تھی جو خاص عورتوں کے پڑھنے کے لئے لکھی گئی ہو۔ اور جس میں عقائد۔ فضائل اور مذہبی معلومات کے ساتھ ساتھ سچے حالات مصائب اور صحیح روایتوں کا عام فہم مطلب بیان کیا گیا ہو۔ انھیں ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم نے مجالس خاتون لکھی جسکی پہلی جلد میں ۱۳ مجلسیں صرف محرم کی دس تاریخوں میں پڑھنے کی درج کردی ہیں۔ یہ کتاب نہایت مقبول ہوئی اور علم دوست بی بیوں نے اسکو زیادہ سے زیادہ پسند کیا۔ پہلی جلد مدت ہوئی ختم ہوچکی تھی۔ اب اسکی بعض حصہ کرر چھپواکر چند جلدیں طیار کرائی گئی ہیں۔ جلد منگائیے ورنہ پھر ملنا دشوار ہوجائیگا۔ یہ آپکی لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا نہایت دلچسپ اور بہت ہی مفید ذریعہ بھی ہے قیمت فی جلد صرف ۱۲؁ مگر خریداران اصلاح سے صرف ایک روپیہ۔ صرف چند نسخے پورے ہوسکے ہیں۔ انکو نعمت سمجھئے۔ اسکی تیسری جلد بھی طیار ہے جو ۲۸۰ صفحہ کی ہے اسکی قیمت بھی صرف ۱۲؁ ہے۔

کئی ایجنٹ کی ضرورت

بفضلہ تعالےٰ سوانح عمری خلیفہ اول نہایت درجہ پسند کیگئی اور منعم حقیقی کے احسان عظیم سے قوی امید ہے کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری بھی بہت مفید بلکہ دینی تحقیقات اور تاریخی معلومات کا بے مثل و نظیر ذخیرہ ہو جس کا اشتیاق مومنین کو کمال درجہ ہے اور جو انشاء اللہ بہت جلد دفتر اصلاح سے شایع کی جائیگی مگر اسکے لئے ابھی کئی ہزار روپیہ کی اعلےٰ درجہ کی عربی کتابیں۔ مصر۔ شام۔ بیروت اور یورپ وغیرہ سے منگانی ہیں۔ اس سبب سے ہر صوبہ میں ایک ایجنٹ کی ضرورت ہے جو دورہ کرکے مومنین کو رسالہ اصلاح۔ سوانح عمری خلیفہ اول۔ تصویر عزا اور مجالس خاتون کی خریداری پر آمادہ کریں تاکہ ان کی رقموں سے وہ کتابیں منگائی جائیں اور دو معین مصنف بھی مقرر کئے جائیں جو کتابوں سے مضامین نکالیں اور عبارتوں کا ترجمہ کریں۔ جو حضرات اس زحمت کو قبول کریں گے اُن کو آخرت کے اجر عظیم کے علاوہ دفتر اصلاح سے کافی کمیشن بھی ملیگا۔ جلد اپنی منظوری سے مطلع کرکے شرائط ایجنسی طے کرلیں۔ جو صاحب اسکے لئے آمادہ ہوں وہ کم از کم سال بھر تک اس کام کو کرکے تجربہ کرلیں کہ ان کو کس قدر کامیابی ہوتی ہے۔ المشتھر:۔ مینیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

(سید غازی الدین حیدر نے مطبع اصلاح کھجوا میں چھاپکر شایع کیا)

اصلاح

نمبر ۳ | ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری | جلد ۴

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہ

اظہار تشکر — حسب ذیل ہمدردان ملت الصادر اصلاح کا کمال وجہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ ان حضرات نے اپنے دین کے خادم رسالہ اصلاح کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گذار کیا۔ خدا سب کو جزائے خیر دے۔

(۱) جناب سید ... حسین صاحب ہیڈ پوسٹ ماسٹر ... (۲) جناب ماسٹر سید فیض حسین صاحب بخاری سرگودہا ۳ (۳) جناب مولوی سید ... حسین صاحب پرنسپل ... (۴) جناب سید اولاد حسین صاحب ... (۵) جناب نواب ... صاحب ضلع ... (۶) جناب سید احمد حسین خان صاحب تحصیلدار حصار ۵ (۷) جناب ماسٹر سید ریاست حسین صاحب جعفری سیتاپور ۱ (۸) جناب منشی سید محمد شفیع صاحب ... جلال آباد ۲ (۹) جناب منشی سید محمد حسین صاحب ... ۳ (۱۰) جناب مولوی سید محمد یحییٰ حسن صاحب ... ضلع بجنور ۱ (۱۱) جناب محمد یوسف خان صاحب ... ۲ (۱۲) جناب میر کاظم حسین صاحب تحصیلدار ... ۲ (۱۳) جناب منشی سید ... صاحب ... بیگم آباد ۱ (۱۴) جناب سید ... رضا صاحب ... ۱ (۱۵) جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب ... (۱۶) جناب منشی اختر حسین صاحب ایجنٹ ... (۱۷) جناب مولوی سید اولاد حیدر صاحب ... اعظم ۱ (۱۸) جناب سید مغرب حسین صاحب پیشکار نہر لکھنؤ ۱ (۱۹) جناب سید مظاہر حسن صاحب ... ۲ (۲۰) جناب سید یعقوب حیدر صاحب ... پولیس اناؤ ۲ (۲۱) جناب سید شمشاد علی صاحب ... انکم ٹیکس ... (۲۲) جناب سید احمد صاحب جعفری ... ملتان ۱ (۲۳) جناب سید محبوب حسن صاحب ... ضلع فتح پور ۱ (۲۴) جناب سید امیر حیدر صاحب لکھنؤ ۲ (باقی آئندہ)

دوسرے حضرات بھی جلد توجہ فرمائیں۔ ... صاحب کا رسالہ مسئلہ خلافت و امامت جب ختم ہو جائیگا تو آپ افسوس کرینگے۔ ابھی موقع ہے جلد مفت منگا لیں یعنی اصلاح کو دو جدید خریدار عنایت کر دیں اور یہ دلچسپ اور محققانہ رسالہ جس نے برادران اہلسنت میں ... پیدا کر دیا ہے آپ کے پاس بھی روانہ کر دیا جائے۔

۱۳۵۵ ہجری کا چندہ اصلاح

جن حضرات نے ابھی تک ... عنایت نہیں فرمایا وہ فوراً بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما کر ممنون کریں۔ ورنہ اصلاح بذریعہ وی پی ...

کیا جائیگا جس سے ان حضرات ... محصول خرچ ہو جائیگا۔ سب سے بہتر صورت یہ ہے

کہ آپ اپنا چندہ اور دو جدید خرید ... کے ساتھ ہی روانہ کر دیں کہ آپ کا چندہ

درج رجسٹر کر کے مسئلہ خلافت فوراً ... کر دیا جائے۔

دفتر اصلاح اور دائرہ تحقیق ... ہیں اس ...

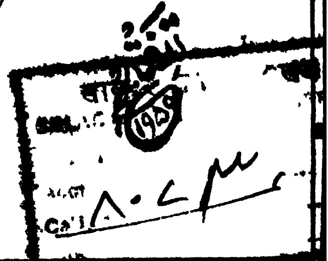
[illegible]

فہرست مضامین

کیا خلیفہ دوم کی سوانح عمری شایع کی جائے؟ ناظرین کو اصلاح کی سوانح عمری خلیفہ دوم کا بہت اشتیاق ہے اور ہمارا ارادہ تھا کہ خلیفہ اول کی سوانح عمری کے بعد خلیفہ دوم کی سوانح عمری زیادہ تحقیق و جامعیت سے شایع کی جائے مگر ہم نے بارہا اعلان کیا کہ تنہا ہم اس کام کو نہیں کر سکتے۔ کم از کم دو جید عالم ہماری مدد کریں تو یہ خدمت انجام پا سکتی ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق ۴ سال میں صرف ۵۰۰ صفحہ کی لکھی دفتر اصلاح کی سوانح عمری بھی ۴ سال سے کم میں نہیں ہو سکتی مگر انشاء اللہ یہ [illegible] صفحوں کی ہوگی۔ بشرطیکہ دو جید عالم ہماری مدد کریں اب آپ حضرات جواب دیں کہ دو جید عالم کی خدمات کیونکر حاصل کی جائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح



جلد ۴۰	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۵۵ ہجری	نمبر ۳

اصلاح اسید غلام عباس صاحب ایجنٹ اصلاح اکثر ناظرین اصلاح کو خبر ہوگی کہ کئی سال قبل سید غلام عباس صاحب کن چھپرا اصلاح کے ایجنٹ مقرر کر کے مختلف مقامات پر بھیجے گئے تھے کہ لوگوں کو اصلاح کا خریدار بنائیں اور اصلاح مشین پریس کے لئے چندے وصول کریں ۔ اس طرف پھر وہ یہاں آئے تھے اور انکو اصلاح کی ایجنسی حوالہ کی گئی ہے ۔ رسید بہی بھی دیگئی اور دفتر اصلاح کی کچھ کتابیں بھی سپرد کیگئی ہیں ۔ خصوصاً تصویر عزا ۔ مجالس خاتون ۔ سوانح عمری خلیفہ اول جلد اوّل وغیرہ جس جس مقام پر وہ پہونچیں وہاں کے ہمدردان اصلاح سے التماس ہے کہ انکی مدد کر کے ہمیں شکر گذار کریں تاکہ مذکورہ بالا محققانہ کتابیں ہر شیعہ کے پاس آسانی سے پہونچ سکیں اور محصول ڈاک کے مصارف کثیرہ کا باران پر نہ پڑے ۔ سوانح عمری کی وجہ سے دفتر اصلاح کے مصارف بہت زیادہ ہوگئے ہیں ۔ آپ حضرات ان کتابوں کے فروخت کرنے میں مدد کریں تاکہ دفتر اصلاح کی خدمات کا حلقہ وسیع ہو ۔ اور اصلاح کی اشاعت میں بھی ترقی ہو ۔

تصویر عزا پر ایک جدید رائے عزاداری کی حمایت میں دفتر اصلاح کی دلچسپ کتاب تصویر عزا محض خدا کے فضل و کرم سے اس درجہ مقبول ہوئی کہ اسکی مدح و ثنا میں برابر خطوط آتے رہتے ہیں ۔ حال میں جناب میر واجد حسین صاحب صغیر لکھنوی اتالیق ولیعہد بہادر ریاست پیرپور ضلع فیض آباد نے لکھا ہے " بخدمت عالی مرتبت حجۃ الاسلام ناصر الائمۃ الکرام جناب مولانا السید علی حیدر صاحب دام مجدکم العالی ۔ تسلیم ۔ عزاء سید الشہداء کے متعلق کتاب کو من اولہ الی آخرہ میں نے دیکھا ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا اپنے بندے کو اپنا کام لینے کے لئے کتنی قوت عطا کر دیتا ہے ۔ ہزار ہا مقام سے ثبوت اور تائید ۔ اور پھر کمال یہ کہ جتنے شبہات و ایرادات ذہن

مخالف میں آسکتے تھے اُن سب کو وارد کرکے اُن کا جواب مخالفین کی کتب سے اور مزید برآں غیر مسلم اکابر کے عبارات۔ غرض مجبوری کا کلمہ یہ ہے کہ خداوند عالم عزاسمہ نے آپ کو محض نصرتِ دین کے لئے خلق فرمایا ہے اور جیسا وہ چاہتا ہے ویسا کام آپ سے لے رہا ہے"۔

وقف ہوگلی سے اصلاح کی اعانت

ہمارے برادر مکرم فاضل محترم واعظ ابن شکلم نبیل فخر البحرین جناب مولوی ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب مظفرپوری۔ ملا فاضل۔ مولوی فاضل۔ بی۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ومتولی وقف محسنیہ ہوگلی شکر اللہ مساعیہم الجمیلہ نے لکھا ہے:۔ "فخر ملت حامی مذہب محسن قوم حضرت علامہ دوران مجلسی اوان فخر رازی در شک روم الی المؤید من اللہ الاکبر جناب مولانا و سیدنا المولوی السید علی حیدر صاحب قبلہ دامت برکاتکم العالیہ۔ عرض ہے کہ جو محبت وخلوص اس خاکسار کو جناب سے اور پرچہ اصلاح سے ہے وہ خدا جانتا ہے۔ یوں تو بہت سے پرچے ماہوار و ہفتہ وار ہیں مگر جو ٹھوس مذہبی وقومی خدمت اصلاح نے پیش کی ہے اس کا مثل نہیں ہوسکتا۔ لکھنے والے بہت ہیں مگر سب کے ہاتھ میں وہ قلم قدرت نے نہیں دیا ہے جو آپ کے والد مرحوم حضرت خاتم المحققین سید المتکلمین قامع المنکرات والبدعات محقق الاخبار والآیات طاب اللہ ثراہ وجعل اعلے علیین مثواہ کے ہاتھ میں تھا جس کے صحیح معنوں میں آپ وارث ہوئے ہیں۔ پروردگار عالم آپکی ذات قدسی صفات کو تمام شیعیان عالم کے سروں پر قائم و دائم رکھے کہ یہ فیوض و برکات بحالہا جاری وساری رہیں۔ آمین آمین۔ یہ خاکپائے قوم جب سے ہوگلی امام باڑہ میں آیا اسی وقت سے خیال میں تھا کہ اصلاح کے لئے وقف محسنیہ سے ایک معقول گرانٹ سالانہ مقرر کرے۔ افسوس ہے کہ دو سال تک اس خواب کی تعبیر میں حاصل نہ کرسکا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کل شب کے بجٹ میٹنگ میں میں نے پرزور تحریک کی کہ اصلاح کے لئے ایک سالانہ گرانٹ ساٹھ روپیہ کا مقرر کیا جائے۔ نیز اصلاح کی خدمات کا ایک مفصل تبصرہ کیا۔ الحمدللہ میری تحریک منظور ہوئی اور مبلغ ساٹھ روپیہ سالانہ کا گرانٹ مستقل منظور ہوگیا۔ جناب میر الطاف حسین صاحب ممبر کمیٹی انتظامیہ[1] نے میری پرجوش تائید کی اور متفقہ طور سے گرانٹ منظور ہوا۔ فلہ الحمد ولہ الشکر۔ یہ بہترین مصرف وقف کے پیسہ کا ہوا"۔ انتہے

---

[1] عماد الاصلاح جناب میر الطاف حسین صاحب رئیس ٹالی گنج کلکتہ جو ۵ سال سے اصلاح کی قابل قدر اعانت کرتے رہے ہیں اور آپکی اس قدر مدد کی کہ اسی وقت سے آپ عماد الاصلاح قرار پائے۔ ممدوح بھی وقف محسنیہ ہوگلی کے ٹرسٹی ہیں اور وقف کی اصلاح میں بڑی جد وجہد کر رہے ہیں۔ خدا ان حضرات کو ہر طرح کامیاب کرے ۱۲ مدیر اصلاح

اس اعانت پر جملہ ٹرسٹیان وقف محسنیہ ہوگلی کاعموماً اور برادرم متولی صاحب نیز مکرمنا جناب میر الطاف حسین صاحب دام توفیقہا کا خصوصاً نہایت تپاک سے شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم اپنی کمزور اور مظلوم قوم شیعہ کو بھی مبارکباد دیتے ہیں کہ مدت دراز کے بعد اب انکی بہترین قومی جائداد شاداب ہوتی نظر آرہی ہے۔ جناب مولوی اعجاز حسین صاحب بہت بڑے غمخوار قوم ہیں اور دینی خدمات کے لئے بہترین دل و دماغ پایا ہے۔ عربی علوم کے زبردست عالم اور علوم جدیدہ کے قابل قدر ڈاکٹر ہیں۔ خدا کے فضل سے میدان عمل بھی نہایت موزوں بلکہ قابل فخر ملا ہے۔ اب موصوف کا فرض ہے کہ اپنے کو اس وقف کی اصلاح میں وقف کردیں تاکہ جناب خانبہادر سید محمد حسین صاحب شوق مرحوم نے وقف منصبیہ میرٹھ کو جس طرح درست کیا اس سے کہیں زیادہ آپ وقف محسنیہ کی کامیاب اور شاندار بلکہ قابل افتخار اصلاح کرسکیں۔ قوم! ابسر جاھدوا فی سبیل اللّٰہ پر عمل کیجئے خدا ضرور آپکی مدد کریگا۔ آپکا اولین فرض ہے کہ وقف محسنیہ کی کل آمدنی اور خرچ کا پتا لگائیے اور خرچ کی ایک فہرست مرتب کرکے کل شیعہ علماء و مجتہدین ہندوستان و عراق سے استفتاء کیجئے کہ یہ مصارف صحیح ہیں یا باطل۔ پھر جن مصارف کے باطل ہونے کا فتوے وہ حضرات دیں ان سب کو باقاعدہ مگر بعنوان اصلح موقوف کرانے کی کوشش بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کئے جائیے۔ بیشک اس راہ میں ہزاروں خطرے ہیں اور قدم قدم پر مہلکہ پیش آئینگے مگر آپ اپنے کو لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق کر دکھائیے اور جس طرح لاکھوں روپیہ سالانہ کی ذاتی جائداد بچانے کے لئے کوئی شخص اپنا سب کچھ ختم کردیتا اور پریوی کونسل تک کی کوشش سے باز نہیں آتا ہے آپ بھی اس دینی مال۔ ملی دولت اور شیعی جائداد کو صحیح مصرف کی راہ میں لگانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیجئے اور جس غرض (یعنی خدمت دین و ایمان وحمایۃ مومنین) کے لئے آغا محسن مرحوم نے اس جائداد کو وقف کیا تھا اس کو پوری کر دکھائیے۔ اور جناب امیرؑ کے اس قول کو پیش نظر رکھیئے تزول الجبال ولا تزل عض علی ناجذک۔ اعر اللّٰہ جمجمتک۔ تد فی الارض قدمک۔ ارم ببصرک اقصی القوم۔ وغض بصرک و اعلم ان النصر من عند اللّٰہ سبحانہ

اشاعت اصلاح میں تاخیر اس سال زیادہ ہورہی ہے جسکی شکایت اکثر ناظرین کرتے ہیں۔ انکی خدمت میں التماس ہے کہ ہر ماہ ۳۲ صفحہ کا مضمون سوانح عمری خلیفہ اول لکھنا بڑی محنت اور وقت کا کام ہے۔ اگر آپ حضرات چاہتے ہیں کہ سوانح عمری پوری تحقیق اور جامعیت سے مکمل ہو جائے تو تاخیر کے عیب کو نظر انداز کیجئے۔ اخباری مضامین تو گھنٹہ بھر میں بہت کچھ لکھے جاسکتے ہیں لیکن سوانح عمری کے مضامین میں اتنی ریاضت کرنی ہوتی ہے کہ ایک ایک مضمون کا حوالہ کتابوں میں ڈھونڈھتے ہوئے دن دن بھر صرف ہوجاتا ہے۔ بس دیر آید درست آید پر آپ حضرات نظر رکھیں

حضرت عمرؓ کی سیاسی بدحواسی

حضرت عمر کبھی پیغمبر کو بدحواس کہتے ہیں اور کبھی خود بدحواس بن جاتے ہیں

سیاست بہت اچھی چیز ہے اگر سیاست سے مراد حسن تدبیر اور اخلاقی تنظیم ہو۔ دنیائے وسیع کی تمام ترقیوں کے مقابلہ میں ہم جس اصول کی ترویج ضروری سمجھتے ہیں وہ اصول اخلاق ہے۔ سیاست سے اگر تمہاری مراد حیلہ بازی۔ مکر۔ خدیعہ۔ دسیسہ اور دجل ہے تو پھر سیاست وہ شے ہے جس سے انسان مسلم۔ پرستار حق و صداقت کی روح کانپتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج سیاست کو جس معنے سے سراہا جا رہا ہے۔ وہ سیاست یہی ہے جسے حضرت علیؑ "نکراء" اور "شیطنت" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا سیاسی ہے یعنی مقصد کے لئے وہ ہر قسم کے وسائل کا استعمال جائز سمجھتا ہے نہ وہ اخلاق سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ شرع اسے جھڑکتی ہے اور نہ وہ عقل و ضمیر کے قابو میں آتا ہے۔ اس معنی سے سیاست "ڈپلومیسی" تزویر جعل۔ فریب۔ غداری۔ ضمیر فروشی۔ کذب۔ عہد شکنی۔ بے وفائی اور ہر طرح کی بدمعاملگی کی مرادف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے سیاست سے رسولؐ کی آخری وصیت کو اس لئے پورا نہیں ہونے دیا کہ امت اسے قبول نہ کرتی اس کو یوں بھی ادا کیا جاتا ہے کہ رسولؐ نے جب وفاۃ سے تین روز پہلے قلم دوات طلب کیا تو حضرت عمر نے مجمع سے کہا کہ آنحضرتؐ کو درد کی شدت ہے اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہ بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ روایت میں ھجر کا لفظ ہے جس کے معنے ہذیان کے ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان کہا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ مسئلہ چھیڑا گیا کہ پیغمبرؐ سے ہذیان ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ ہذیان انسانی عوارض میں سے ہے آنحضرتؐ کم و بیش ۱۳ یوم بیمار رہے۔ مسلم و بخاری کے موافق قلم و دوات کا واقعہ پنجشنبہ کا ہے لیکن کوئی واقعہ حضرتؐ کے اختلال حواس کا (معاذ اللہ) اس مدت میں نہیں ملتا۔ یہ روایت صحیح بخاری میں سات طریقوں سے مروی ہے۔ عبد اللہ بن عباس اس کے راوی ہیں۔ علامہ قرطبی اس (بدتمیز اور بیہودہ) حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں اور انکو اس تاویل پر ناز ہے کہ لوگوں نے "ھجر" کا استعمال حضرتؐ کی شان میں انکار و استعجاب کے طور پر کیا تھا۔ یعنی حضورؐ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے۔ خدانخواستہ حضرتؐ کا قول ہذیان تو نہیں کہ اس کا لحاظ نہ کیا جائے۔ لیکن بخاری و مسلم کی بعض روایتوں میں ایسے صاف الفاظ ہیں جن میں اس تاویل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً ھجر ھجر (دوبار) ان رسول اللہ یھجر (مسلم)

بعض نکتہ سنجوں نے یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ رسول اللہؐ لکھنا نہیں جانتے تھے اس لئے آپکا فرمانا کہ میں لکھ دوں ہذیان کا قرینہ تھا (باختصار از الفاروق شبلی ص ۳۴ جلد ۱ طبع دہلی مؤلفہ ۱۸۹۶ء)

بہرحال ہمارا مقصد اس واقعہ کے پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ ضرورت کے لئے حضرت عمر ایک عقل کل استاد عقل عاشر رسول المرسلین اور نبی العقل اور امام الفہم حضرت خاتم الکمالات پر بدحواسی اور اختلال دماغ کا بہتان رکھتے ہیں۔ تم نے حضرت عمر کی پالیسی دیکھی کہ رسولؐ کی حیات میں وہ رسولؐ کو بدحواس اور یاوہ گو بنا رہے ہیں۔ میرے ساتھ چند دقیقہ اور گزرو میں ایک اور دلچسپ منظر حضرت عمر کی سیاست کا دکھاتا ہوں۔ رسولؐ کی وفات ہو گئی۔

حضرت عمر اس قدر برافروختہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جا کر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہیگا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر ڈالوں گا لیکن قرائن اس بات کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتاً اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہوگا۔ اس واقعہ نے روایتوں کے تغیرات سے مختلف صورت اختیار کرلی ہے لیکن مشکل یہ ہے صحیح بخاری وغیرہ میں اس قسم کی تصریحات موجود ہیں جو ہمارے قیاس سے مطابق نہیں ہوسکتیں۔ (الفاروق شبلی ص ۳۷ جلد ۱) عبارت بالا مولانا شبلی کے زور قلم کے باوجود معنی کی عفونت کو نہ دھو سکی۔ اس دوسری روایۃ میں تم نے پڑھا کہ حضرت عمر ضرورت کے لئے خود بدحواس بن جاتے ہیں۔ حضرت عمر کا مقصد اس اظہار بدحواسی سے یہ تھا کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی حضرت ابوبکر تک مقام "سخ" میں پہنچ جائے اور حضرت ابوبکر جلد سے جلد مدینہ میں پہونچ جائیں۔ درحقیقت یہ بدحواسی تھی بلکہ بدحواسی کو حضرت عمر نے مقصد براری کا وسیلہ قرار دیا تھا۔ جب تک ستارے چمکتے رہیں گے۔ جب تک نیلگوں آسمان قوس قزح کی قلمیں دکھایا کریگا۔ جب تک زمین گلاب کے پھول کا دامن اپنے دل کے لعلیں خون سے رنگا کریگی جب تک آفتاب کی شعاعوں میں نور ہے اور زمین کے ذروں میں تابش ہے۔ جب تک صحراؤں میں آندھیاں خس و خاشاک کے قافلوں کو انقلابات کے تماشے دکھایا کرینگی۔ جب تک دریا کی موجیں غیظ آلود آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کائنات کو دیکھا کرینگی۔ عقل و فہم ہوش و خرد علم و حکمت کی دنیا حضرت عمر کے اس فعل پر ہنسیگی۔ تاویل تصحیف۔ تحریف اور تدابیر کے تمام اعضا شل ہو گئے۔ آنکھ والوں کے لئے مسئلہ صبح کے تڑکے سے زیادہ روشن ہے۔ دنیا عقل اور علم کی زبان سے کہہ رہی ہے اور کہیگی کہ حضرت عمر عجیب سیاست باز انسان تھے۔ وہ سیاست کے کھیل کھیلنے کے لئے کبھی انسانوں کے محسن اعظم

اور اخلاق و فضائل کے مروّج اکبر کو بدحواس بناتے ہیں اور کبھی خود ضرورت کے وقت بدحواس بن جاتے ہیں۔ ہم نے علم الاخلاق کی بہت سی قدیم و جدید کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم نے علم السیاست کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ہم کو مجوسیت۔ الحاد۔ زندقہ کسی مذہب میں اس سیاست عمریہ کی تاویل نہیں ملتی۔ الحق حضرت عمر دنیا کے ایک نرالے انسان تھے۔ وہ دنیا میں اپنے انھیں شاہکاروں کی وجہ سے ایک ممتاز شخصیت کے مالک ہیں حضرت عمر کی یہ سیاسی بدحواسی تاریخ عالم میں ضرب المثل بنکر رہیگا اور یہ واقعہ پہلی مثال ہوگا جسنے بدحواسی سے اس قدر فائدہ اٹھایا کبھی دوسرے کو بدحواس ثابت کیا کبھی خود بدحواس بن گئے۔

نوٹ:۔ جو شخص ناظرین اصلاح میں سے حضرت عمر کی سیاسی بدحواسی عنوان مقرر کرکے رسول پر اتہام بدحواسی اور خود حضرت عمر کے اظہار بدحواسی کو موثق حوالوں کے ماتحت رنگین اور پرلطف عبارت میں ایک مضمون اصلاح کے کم از کم چار ورقوں میں شایع کرائیگا میں اسکی خدمت میں ایک کتاب ہدیہ پیش کروں گا۔ محمد علی غازیپوری

اسد اللہ الغالب سید نا | سردار دو عالم کے برادر یہ ہیں ؛ بنت سشہر دارین کے شوہر یہ ہیں
چھوڑا نہ کبھی حق و صداقت جس نے ؛ وہ شیر خدا حیدر و صفدر یہ ہیں

صاحبِ گنجِ معارف نکتہ دان مرتضےٰ
مالکِ گلزارِ رضوان مدح خوان مرتضےٰ

واقفِ رمزِ ولایت رتبہ دان مرتضےٰ
رہروِ راہِ ہدایت طالبانِ مرتضےٰ

کیسے کیسے فتنہ ہائے رہزنِ ایماں اُٹھے
راستہ بھولا نہ پھر بھی کاروان مرتضےٰ

صاحبِ زہد و ریاضت تارکِ لذاتِ نفس
خلعتِ تطہیر ہے شایانِ شانِ مرتضےٰ

مرحبا پہونچی کہاں تک بوئے گل ہائے کمال
بلبل سدرہ نشیں ہے مدح خوان مرتضےٰ

لا فتیٰ الا علی کا قول ہے بالکل درست
کب ہوا کوئی شجاعت میں لبانِ مرتضےٰ

کعبۂ راہ طریقت قبلۂ حاجاتِ خلق
ہے نظر میں عارفوں کے آستانِ مرتضےٰ

جب بنے حسنین سردار جوانانِ بہشت
باغِ جنت کیوں نہ بن جاتا مکانِ مرتضےٰ

گلشنِ عالم تصدق روضۂ رضواں نثار
مرحبا یہ تازگی بوستانِ مرتضےٰ

دیکھئے میرے سرِ شوریدہ کی پھر بے کلی
مل تو جائے پہلے سنگِ آستانِ مرتضےٰ

تشنہ کامانِ حقیقت کی بجھے کیونکر پیاس
لے رہا ہے لہریں بحر بے کران مرتضےٰ

کر گیا دونوں جہاں میں نام کس عزت کے ساتھ
فقر والا عجز والا خاندان مرتضےٰ

شہید کا آوازۂ حق

روشن جسکو پیمبر نے بنایا وہ حسین ÷ سید اہل الجنان جسکو بنایا وہ حسین
ہاں کہ تھا حلقوم جسکا بوسہ گاہ مصطفٰے ÷ دل لبھاتی تھی بنی کا جسکے بچپن کی ادا

جسکی ہستی مردمک تھی چشم حیدر کے لئے — ایک سرور جاوداں قلب پیمبر کے لئے
فاطمہ کی زندگانی اور بازوے حسن — وہ حسین بن علی نامحرم یاس و محن
آکے دیکھو کربلا کے دشت ہیبتناک میں — آج آغشتہ نظر آتا ہے خون اور خاک میں
دے رہا ہے دیدۂ دنیا کو عبرت کا سبق — صاحبان عشق کو معراج الفت کا سبق
فطرت اعلےٰ سے درسِ زندگی حاصل کرو — پرتو خورشید سے تابندگی حاصل کرو

(منقول از اخبار النجم لکھنؤ ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء دونوں نظمیں اسی اخبار سے نقل کیگئیں)

اچھوت کانفرنس لکھنؤ

۲۳ مئی ۳۶ء مطابق ۱ ربیع الاول ۵۵ھ کو لکھنؤ میں جملہ مذاہب کی بڑی کانفرنس ہوئی جس میں مختلف مذہبی لیڈروں نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرکے اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کی کوشش کی مگر عملی کامیابی کسی کو بھی نہیں ہوئی پس نشستند و گفتند و برخواستند۔

حضرات اہلسنت کے زبردست پیشوا جناب مولوی صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی لکھنوی نے اسلامی مساوات بیان کرنے میں کہا کہ "اگر اچھوت مسلمان ہوجائیں تو ہم ابھی انکا جھوٹا کھانا کھائیں اور پانی پئیں" مگر برادران اہلسنت تو یوں بھی مشرکوں کے جھوٹے کھانے پانی کو حلال طیب و طاہر سمجھتے ہیں اور انما المشرکون نجس کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ پھر اس شرط کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے یہ بھی کہا کہ "اگر آپ لوگوں کو شادی کی ضرورت ہو تو فرنگی محل کے خاندان کی لڑکیاں موجود ہیں" گویا تبدیل مذہب کے لئے لڑکیاں تک پیشکش کردیگئیں!!! مگر معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے اپنی ان لڑکیوں سے پوچھکر یہ بات کہی یا اپنی طرف سے یہ تجویز کی۔ اگر بغیر پوچھے کہا تو ان کا نکاح ان اچھوتوں سے جائز کیونکر ہوگا؟ کیا اسلام نے زبردستی نکاح کردینے کی اجازت دی ہے؟ اور اگر انھوں نے خود ہی خواہش کی اور آپ کو وکیل بنا کر بھیجا تھا تو آپکو صاف کہنا چاہیئے تھا کہ ہماری لڑکیوں نے بھی آپ لوگوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ آپ کی خدمت کے لئے ہم صنف نازک بھی حاضر ہیں۔ لیکن اگر وہ پوچھ بیٹھتے کہ آپ لوگ جب وہابیوں کو اپنی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے ان کو آمین بالجہر نہیں کہنے دیتے۔ ان کو قراءت فاتحہ خلف الامام نہیں کرنے دیتے تو آپ ہم لوگوں کے ساتھ کیا مناسب برتاؤ کرینگے۔ اسی طرح جب آپ حضرات حنفی بھائیوں کی عزاداری کو برداشت نہیں کرتے تعزیہ پر نظر پڑنے سے انکی بیوی تک کو ان کے لئے حرام کردیتے ہیں تو وہ نومسلم حضرات کے ساتھ کیا انسانیت کو آزادی دینگے اور کیونکر مساویانہ برتیں گے۔ تب آپ کیا جواب دیتے؟ یا اب کیا کہہ سکتے ہیں؟

مستحق خلافۃ کون ہے؟

(ربط کے لئے اصلاح محرم ۵۵ھ ملاحظہ ہو)

قولہ کہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک سچا راہنما ہیں۔

اقول ان کے حالات زندگی دیکھنے سے اس کا بھی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور اکرم کو خدا کا فرستادہ سچا نبی سمجھتے ہوں۔

قولہ اور اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی حیات کے آخری سکون تک عشق رسولؐ کا...

اقول زبانی اور صرف زبانی۔

قولہ دم بھرتے رہے۔

اقول انکی صداقت اور عشق کی کیفیت کچھ ابھی معلوم ہو چکی اور کچھ صلح حدیبیہ میں حضور اکرم کی نبوۃ میں شک کرنے سے اور حضور اکرم کے مرض الموت کے زمانہ میں تخلف کرنے سے جیش اسامہ کے اور قد غلب علیہ الوجع اور ان الرجل لیھجر کہنے سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔

قولہ اپنی نوجوان لخت جگر صاحبزادیوں کو ان کے حبالۂ ازدواج میں دیدیتے ہیں۔

اقول اس سے کون سی فضیلت ثابت ہوئی۔ یہ سلسلہ تو سلف سے آج تک جاری ہے کہ دنیوی مفاد کے لئے لوگ اپنی بیٹیاں امراء و رؤساء قوم اور شاہی محلات میں داخل کیا کرتے ہیں اگر اونھوں نے بھی اپنے مفاد کے لئے ایسا کیا تو کون سی بڑی بات ہے۔ جب خدا نے لڑکیاں دیں تھیں تو کسی نہ کسی کے سر تھوپنا ضروری تھا۔ رسول اللہؐ کے سر تھوپا تو نہ اسمیں کوئی دینی خدمت ہے نہ رسول اکرم کی ہمدردی بلکہ جو کیا وہ اپنے اغراض و مفاد کے لئے کیا۔ پھر اگر دونوں صاحبزادیوں کے صفات و کردار پر نظر کی جائے اور ان دونوں نے جو سلوک رسول اللہ سے یا آپ کی اولاد سے کیا اس کے اسباب کی جستجو کی جائے تو ان کے والدین کی پوزیشن بعد اسلام بھی نازک سے نازک تر ہو جاتی ہے جو ارباب دانش و بینش کے لئے محتاج تشریح و توضیح نہیں ہے آیۃ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما آہ انھیں دونوں کی شان میں نازل ہوئی جس سے انکی صفات و کردار پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب ان صاحبزادیوں میں کوئی ذاتی یا نسبی شرافت نہ تھی تو حضور اکرم نے قبول ہی کیوں کیا۔ انکی

وجہ وہ حضرات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے فلسفہ اسلام اور اسکے قبل کے حالات پر اطمینان قلب سے غور کیا ہو۔ تاریخ دیکھنے والے اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ زمانۂ جاہلیت میں شرافت نسبی اور عالی خاندانی مایہ ناز اور وجہ تفاخر سمجھی جاتی تھی اور یہ حد اعتدال تک یقیناً ممدوح ہے۔ مگر عرب جاہلیت اعتدال سے بہت آگے بڑھ گئے تھے اور اس کے مقابل اخلاق وصفات ذاتی چنداں قابل وقعت نہ تھے۔ عرب اس باب میں اس قدر سختی سے پابند تھے کہ جنگ جدال میں بھی اسکا لحاظ رکھتے تھے اور کوئی عالی نسب بہادر دنی النسب پہلوان سے جنگ کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا اور اس کا قتل کرنا اور اس کے ہاتھ سے مارا جانا دونوں حد درجہ عار و ننگ سمجھا جاتا تھا چہ جائیکہ شادی بیاہ۔ اسمیں تو ایک دوسرے کا کفو ہونا ضروری و بسا ضروری تھا۔ اسلام چونکہ راہ مستقیم کا نام ہے۔ اس نے کبھی کسی جگہ افراط و تفریط کو پسند نہیں کیا اور رسم و رواج میں بھی اعتدال کو قائم رکھا اور حسب و نسب کے مقابل افعال و اخلاق ذاتی پر زیادہ زور دیا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اس کے قواعد وضوابط اسلام نے تعلیم کئے اور جہاں ضرورت داعی ہوئی ہادی اسلام نے عمل کرکے بتایا چنانچہ حقوق زوجین۔ ان کے مراتب ان کے صفات کی حدیں بھی علے وجہ الاتم بیان کردیں کہ مرد مسلم خواہ کتنا ہی عالی خاندان اور صفات حمیدہ کا جامع ہو اور عورت کتنی ہی پست و دنی النسب اور صفات حمیدہ سے عاری ہو۔ مگر کلمہ شہادتین پڑھنے کے بعد دونوں میں ازدواجی رشتہ قائم ہوسکتا ہے۔ اس شکل وصورت کا ازدواجی رشتہ زمانہ جاہلیت میں انتہائی ناپسندیدہ اور غیر مروج تھا اور اسلام اس کو اس وجہ سے توڑنا چاہتا تھا کہ اس خدوخال کی عورتیں کو اپنے جذبات صنفی کے پورا کرنے میں کسی نامناسب راہ روی کی طرف مائل نہ ہونا پڑے۔ لہٰذا ذہن وطبایع ناس کا لحاظ کرتے ہوئے خلاق عالم نے اس ازدواجی رشتہ کے لئے صرف زبانی حکم کو کافی نہ سمجھا بلکہ مشیت ایزدی داعی ہوئی کہ ہمارا رسولؐ اس پر عمل کرکے اپنی انکساری تواضع بے نفسی کا اسوۂ حسنہ قیامت تک کے لئے قائم کردے۔ شاید اسی وجہ سے شریعت اسلام نے اولاد کے حق میں باپ کا نسب معتبر قرار دیا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ تعدد ازدواج کا بھی فلسفہ ہو۔ بہرکیف دونوں صاحبزادیوں کے محل سرائے رسولؐ میں داخل کرلینے میں یہ فلسفہ مضمر ہے جس پر بنو امیہ صنا فخر کررہے ہیں۔

قولہ اس کے ایک ایک اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتے ہیں۔

اقول جس کا ثبوت مختلف غزوات میں میدان جنگ چھوڑ کر دیا۔ اور رسول اللہ کے پکارنے پر پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ اذ تصعدون ولا تلون علی احد والرسول یدعوکم فی آخرکم اس وقت کو یاد کرو جب تم پہاڑ پر بھاگے جا رہے تھے۔ اور رسول تمہارے پیچھے کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے۔ مگر تم کسی کو پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہاں ہم بزمی صاحب کی تہذیب و شائستگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اپنے دو مایہ ناز خلیفہ کے لئے کیسا پیارا اور خوبصورت لفظ دُناچتے ، استعمال فرمایا۔

قولہ اس کے حکم کے سامنے اپنی ساری دھن دولت لٹا دیتے ہیں۔

اقول یہ وہ مسلوب المعانی الفاظ ہیں کہ جس کا ثبوت دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ ثبوت ملتا ہے تو اس کا کہ ان دونوں سخاوت شعار ہستیوں نے کبھی ایک پیسہ بھی راہ خدا و رسول میں صرف نہیں کیا۔ چنانچہ جب رسول کریم صحابہ کی فضول و بے فائدہ باتوں سے پریشان ہوئے تو آیہ نجویٰ کا نزول ہوا کہ کچھ تصدق دیکر نبی کریم سے باتیں کیا کرو۔ اسمیں دراہم و دینار کی قید نہ تھی۔ بلکہ کم سے کم رقم میں بھی آیت کی تعمیل ہو سکتی تھی۔ مگر میدان جنگ کی طرح دربار رسول بھی خالی ہو گیا۔ اور سوائے حضرت علی کسی نے بھی آیت پر عمل نہیں کیا۔ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر نے ایک ناقہ رسول کریم کے ہاتھ بیچا اور پانچ سو یا سات سو درہم کا فائدہ اٹھایا (مدارج جلد اول صفحہ ۵۳۳)

قولہ الغرضکہ وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ایک جانفروش کو کرنا چاہیئے۔

اقول سب کچھ کے ہر ہر جزو کی حقیقت اوپر تفصیل سے بیان کر چکے۔ فلیرجع الیہ

قولہ لیکن اسکے باوجود بھی اگر وہ رسول کی بارگاہ میں

اقول یعنی جب تاریخ میں انکی کوئی فضیلت ثابت نہیں تو اس کے باوجود بھی لوگ ان کو بارگاہ رسول میں باوقعت سمجھیں تو یہ مریدوں کا صرف حسن ظن نہیں بلکہ رسول کریم پر اتہام بھی ہے۔

قولہ صرف اس لئے

اقول صرف صفات حمیدہ سے عاری ہونے کی وجہ سے رسول کی

قولہ نظروں سے گرے ہوئے ہیں

اقول نہ اس وجہ سے

قولہ کہ ان کے مقابلہ میں رسول کا چچیرا بھائی اور ان کا داماد ہے تو پھر اس کا نام تعصب اعزہ پروری

اقول کیونکر ہو سکتا ہے۔

قولہ تاریخ اسلامی کا ہر اسٹوڈنٹ جانتا ہے۔

اقول جاننے والے تو سب کچھ جانتے ہیں مگر خدا کرے بزمی صاحب بھی جانیں۔

قولہ کہ نبی کریم کی ذات گرامی اس قسم کی تنگ نظریوں سے بہت بلند ہے۔

اقول اس قسم کی تخصیص کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی تنگ نظری سے رسول کریم کی ذات بہت بلند ہے۔

قولہ اب ہم بحث کے اس رخ کی طرف آتے ہیں جہاں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی تمام صحابہ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔

اقول بسم اللہ شوق سے تشریف لایئے مگر ثبات قدم کے ساتھ آیئے۔ جناب والا تو بحث شروع ہونے سے پہلے پہلو بدل کر ہوا کے رخ تشریف لیجاتے ہیں۔ یہ نہ کوئی بہادری ہے نہ مروت و اخلاق۔ مرد میدان بنیئے اور جم کر کسی موضوع پر بحث کریجئے۔ شکست ہو تو ہو جان کا خطرہ نہیں ہے۔

قولہ اس حقیقت کو بے لوث تحقیقی نگاہ سے جانچنے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہو سکتا ہے کہ

اقول تاریخ کی ورق گردانی کیجائے اور یہ دیکھا جائے کہ رسول کریم نے اپنی خلافت کے لئے کس کو نامزد فرمایا جس کو رسول کریم نے خلافت کے لئے نامزد فرمایا ہو اس سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم کے فعل و قول کے مقابلہ میں مستشرقین یورپ کی رائے کوئی وقعت نہیں رکھتی اس لئے کہ خلافت و امامت صرف ملکی سیاست کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق دین و دنیا دونوں سے ہے جس کو خود بزمی صاحب بڑے شد و مد سے تسلیم کر چکے ہیں (اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ نبی کریم کی سب سے بڑی حیثیت ایک اخلاقی موودب کی ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے جا سکتے کہ آپکی اس حیثیت سے سیاست ملکی خارج ہے رسالہ نگار مئی ۵۳ء) جب بزمی صاحب کو نبی کریم کی یہ حیثیت تسلیم ہے تو آپکے جانشین بھی اسی حیثیت کا ہونا لازم و ضروری ہے۔ ایسی حالت میں مستشرقین یورپ کی رائے کیا مفید ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ اسلامی سیاست اور یورپ کی سیاست میں فرق اور دونوں کا مطمح نظر ایک دوسرے سے جداگانہ ہو۔ نیز اس وجہ سے کہ اگر انکی رائے کا ماخذ تواریخ و سیر وغیرہ ہیں جو ہمارے پاس بھی موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے دل و دماغ کو معطل کر کے انکی رائے پر بلا دلیل اعتماد کریں اور وہ دن کو رات اور رات کو دن کہیں تو ہم سر تسلیم ان کے سامنے خم کر دیں تاہم اگر بزمی صاحب رسول کریم کے قول و فعل پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور صرف محققین یورپ کی رائے

پر ایمان کا انحصار ہو توان کی راے بھی پیش کردیجائیگی۔ بہرکیف تاریخ وسیر و تفاسیر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین کا نزول ہوا تو حضور اکرم نے دعوت قریش کی بنا کی اور اس دعوت کا تمام انتظام علی مرتضیٰ ؑ کے سپرد فرمایا۔ آپ نے موافق حکم بنوی تھوڑا کھانا۔ ایک ران ایک کاسہ شیر فراہم کرکے قریش کے چالیس آدمیوں کو جمع کیا جنمیں آپ کے چچا ابوطالب و حمزہ و عباس بھی شامل تھے کھانا اگرچہ ایک ہی شخص کے موافق تھا لیکن یہ ایک معجزہ تھا کہ عرب کے چالیس آدمی خوب سیر ہو گئے۔ کھانے کے بعد رسول کریم نے اسلام پر تقریر کرنا چاہی لیکن ابولہب کی مخالفانہ تقریر نے رسول اللہ کو تقریر کرنے کا موقع نہ دیا اور آپ کے ایسے نمایاں معجزہ کو سحر کہکر مجمع کو منتشر کردیا۔ علی مرتضیٰ ؑ نے بحکم رسول ؐ دوسرے روز پھر ویسا ہی سامان مہیا فرماکر دوبارہ لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آنحضرت ؐ نے ارشاد کیا کہ میرے خیال میں تو کوئی ایسا شخص عرب میں نہیں ہے جو مجھ سے بہتر چیزیں اپنی قوم میں لایا ہو۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لیکر آیا ہوں مجھکو خدا نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اس راہ پر لگادوں لہذا تم لوگوں میں کون ایسا شخص ہے جو اس امر تبلیغ میں میرا ہاتھ بٹاکر میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا جانشین و خلیفہ تم لوگوں میں ہو (اس جلسہ میں صرف دو کام آپکے ملحوظ خاطر ہیں۔ ایک تبلیغ اسلام۔ دوسرے انتخاب خلیفہ) یہ ایک قابل انکار حقیقت ہے کہ اہل دنیا کے اعتقادات فاسدہ اور انکی خواہشات نفسانیہ کے خلاف کسی کام کے آغاز کرنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کے پہاڑ اور انواع و اقسام کی قیامت خیز بلاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اپنا و بیگانہ ہر شخص ساتھ چھوڑ ناکیسا جانی دشمن ہوجاتا ہے۔ ایسے سخت و مشکل کام کے بانی کے لئے جیسے دل و دماغ کی ضرورت ہے ویسے ہی دل و دماغ کی اس کے شریک و معین کے لئے حاجت ہے۔ کیونکہ زمانہ کی سرد و گرم ہوا کا تحمل کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے قریش کے جہاندیدہ اور تجربہ کار سب کے سب جمع تھے مگر کسی کو لبیک کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بجز ایک نوعمر لڑکا مگر شیر دل۔ مستقل مزاج۔ قول کا دھنی۔ باہمت۔ جسکی گردن میں رسول اللہ کا خون دوڑ رہا تھا۔ جسکا دماغ جسکا ظاہر و باطن رسول اللہ کا ظاہر و باطن تھا (یا علی لحمک لحمی ودمک دمی وروحک من روحی وسریرتک من سریرتی وعلانیتک من علانیتی) ینابیع المودۃ صفحہ ۲۴ بمبئی۔ بلکہ جو نفس رسول تھا (آیہ مباہلہ) لبیک کہکر کھڑا ہو گیا اور عرض کی یا نبی اللہ اگرچہ میں ان سب لوگوں میں کم سن ہوں اور بظاہر کمزور لیکن آپ کے بوجھ اور ہاتھ بٹانے کے لئے دل و جان

سے حاضر ہوں فاخذ رسول اللہ برقبۃ علی وقال ان ھذا اخی ووصیتی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا ۲۱ تاریخ ابو الفدا۔ جلد اول صہ ۱۱۶ و صہ ۱۱۹ مطبوعہ قسطنطنیہ۔ تاریخ کامل جلد ۲ صہ ۲۸ مصر۔

پس رسول اللہ نے مسرت و خوشی کے ہاتھوں کو علی مرتضیٰؑ کے گلے میں ڈال کر فرمایا کہ یہی میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور تم لوگوں میں یہی میرا جانشین وخلیفہ ہے۔ انکی اطاعت و فرماں برداری کرو۔ اور جو کچھ یہ کہیں اس کو قبول کرو۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسے سخت وقت میں جبکہ رسول اللہ کا کوئی معین ومددگار نہ ہو اور کفر کی گھنگھور گھٹائیں چاروں طرف سے آپ کو گھیرے ہوئے ہوں حضرت علیؑ کے لبیک کہنے سے رسول اللہ کے دل کو کتنی قوت ہوئی ہوگی اور آپکی امیدوں میں تازہ روح پھنک گئی ہوگی۔ دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ یہ تاریخی واقعہ جس طرح حضرت علیؑ کی خلافت پر روشنی ڈال رہا ہے وہ اہل انصاف وبصیرت کے لئے بہت کافی ووافی ہے۔ الفاظ (ان ھذا اخی ووصیتی وخلیفتی فیکم) ایسے صاف وصریح ہیں کہ کسی تاویل وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد فاسمعوا لہ واطیعوا فرمانا حضرت علیؑ کی عصمت کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ اطاعت وفرماں برداری کسی خاص وقت و حالت کے ساتھ مخصوص ومقید نہیں ہے بلکہ عام ومطلق ہے جو بجز معصوم کسی غیر کے لئے سزاوار وموزوں نہیں ہے۔ لہذا اگر لفظ اطیعوا کو جو ترجمان وحی نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ بے تعصبی اور انصاف سے دیکھا جائے تو مثل روز روشن یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؑ اخلاقی فضیلت میں دنیا کے مکمل ترین انسان اور سیاسی حل وعقد میں دنیا کے مہذب ترین فرمانروا ہیں کیونکہ معصوم سے زیادہ نہ دنیا میں کوئی مہذب فرماں روا ہو سکتا ہے نہ اخلاقی فضیلت میں کامل انسان۔

قولہ اس کے بعد ہمارے سامنے جو چیز ابوبکر وعمر کے مقابلہ میں حضرت علی کے شرف وفضیلت کا صحیح معیار پیش کر سکتی ہے۔

اقول وہ کلام اللہ اور احادیث رسولؐ ہیں۔ لیکن چونکہ نزمی صاحب کو اس میدان وسیع میں اپنے ممدوحین کے لئے کوئی ذرہ بھی نظر نہیں آیا۔ لہذا اپنی شکست کو یقینی جانتے ہوئے اس رزمگاہ سے بھی کنارہ کرتے ہیں اور ایک نئی راہ پر قدم رکھتے ہیں۔

قولہ وہ ان دونوں کے عہد خلافت کا مقابلہ ہے۔

اقول ثبت العرش ثم انقش علیہا۔ پہلے دیوار بنا لیجئے پھر اس پر نقش ونگار اور بیل بوٹے

جو کچھ جی چاہے بنایئے۔ پہلے ان حضرات کی صحیح معنی میں خلافت ثابت کیجئے پھر مقابلہ کیجئے گا۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ ایک طرف جہل دوسری جانب علم۔ ایک طرف ظلم وجور دوسری طرف عدل و انصاف۔ ایک طرف جبن دوسری طرف شجاعت ہو۔ لہذا اگر دونوں خلافتوں میں نفی واثبات کا تقابل نہیں ہے تو تقابل تضاد یقینی ہے۔

قولہ اپنی رزمگاہ کے دو اور میدان تلاش کئے ہیں یعنی ایک تو یہ کہ آیا خلافت کے مفہوم میں سیاست داخل ہے یا نہیں اور دوسرا یہ کہ نبی کریم کے اقوال سے حضرت علی کی بے انتہا فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اقول پہلا میدان تو بزمی صاحب کا اختراعی ہے کیونکہ نہ تو ہر نام صاحب نے خلافت سے سیاست کو الگ کیا اور نہ کسی شیعہ نے اس کو علیحدہ کیا پھر اپنے خیالی نظریہ کو گھڑی گھڑی کیوں پیش کرتے ہیں ہر نام صاحب کا مضمون غور سے پڑھیئے کہ وہ کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے ہیں۔ ہر نام صاحب لکھتے ہیں "خلافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی جانشینی یا قائم مقامی کے ہیں۔ لیکن جانشینی کا مفہوم صرف جگہ پر بیٹھ جانا نہیں ہے۔ بلکہ جانشینی بہ حیثیت عہدہ بہ حیثیت منصب بحیثیت فرائض بہ حیثیت اخلاق و اعمال اور بحیثیت مراتب و کمال ہوا کرتی ہے۔ ایک شاعر کا جانشین شاعر۔ طبیب کا جانشین طبیب۔ قاضی کا جانشین قاضی اور وکیل کا جانشین وکیل ہوا کرتا ہے ایک شاعر کا جانشین حکیم اور حکیم کی جگہ قاضی اور قاضی کی جگہ وکیل سے پر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایک ہی نوع میں صنف کے بدلنے سے بھی خصوصیت مختلف ہو جاتی ہے۔ یعنی خود شعراء میں مرثیہ گو کا جانشین غزل گو اور غزل گو کا جانشین قصیدہ گو نہیں سمجھا جا سکتا۔ چہ جائیکہ شاعر کی جگہ لوہار اور قاضی کی جگہ معمار صحیح جانشین سمجھا جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ حقیقتاً وہ ہے جو اپنے کمالات اور خصوصیات میں اپنے پیشرو کے کمالات اور خصوصیات کا زیادہ شریک اور حصہ دار ہو۔ اگر آپکی حیثیت صرف ایک دنیاوی بادشاہ کی ہوتی تو بے شک آپکی خلافت کے لئے ایک بادشاہ ہونے کی حیثیت کافی تھی اور جو کوئی آپکا خلیفہ مقرر کر دیا جاتا کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا لیکن اگر رسولؐ کی حیثیت صرف ایک بادشاہ کی سی نہ تھی بلکہ معلم روحانی ہونے کی خصوصیت بھی آپ میں پائی جاتی تھی تو ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ اس باب میں فضیلت کس کو حاصل تھی"۔ انتہی کلامہ

اگر بزمی صاحب زبان اردو سے کچھ بھی ذوق رکھتے ہیں تو لفظ (صرف) اور لفظ (بھی) پر ذرا غور کریں اور مطلب سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔ کہ ہر نام صاحب کیا لکھتے ہیں اور آپ کیا سمجھتے

ہیں۔ ہرنام صاحب کی عبارت اس قدر صاف ہے کہ ایک معمولی اردو داں بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ رسولؐ کریم کی ذات میں بادشاہ اور معلم روحانی ہونے کی دونوں صفتیں موجود تھیں اور آپ کا جائز و صحیح جانشین صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جسمیں یہ دونوں صفتیں علی وجہ الاحسن موجود ہوں لہذا آپکی خلافت کے لئے صرف دنیاوی بادشاہ ہونا ہرگز کافی نہیں ہو سکتا۔ یہی ہرنام صاحب کی بحث کا پہلا میدان اور مناظرہ کا پہلا رزمگاہ ہے۔ اور یہی خلافت و امامت کا صحیح معیار ہے۔ اسی میدان میں ہرنام صاحب کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں مگر بزمی صاحب اس میدان سے گریز کرتے ہیں اور ہرنام صاحب پر غلط الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے دو اور میدان تلاش کئے اس کا نام ہٹ دھرمی نہیں تو پھر کیا ہے۔ ہرنام صاحب کے تمام ادلہ قاطعہ اور حجج ساطعہ کو نظر انداز کرکے اور جواب سے عاجز ہوکے لکھتے ہیں۔

قولہ اس سلسلہ میں مویدین امامت انا مدینۃ العلم وعلی بابہا کی حدیث کو نہایت شدت کے ساتھ پیش کرتے ہیں لیکن اس کے مقابل حضرت عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری کی ان احادیث کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ پیش کئے گئے جو کرتے پہنے ہوئے تھے انہیں سے کسی کا کرتا سینہ تک تھا کسی کا اس سے نیچے۔ پھر عمر میرے سامنے لائے گئے ان کا کرتا اتنا لمبا تھا کہ اس کا دامن زمین میں گھسٹتا جاتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا اسکی تعبیر آپنے فرمایا عمر کی دینداری۔ اسی قسم کی دوسری حدیث جس میں آپ نے خواب میں ایک گلاس سے کچھ دودھ پیا اور باقی حضرت عمر کو دیدیا اور لوگوں کو اسکی تعبیر علم بتلائی۔

اقول خداوند کریم اس منزل میں بزمی صاحب کو ثبات قدم عنایت فرمائے اور گریز کی راہوں کو مسدود فرمائے۔ بہرکیف حضرت عمر کی خلافت کی تائید میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ جو پیش کیا جا سکتا تھا وہ بزمی صاحب نے پیش کر دیا جو صرف خواب و خیال پر منحصر ہے۔ اور اپنی گھریلو کتاب سے جو فن مناظرہ کے لحاظ سے ہمارے لئے نہ حجت ہے نہ دلیل۔ بلکہ بزمی صاحب کی شکست کا شاندار پہلو ہے۔ خیر ہم اصول مناظرہ سے قطع نظر ایک غیر جانبدارانہ حیثیت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع۔ اس کے جانچنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ کے حالات زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اگر تاریخ آپ کے علم و تدین کے خلاف کچھ مواد پیش کردے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ حدیث وضعی ہے اور اگر آپکا دامن جہالت کی آلودگیوں سے پاک صاف نکلے تو حدیث کی صحت میں کیا کلام۔ (باقی آئندہ)

خلفائے فاطمیین

[حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے جناب اسمعیل کی اولاد سے ایک بزرگ عبید اللہ مہدی گزرے ہیں۔ جو سنہ ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے سنہ ۲۹۶ھ (۹۰۸ء) میں ایک زبردست سلطنت افریقہ میں قائم کی۔ اس خاندان کے بادشاہ تاریخی دنیا میں خلفائے فاطمیین کے نام سے مشہور ہیں جب یہ سلطنت کمال ترقی پر تھی تو اسکی حدیں بحر ظلمات سے صحرائے شام تک اور بحیرۂ روم سے صحرائے اعظم افریقہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مراکش۔ بلاد الجزائر۔ تونس۔ طرابلس برقہ۔ مصر۔ شام۔ یمن۔ حجاز۔ جزیرہ صقلیہ اور بحیرۂ روم کے بعض اور جزیرے بھی اسکی حکومت میں داخل تھے بلکہ بغداد اور موصل تک میں ان کا خطبہ بہت دنوں تک جاری رہا۔ حدود سلطنت اور وسعت مدت کے اعتبار سے بنو امیہ اور بنو عباس کے بعد اسلامی سلطنت میں اسی کا درجہ ہے۔ شروع شروع تونس میں قیروان کے پاس مہدیہ ان کا دار الحکومت تھا۔ پھر جب سنہ ۳۵۸ھ (۹۶۹ء) میں ان لوگوں نے مصر فتح کیا تو قاہرہ کو اپنا دار الخلافہ مقرر کیا۔ انکی بادشاہت سنہ ۲۹۷ھ (۹۰۹ء) سے سنہ ۵۶۷ھ (۱۱۷۱ء) تک قائم رہی۔ ان بادشاہوں کو علوم و فنون کا نہایت درجہ شوق تھا۔ خود بھی بڑے ذی علم اور حامی اسلام تھے۔ انھوں نے مصر کو تاریکی سے روشنی میں جہالت سے علم و فضل میں اور بربریت سے تہذیب و تمدن میں بدل دیا بلکہ اس کو اتنی ترقی دی کہ آسمان عروج تک پہونچا دیا۔ ایک عیسائی مورخ اسٹینلی لین پول نے لکھا ہے کہ خاندان فاطمیین کی دولت و حشمت و تجارت بحیرۂ روم کی خوشحالی کا ذریعہ قرار پائی۔ اس خاندان میں ۱۴ بادشاہ ہوئے جن سب کے حالات نہایت دلچسپ اور عالم افروز ہیں۔ انشاء اللہ رسالہ اصلاح میں ان کل حضرات کے مفصل حالات زندگی درج کئے جائیں گے۔ سردست ہم اپنے برادر محترم فاضل محقق جناب مولانا سید مجتبے حسن صاحب موسوی کامونپوری فاضل مشرقیات دام فضلہ کا ایک مضمون درج کرتے ہیں۔ ممدوح ان دنوں اسلامی اور تاریخ کا گویا درجہ اجتہاد حاصل کرنے کے لئے مصر میں مقیم ہیں اور وہیں سے یہ مضمون بھیجا ہے۔ چونکہ خلفاء فاطمیین نے اپنے علمی و عملی کارناموں سے دنیا کو محو حیرت کر دیا تھا۔ اس سبب سے غیر مسلم اور مسلم سب ہی نے ان پر حسد کیا اور اس خاندان پر مختلف قسم کے افترا و بہتان قائم کرتے رہے جس کا سلسلہ ابتک جاری ہے۔ مدیر اصلاح]

معلوم نہیں لوگوں کو حقائق و معارف اور صداقت و دیانت کی ہنسی اڑانے میں کیا مزا ملتا ہے کذب وافترا کی اشاعت ۔ دروغ بافی ۔ افترا پردازی اور بہتان تراشی کیا فی نفسہ کوئی لذیذ شے ہے؟ آخر باطل میں کیا جاذبیت ہے کہ اس کے مندر پر حق و صداقت کو بھینٹ چڑھایا جاتا ہے؟ ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ ایسے انسانیت کش ۔ اعدا محبت انسانیہ ۔ دشمن راحت و طمانیت افراد پیدا ہو جاتے ہیں جن کو حقائق کے الٹ پلٹ کرنے ہی میں لطف آتا ہے ۔ آہ ہمارا کام ہدایت بشر ۔ تنویر بصیرت اور توضیح شرعیات ہونا چاہیئے تھا لیکن ہم معارف پر اور زیادہ کثیف پردے ڈالنے کا سامان کر رہے ہیں ۔

مسلمانوں کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ حکومت مصریہ نے ۱۹۳۱ء کی تقویم اس بے احتیاطی سے مرتب کی کہ اوسمیں مرقس سمیکہ پاشا قبطی کے سم آمیز مقالہ کو بھی جگہ مل گئی ۔ سمیکہ پاشا "کنائس دیر ابی سیفین" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ خلیفہ علوی فاطمی المعز لدین اللہ فاتح مصر و بانی قاہرہ اور مصر قدیمہ کنیسہ ابی سیفین میں دفن ہوئے ۔ سمیکہ پاشا کی عربی عبارت تقویم ص۱۷ میں حسب ذیل ہے :- ان ھناک کنیسۃ صغیرۃ بھا اجبۃ من العصر الفاطمی عیلا بنقوش باھرۃ تمثل القدیسین ومعمودیۃ یقال ان الملک المعز لدین اللہ تعمد فیھا سرًا یعنی یہاں ایک چھوٹا گرجا ہے جس میں خلفاے فاطمین کے زمانہ کے بہت سے پردے ہیں جو ایسے عمدہ نقوش سے آراستہ ہیں جو قدیسین اور معمودیۃ کے فوٹو معلوم ہوتے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ معز لدین اللہ نے اس میں ایک پردہ طیار کرایا تھا ۔

مرقس سمیکہ کون ہے

ناظرین یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں گے کہ سمیکہ پاشا کون ہے سمیکہ پاشا پہلے حکومت مصریہ میں مؤلف تھے ۔ لجنۃ الآثار العربیۃ کے عضو مجمع الاثریین لندن کے زمیل اور متحف قبطی کے مؤسس ہیں ۔

تقویم حکومت مصریہ نے شایع اور کسی کو عرصہ تک اس دسیسہ کی اطلاع نہیں ہوئی دفعۃً مصری مسلمانوں کی نگاہیں اس تقویم کی طرف پڑیں اخبارات میں ایک آگ سی لگ گئی مسلمانوں اور قبطیوں کے سر پر آور دہ اخبار نے صف آرائیاں کیں ۔

اہرام ۔ سیاست ۔ وادی النیل ۔ البلاغ اس قلمی جنگ کے معرکہ کارزار بنے ہوئے تھے ۔ مصری مسلمانوں میں جن لوگوں کی خدمتیں نمایاں تھیں اون میں زکی پاشا و استاد ابراہیم

جلال - او ستاذ اکبر السابق احمد طواہری - ڈکٹور ابراہیم حسن محمد عبد اللہ عنان - محمد ماضی ابوالعزائم - محمد شیخ عرفہ کا شمار ہے - مصر کے اساتذہ مصر کے قضاۃ و وکلاء مصر کے ارباب قلم نے پوری طاقت سے قبطیوں کا مقابلہ کیا - قبطی علماء کی فوج نہایت بہادری سے پیچھے ہٹ گئی - وزارت مصریہ نے سمیکہ سے مطالبہ کیا اور ۲۰ راگست سنہ ۱۹۳۱ء کے اہرام میں سمیکہ کو شکست نامہ شایع کرنا پڑا - سمیکہ باشا کی عبارت کا ایک حصہ میں نقل کرتا ہوں -

اما اذا کانوا یریدون بھذا ان یسمعوا منی بعبارۃ جلیۃ انی لا اصدق ھذہ الروایۃ فانا اقولھا غیر متردد وما سمع احد عنی او عن غیری من القبط اننا اتھمنا ونا الروایۃ کھذہ او جعلناھا موضوع تصدیق لانھا ظاھرۃ البطلان -

کسی مصری اخبار نویس نے بعض مقالات کو کتابی صورت میں جمع کر لیا ہے - مصطفیٰ الحلبی تاجر کتب جوار ازہر قاہرہ" کے عنوان سے منگائی جا سکتی ہے - مصارف برید کے علاوہ ۵ ریں کتاب مل سکتی ہے -

ایک مورخ کا فریضہ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ بعض منقولات پر فتح پالے علل و معلول کے دقیق اور مبہم سلسلے کا پتہ لگانا بھی مورخ کا منصب ہے - جب میں نے استاد سمیکہ باشا کا یہ مقالہ پڑھا تو غور کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قبطی بار بار اپنا نشانہ بنانے کے لئے فاطمیوں کو منتخب کرتے ہیں - میں نے خطط مقریزی ۱/۱/۱۸ میں دیکھا تھا کہ حاکم بامر اللہ کے متعلق بھی قبطیوں نے ایسا ہی شاخسانہ اُٹھایا تھا -

آج سمیکہ باشاہ بھی جب اپنا تیر چلاتے ہیں تو اس کا نشانہ فاطمی ہی ہوتے ہیں - میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ فاطمیوں کو بہ نسبت غیروں کے رسولؐ اسلام سے زیادہ تقرب ہے ان کی رگوں میں رسولؐ کا خون ہے -

اگر ان کے اعمال کو عیسائیت کے سانچے میں ڈھالا جا سکیگا تو آسانی سے دوسری قوموں کو سمجھایا جا سکتا ہے کہ رسولؐ اسلام کا خانوادہ رسولؐ اور اسلام کو بہتر سمجھ سکتا ہے - اس لئے کہ ان لوگوں میں تمام وہ کمالات جو تمام مسلمانوں میں موجود تھے مساوی یا ترجیح کے ساتھ موجود - ان کا غیر

یہ اضافہ بھی تھا کہ یہ رسالت اور اسلام کے اسرار سے بھی واقف تھے۔ مگر ان لوگوں نے صلیب کے سامنے گردن جھکادی اور تسلیم کرلیا کہ ایک تین ہوسکتا ہے اور تین ایک۔

میں بے حد محظوظ ہوا جب کہ میری نظر سے مصری علماء کی یہ تحقیق بھی گزری جس سے میرے خیال کی پوری پوری موافقت ہوتی ہے۔ بعض علماء مصری کے الفاظ حسب ذیل ہیں

رجعت الی ذاکرتی استحثہا لترشدنی الی ھذا لا لفاجعۃ فما ارشدتنی الا ان ھذا الخلیفۃ ھو اقرب الخلفاء الی بیت نبینا الکریم ر ہ/ نما سالہ الخلیفۃ المعز

اصل یہ ہے کہ آفتاب کو گرد آلود کرنے کا ارادہ ایک دیوانگی ہے معز لدین۔ اللہ کوئی تاریخ کی مجہول ہستی نہیں ہے جس کے متعلق جو چاہے جو لکھدے۔ جس کا دل چاہے معز کو بدنام کرے۔ معز کے پائدار محاسن اور معز کی ابدی نیکیاں ان تمام وسائس کے جواب میں پڑھ دینگی۔ تلک آثارنا تدل علینا۔ فانظروا بعدنا الی الآثار

میں نے سمیکہ پاشا کی تحقیق کو سامنے رکھکر اسفار تاریخیہ الٹے اور زندگی کا ایک عزیز حصہ ضائع کیا لیکن اس تحقیق کا کوئی نشان نہیں ملا۔ میں نے مسیحیوں کے مصادر اولیہ اصلیہ کا مطالعہ کیا۔ انگریزی۔ فرانسیسی اور جرمنی کتابوں کے عربی ترجمے دیکھے آخری نتیجہ اس محنت شاقہ کا جو میں نے نکالا وہ یہ تھا کہ اس قبطی فیلسوف کی تائید حقیقت مادیہ محسوسہ۔ جدال عقلی۔ حوار نظری اور محاکمات سوفسطائیہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔ حیرت بالائے حیرت تعجب بالائے تعجب ہے کہ معز محیط اطلانطی۔ شمالی افریقہ۔ مراکش۔ جزائر۔ تونس۔ طرابلس۔ برقہ۔ مصر۔ شام کا حاکم رہ چکا ہے۔ اگر اس کے نسلی امتیازات سے بحث نہ کی جائے جب بھی وہ قرن رابع میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان تاجدار گزرا ہے اور اس عظمت و جلالت کے باوجود ایک چھوٹے سے قبطی کنیسہ کے سامنے اپنے عقیدہ اپنے خاندانی اجلال اور اپنی سلطانی سطوت کا خزانہ لٹادیتا ہے اور قاوسہ و قمامصہ اسے آب معبودیت سے نہلاکر نصرانی بنالیتے ہیں نہ بحث ہے نہ مناظرہ۔

اور اس واقعہ کی خبر صرف سمیکہ پاشا کو ملتی ہے۔

اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عالم عظم اس خلیفہ اکبر اس رب الکبوش کے زمانہ میں قبطیوں کو کسی قسم کی وجاہت بھی نہیں حاصل تھی جسکے ماتحت کہا جاسکے کہ سیاسی ضرورت نے اس قسم کو مجبور کیا

(باقی آیندہ)

انجمن وظیفہ سادات و مومنین اپنی خوش انتظامی اور سود مندی کے لحاظ سے منفرد قومی انجمن ہے جو سنہ ۱۹۱۲ء سے قائم ہے اور نادار شیعہ طلبہ کی امداد کا تنہا وسیلہ ہے اس کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں۔ (۱) ابتک ایک لاکھ ستائیس ہزار روپیہ وظائف پر دے چکی ہے اور تقریباً ہر سال نو ہزار روپیہ کے وظائف تقسیم کرتی ہے۔ ایک سو طالب علموں کو امسال بھی وظائف دیئے جا رہے ہیں۔ (۲) ۵۱۶ طلبا انجمن سے وظیفہ پاکر میڈیکل کالج لاہور، لکھنؤ و پٹنہ و انجینئرنگ کالج رڑکی و ٹیچنگ کالج لاہور و کلکتہ و دیگر کالج میں تعلیم حاصل کرچکے ہیں۔ دو طالب علم انجمن سے وظیفہ پاکر ولایت میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور دو طالب علم نجف اشرف میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور اب بھی ایک طالب علم کو نجف اشرف میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظیفہ دیا جا رہا ہے۔ (۳) اس وقت سرمایہ محفوظ میں نصف لاکھ روپیہ موجود ہے جس کا منافع وظائف پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۴) انجمن کی باقاعدہ رجسٹری ہو چکی ہے اس کا انتظام چودہ ممبروں کی کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جن کا انتخاب ہر سال ممبروں کی کثرت آرا پر ہوتا ہے سکریٹری انہیں چودہ ممبروں میں سے منتخب ہوتا ہے (۵) ممبروں کی اولاد اگر خدانخواستہ اونکے بعد قابل اعانت ہو جائے تو وظیفہ کے لئے اُن کا حق سب پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔

انجمن کیا چاہتی ہے آپ اوسکے قواعد پڑھیں اور اپنی آمدنی کا فیصدی ایک روپیہ یا کم ازکم ۱ ماہوار جو کہ بہترین خیرات ہے دیکر اسکے ممبر بنیں اور معتدبہ رقوم سے اوسکے سرمایہ مستقل کو ترقی دیں تاکہ قوم کے نادار اور مستحق اور قابل رحم طلبہ جو محض مفلسی کی وجہ سے علم سے محروم رہے جاتے ہیں زیور علم سے آراستہ ہوکر قومی ترقی کا باعث ہوں۔

احقر سید احمد مرزا۔ آنریری سکریٹری انجمن ہذا 416 میر درد روڈ۔ نیو دہلی

رشتہ کا انتظام جملہ مومنین و ناظرین اصلاح سے عموماً اور ناظرین آنڈلو ضلع لدھیانہ سے خصوصاً التماس ہے کہ میں قوم راجپوت سے مذہب حق پر عرصہ سے مشرف ہوں۔ براہ مہربانی مطلع کریں کہ اضلاع کرنال۔ لدھیانہ۔ ہوشیار پور۔ انبالہ میں کس کس گاؤں میں راجپوت شیعہ ہیں تاکہ رشتہ وغیرہ کا انتظام ہو سکے۔ راقم کمیدان خاں پٹواری نہر چک ۱۱۱ جھنگ برانچ ضلع لائلپور۔ پنجاب

انجمن یادگار علماء لکھنؤ جناب قدوۃ العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب اعلی اللہ مقامہ نے ایک انجمن اس غرض سے قائم کی تھی کہ علماء کی مصنفات شائع کی جائیں مگر معلوم نہیں اب یہ انجمن کیا کر رہی ہے اس کا سرمایہ کس کام میں صرف ہوتا ہے اور کتاب البلد و معاد کیوں نہیں چھپی

حمایتِ عزاداری کے قانون

وعدہ نہیں ہے ایک علالت کا جام ہے ۞ ایفائے عہد روح کی صحت کا نام ہے
تعیّن کے پردے اوٹھا دیجئے ۞ مصیبت کو راحت بنا دیجئے

محسن ملت فیض درجت دامت برکاتکم۔ آپکی ذات مرجع عام ہے ایسے خلوص ہمدردی اخوت کے اوصاف مذہبی ولائے اہلبیتؑ اظہار کے فی زمانا مفقود ہیں۔ میرے دل پر جو اثر ہے اسکو نہ فاصلہ کم کرسکتا ہے نہ مدت بھلا سکتی ہے۔ آپ قوم کے مقدس یادگار ہیں ظاہر میں دور مگر دل سے نزدیک تر۔ خدا کرے قوم میں آپ جیسے کارکن ہمدرد و اگر چند ہوں۔ ہمارے اخباروں کے مدیر صاحبان واعظین روضہ خوانوں کو اس کا قطعی احساس نہیں کیا دشمنانِ حسینی کی انتہائی سعی حنفیت کی زنجیر میں وہابیت کی کڑی جوڑ کر ہو رہی ہے۔ جابجا شہر و قریہ میں بذریعہ وعظ پوسٹر پمفلٹ جہلا قوم کو مشتعل کرکے عمال و اہلکاران سے در پردہ غائبانہ امداد لی جاتی ہے مگر ہم خواب غفلت میں ہیں بکثرت عزاداروں کو خلاف قانونی نقض امن اور بدامنی کا ہوا دکھا کر رسم تعزیت سے محروم کرکے دفعات ۴۴ الف ۱۰۷ سے مرعوب بنا کر خاموش کیا جاتا ہے جنفی عزاداروں پر قومی اثرات کا دباؤ ڈال کر ترک عزا پر مجبور کیا جاتا ہے مختلف شعبدہ بازی سے عناد کی تخم ریزی کرکے فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس بے حسی اور خاموشی سے قوم کو بیدار کرکے ذلت رسوائی۔ دشواری۔ گرفتاری سے بچانا ہر فرد قوم پر فرض ہے مگر میرا ذاتی مشاہدہ تجربہ یہ ہے کہ قوم کو بچانے والے درمے کے بجز قلمی امداد اور رزولیوشن محضر میموریل گورنمنٹ میں بھیجنے سے بھی گریزاں ہے۔ اجلاس شیعہ پولیٹکل کانفرنس و سبجکٹ کمیٹی کا سب نمائشی برائے نام تھا۔ اور اکثر مدیران اخبار خود فراموش ہیں۔ قصور میں امسال بھی ۲۷ مومنین گرفتار ہوکر زیر تجویز عدالت ہیں۔ لاہور و پنجاب میں توفیق و ہمت نہیں کہ جواز عزا ثابت کرکے شہادت سے سنیوں کا عذر دل آزاری کی تردید کریں۔ حضرات شیعہ وکلاء قانونی خلاف ورزی کے نکات بحث و جرح میں ثابت کرکے تعصب مذہبی عمال کارکنان کا ثابت کریں۔ ہر درد دل شیں بجانِ درویشیں کون سنتا ہے فغانِ درویشیں۔ قومی نقارخانے میں میری نحیف آواز کا گزر نہیں۔ قومی مدیر صاحبان نیز جناب والا کی خدمت میں بھی بذریعہ اخبار خورشید حقیر نے چند مضامین خود ارسال کئے۔ یہ فہرست قانون و نظائر کی بھی ارسال کی مگر بجز سانی کے عملی کام قلمی امداد کا بھی نہیں ہو سکتا تاکہ بحث۔ جرح۔ عام مقدمات میں کارآمد ہو۔ اخبارات کے ذریعہ سے اعلان عام خود ہو کر عوام کو علم ہوتا ہے۔ اکثر حکام ایسے اخبارات سے فیصلہ میں بنظر انصاف امداد لے کر عمال کے تعصبی حرکات۔ افعال پر غور فرماتے ہیں۔ انجمن امامیہ قصور کے سکریٹری عالی جناب محمد صدیق صاحب قریشی میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیتے۔ اگر بعض کا جواب بھی ملا تو چند ماہ بعد بے سود حالانکہ قلمی۔ مالی ہر قسم کی

امداد گزشتہ مقدمہ میں یہاں سے دیگئی۔ دو مرتبہ قریب تعطیل شعبہ کی بحث مقدمہ سابق کی تحریر کر کے بھی اور خاص تحریک استقرار حق کے دعوے دیوانی کے ہوئی تا کہ میں خود شہادت دیکر سعی کروں جیسا کہ بعض جگہ کامیابی ہوئی۔ مگر اس خاموشی کی وجہ نہیں معلوم ورنہ اسمال لازمی دیوانی سے کامیاب ہوکر زرانجاح نکالتے۔ اس طرح پر بے حرمتی تبرکات کی ہوکر قومی ذلت اور عوام کو دلیری نہ ہوتی اس کا عکس دیگر مقامات میں خلاف پڑتا ہے۔ فقط خادم ملت شیر علی

اچھوت کانفرنس لکھنؤ اور سکھوں پر شیعوں کا احسان

۲۳ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۱ ربیع الاول ۱۳۵۵ ہجری کو لکھنؤ کی جملہ مذاہب کی کانفرنس میں سکھ لیڈر پروفیسر گنگا سنگھ نے نہایت جوشیلے الفاظ میں کہا کہ "ہمارے مذہب کے بہت سے اصول مسلمانوں سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں خصوصاً شیعوں سے ہمارے مذہب کو بہت مشابہت ہے۔ شیعہ مظلوموں کے ساتھی ہیں اور اُن پر آنسو بہاتے اور سینہ زنی کرتے ہیں۔ اور ہم بھی مظلوموں کے طرفدار ہیں۔ ہمارے پیشوا بھی مظلوموں کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور ہمارے گرو بھی بڑی بڑی معیبتیں برداشت کرتے رہے ہیں۔ سکھ قوم شیعہ حضرات کی ہمیشہ ممنون رہیگی کیونکہ ابتدائی مشکلات و مصائب کے زمانہ میں اسی جماعت کے افراد سید بڈھے شاہ صاحب نے اپنے لڑکوں اور پانچ سو سیدوں کے ساتھ ہمارے گرو گوبند سنگھ کی مدد کی۔ سکھوں کے دوش بدوش اُس وقت کی حکومت سے مقابلہ کیا اور سکھوں کے پیشواؤں کی جانوں کو بچایا اور انکی حفاظت کرنے اور انکو پناہ دینے میں اپنی عزیز اور قیمتی جانیں قربان کر دیں"۔ تاریخی حیثیت سے خلفاء ثلثہ کے عہد میں خاندان رسالت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر بھی کیا اور فرقہ شیعہ سے سکھوں کے خلوص و محبت پر بہت زیادہ زور دیا۔ واقعات کربلا کا حوالہ دیتے ہوئے ان سکھوں کا ذکر کیا جو نشانۂ ستم بنائے گئے اور کہا کہ ہمارے اور شیعوں کی روایات ملتی جلتی ہیں۔ جس طرح شیعوں نے خلافۃ پر مہر تصدیق ثبت نہیں کی اور ایک فقیر کو اپنا امیر بنایا اسی طرح سکھوں نے بھی کیا (منقول از اسد و الواعظ لکھنؤ)

اخبار غم

افسوس ہمارے عزیز جناب سید بندہ حسن صاحب کی صاحبزادی اور جناب مولوی سید محمد مصطفٰے صاحب امام الجماعۃ و الجمعہ کی اہلیہ محترمہ نے ماہ صفر میں طویل علالۃ کے بعد انتقال کیا (۲) جناب سید طالب عباس صاحب ساکن بلگرام کی نانی صاحبہ نے شب ۱۲ ربیع الاول کو انتقال کیا (۳) عراق کے محترم بزرگ آقا سید محمد علی آل بحر العلوم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نے بھی انتقال کیا

خدا مرحومین کے درجات عالی کرے اور پسماندگان کو صبر دے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کریں۔

اخبار جدیدہ

جنگ اٹلی و حبشہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اٹلی نے اس ملک پر پورا قبضہ کر لیا اور بادشاہ حبشہ انگلستان چلا گیا۔ دہلی کے مشہور کانگریسی لیڈر ڈاکٹر انصاری نے ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء ۱۸ صفر ۱۳۵۵ھ کو ریل میں انتقال کیا۔ جاپان نے روس کو جنگ کی دھمکی دی ہے۔ یکم مئی کے شیعہ اخبار اتحاد امروہہ میں کوئی نظم شایع ہوئی جس پر اڈیٹر اخبار مذکور سے ضمانت طلب کی گئی (خدا ممدوح کو بری کرے)۔ صوبجات متوسط کے گورنر ایک کھدر پوش ہندو صاحب مقرر کئے گئے ہیں مسٹر گاندھی کے بیٹے ہیرالال گاندھی ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء کو مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلامی نام عبداللہ گاندھی رکھا گیا۔ چین اور جاپان میں جنگ کا خطرہ بڑھتا جاتا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کا مقدمہ مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کیا گیا۔ اس پر سکھوں ہی کا قبضہ بحال رہا۔ برہان پور کے ایک نوجوان نے ایسی سائیکل طیار کی ہے جو پانی پر بھی بخوبی چل سکتی ہے۔ شاہ اڈورڈ ہشتم کی تاجپوشی کے لئے طیاریاں ہو رہی ہیں۔ شاہ خود ہندوستان نہیں آئیں گے بلکہ دہلی میں ہونے والے دربار میں ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک آپکی نمایندگی کرینگے۔ بعض اخباروں میں شایع ہوا ہے کہ لنکاشائر کا ایک شخص جسکی عمر ۴۵ سال تھی ایک آپریشن کے دوران میں مر گیا لیکن پھر زندہ ہو گیا۔ پنڈ دادن خاں ضلع جھلم میں شیعہ حافظان قرآن کو شاندار فتح ہوئی۔ برادران اہلسنت نے مان لیا کہ بے شک شیعوں میں حافظ قرآن بہت ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں چہلم کے روز چند سنیوں نے مدح صحابہ پڑھنی شروع کر دی جس پر ۴ شخص گرفتار کر لئے گئے۔ عاشورہ کو بھی دو شخص اسی جرم میں گرفتار کئے گئے تھے۔ ان سے دس شخصوں کو ۶۔۶ ماہ کی سزا قید دیگئی اور ۴ شخصوں نے معافی مانگ لی۔ حکومت ایران نے اب پروانہ راہداری پر عورتوں کے لئے بھی ان کا فوٹو چسپاں کرنا ضروری قرار دے دیا۔ ۲۷ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ہجری کو تقریباً ۱۲ بجے دن کے وقت پھر زلزلہ آیا اور مختلف صوبوں میں واضح طور پر محسوس ہوا۔ ایران میں ملکی مصنوعات کو ترقی ہو رہی ہے جس سے برطانوی اشیاء کو سخت نقصان پہونچ رہا ہے۔ ریاست خیرپور سندھ کی مسند حکومت کے متعلق ملک معظم نے پرنس فیض محمد خاں صاحب بہادر دام اقبالہ کا حق وراثت تسلیم کر لیا ہے۔ لندن میں ماہ جولائی ایک عالمگیر مذاہب کانفرنس منعقد ہوگی

اور زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلعم کا عامل ڈر کر واپس آیا تو حضرت نے عیینہ بن حصن الفزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ ان لوگوں کی طرف روانہ فرمایا کہ انکا مناسب تدارک کریں۔ اسمیں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ خمیس جلد ۲ صلا۱۳)

بت شکنی کیلئے سرایا

اس امر کے متعلق مورخین کی عبارتوں کا خلاصہ مولوی شبلی صاحب نے اس طرح لکھا ہے " اسی سلسلہ میں وہ سرایا بھی داخل ہیں جو فتح مکہ کے بعد بت شکنی کے لئے اطراف ملک میں روانہ کئے گئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ تمام عرب میں مختلف قبیلوں کے الگ الگ بتخانے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب عام طور سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا تو بتوں کی عظمت اور جباری کا جاہلانہ اور وہم پرستانہ تخیل بعض قبائل سے دفعتہً نہ مٹ سکا۔ اب گو وہ ان کو لائق پرستش نہیں سمجھتے تھے تاہم ان کے دلوں پر ان اصنام کی وراثتہً ایک مدۃ سے جو ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اُس سے یہ ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ان باطل پرستیوں کے مرکز کو خود اپنے ہات سے مٹادیں۔ جاہلوں کو یقین تھا کہ ان مقدس پتھروں کا ایک ریزہ بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو آسمان ٹوٹ پڑیگا زمین پھٹ جائیگی۔ مصائب اور بلاؤں کا ایک طوفان برپا ہوجائیگا۔ اہل طائف نے بیعت کرتے ہوئے شرط پیش کی تھی کہ ان کا بت خانہ ایک سال تک ڈھایا نہ جائے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور نہ فرمایا تو دوسری شرط یہ پیش کی کہ ہم ان کو اپنے ہاتھ سے نہ توڑینگے۔ بعض اور نو مسلم قبائل بھی اس اداے فرض میں جھجکتے تھے۔ اس بنا پر ان مقامات میں چند راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمان بھیجے گئے کہ وہ انکی طرف سے اس فرض کو انجام دیں چنانچہ سریہ خالد بن ولید بت خانہ عُزّے۔ سریہ عمرو بن العاص بتخانہ سواع۔ سریہ سعد بن زید اشہلی بت خانہ مناۃ۔ سریہ ابوسفیان و مغیرہ بن شعبہ بتخانہ لات۔ سریہ جریر بت خانہ ذی الخلصہ (صحیح بخاری غزوہ ذی الخلصہ)۔ سریہ طفیل بن عمرو دوسی بت خانہ ذی الکفین اور سریہ علی ابن ابی طالب بت خانہ فلس کے توڑنے کو روانہ کئے گئے (اس باب میں تمام تر واقعات ابن سعد جزو مغازی سے ماخوذ ہیں)"[۱]

مولوی صاحب نے جن راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کا ذکر کیا افسوس ہے کہ ان میں

---

[۱] سیرۃ النبی جلد ۱ صفحہ ۵۴۴

حضرت ابوبکرؓ کا نام نہیں لکھا۔ اور زیادہ حیرت یہ ہے کہ عربی کی مفصل کتب تاریخ و سیرت میں بھی کسی موقع پر ممدوح کا نام نہیں ملتا۔ نہ حضرت رسولخدا صلعم ہی نے اس ضروری کام کے لئے آپکا انتخاب کیا۔ نہ دوسرے صحابہ ہی نے رائے دی کہ یا حضرت آپ راسخ العقیدہ اور صحیح الفہم مسلمانوں کیطرح حضرت ابوبکرؓ کو اس کام کے لئے کیوں نامزد نہیں فرماتے۔ نہ خود حضرت ابوبکرؓ ہی نے اپنے کو اس زحمت کے لئے پیش کیا۔ معلوم نہیں ہر شخص کے خاموش رہنے کی کیا وجہ تھی حالانکہ خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص اور ابوسفیان تک اس شرف سے سرفراز کئے گئے۔

غزوہ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان نصف راہ میں مدینہ سے ۱۴ منزل پر ایک مشہور مقام تبوک ہے۔ جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ مدینہ میں یہ خبریں اکثر مشہور ہوتی رہتی تھیں۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے فوج کی طیاری کا حکم دیا مگر اس وقت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔ اس سبب سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت شاق تھا۔ منافقین کا پردہ فاش ہوچلا۔ وہ خود بھی جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کا معمول تھا کہ جب آپ مدینہ سے تشریف لے جاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر فرما کر جاتے۔ اس دفعہ حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرما گئے اور امہات المومنین کو حکم دے دیا کہ دیکھو امیر المومنین کے حکم سے ہرگز باہر نہ ہونا۔ مگر حضرت امیر المومنین کو جہاد سے علیحدہ ہونا بہت شاق ہوا اور آنحضرتؐ سے عرض کی کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ لہ اس پر آنحضرت صلعم نے اپنی مشہور حدیث منزلۃ ارشاد فرمائی کہ

لہ صحیح بخاری پارہ ۱۸ کتاب المغازی غزوہ تبوک صفحہ ۸۹ میں ہے:۔ عن مصعب ابن سعد عن ابیہ ان رسول اللہؐ خرج الی تبوکؑ فاستخلف علیا قال اتخلفنی فے الصبیان والنساء ۔ قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی ۔ مصعب بن سعد نے اپنے باپ سے روایۃ کی ہے کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے جس پر حضرت علیؑ نے عرض کی۔ کیا حضور مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ آنحضرت

یا علی اما ترضٰے ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰے الا انہ لا نبی بعدی اے علی کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی درجہ حاصل ہے

(بقیہ حاشیہ ص۶۶) نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰےؑ سے تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یہی حدیث صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ کتاب المناقب باب مناقب علی ابن ابیطالب (ص۳۸۵) میں بھی ہے۔ اسکی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی اسی صفحہ میں لکھتے ہیں انہ علیہ الصلوۃ والسّلام قال لعلی لابد ان اقیم او تقیم فاقام علی۔ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ضروری ہے یہاں یا میں رہوں یا تم رہو۔ اس پر حضرت علیؑ رہ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی جگہ آپ کا کام کرنے والا اور آپ کے فرائض کا انجام دینے والا اُس وقت بھی مسلمانوں میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا ورنہ آنحضرت صلعم گویا حصر کرکے یہ نہیں فرماتے کہ ضروری ہے اور اس سے چارہ نہیں ہے کہ یا تم رہو یا میں ہوں۔

پھر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال معویۃ لسعد مامنعک ان تسب ابا تراب۔ قال اما ماذکرت ثلاثا قالھن لہ رسول اللہؐ فلن اسبہ فذکر ھذا الحدیث وقولہ لاعطین الرایۃ رجلا یحبہ اللہ ورسولہ وقولہ لما نزلت فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم دعا علیا وفاطمۃ والحسن والحسین فقال اللھم ھولاء اھلی امیر معویہ نے سعد صحابی سے دریافت کیا کہ تم علی کو بُرا کیوں نہیں کہتے؟ اونھوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت رسولخدا صلعم کی تین حدیثیں مجھے یاد ہیں اُس وقت تک مجھ سے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت کو بُرا کہوں۔ ایک حدیث منزلت۔ دوسری حدیث رایت (جو جنگ خیبر میں آنحضرت نے فرمائی تھی کہ کل میں یہ علَم اس بہادر کو دونگا) تیسری یہ کہ جب آیۃ مباہلہ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو بلا کر خدا سے عرض کی کہ اے اللہ میرے اہلبیت بس یہی ہیں۔ پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں واستدل بحدیث الباب علی استحقاق علیؑ للخلافۃ دون غیرہ من الصحابۃ فان ھارون کان خلیفۃ موسٰے اس حدیث منزلت سے اس

جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسےٰؑ سے تھا بس فرق صرف اسی قدر ہو گا کہ میرے بعد کوئی

(بقیہ حاشیہ ص۱۶۷) بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ صحابہ کو خلافت کا حق نہیں تھا۔ اس کے مستحق صرف حضرت علیؑ تھے۔ اس لئے کہ حضرت ہارون بھیؑ حضرت موسےٰؑ کے خلیفہ تھے (فتح الباری جلد ۳ ص۴۸۷) علامہ ابن حجر کے اس قول سے ثابت ہوا کہ علماء اسلام اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے صاف طور پر حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل متحقق ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت صلعم کے بعد ہی خلافت کا حق حضرت علیؑ کو تھا نہ کسی اور شخص کو۔ یہ دلیل اتنی مضبوط ہے کہ علامہ ابن حجر نے بھی خود اس سے اختلاف نہیں کیا نہ اسکے رد کرنے کی کوشش کی۔ البتہ دوسروں نے اس کے متعلق جو خیال ظاہر کیا تھا اس کو علامہ ممدوح اس طرح نقل کرتے ہیں واجیب بان هارون لم یکن خلیفة موسےٰ الا فی حیاته لا بعد موته لانه مات قبل موسےٰ باتفاق حضرت علیؑ کی خلافت پر اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے اس کا جواب بعض لوگوں نے اس طرح دیا ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسےٰ کے خلیفہ انکی زندگی ہی میں تو تھے۔ ان کے بعد نہیں تھے۔ اس لئے کہ جناب ہارونؑ حضرت موسےٰؑ سے پہلے انتقال کر گئے جس پر سب کا اتفاق ہے (ص۴۸۸)۔ علامہ ابن حجر نے اجیب کا لفظ کہکر گویا بتایا کہ یہ جواب نہایت لغو اور قابل مضحکہ ہے اسی وجہ سے ممدوح نے جواب دینے والوں کا نام بھی ذکر نہیں کیا اور اجیب کہکر نقل کر دیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو قول بہت کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے اس کے قائل کا نام نہیں لکھتے بلکہ قیل (کہا گیا ہے) یا اجیب (جواب دیا گیا ہے) وغیرہ سے اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ غرض ان وجوہ سے اس جواب کا ناقابل التفات ہونا واضح ہے اور استدلال مذکور اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ حدیث منزلت تفسیر حدیث سیرۃ اور تاریخ کی بے حد و حساب کتابوں میں مرقوم ہے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس کو اور زیادہ شاندار الفاظ میں نقل کیا ہے کہ فقال له اما ترضےٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسےٰ الا انه لیس نبی بعدی۔ انه لا ینبغی ان اذهب الا وانت خلیفتی حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارون کو حضرت موسےٰ سے تھا وہی درجہ تم کو بھی مجھ سے ہے۔ فرق صرف

شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ غرض حضرت رسولخدا صلعم تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے

(بقیہ حاشیہ ص۶۸) اس قدر ہے کہ میرے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۶۱) اور علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے فقال الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا النبوة وانت خلیفتی اے علیؓ تم اس سے خوش نہیں ہوتے کہ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل رہے جو جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے حاصل تھا سوا اس کے کہ تم کو نبوت نہیں ملے گی۔ اور میرے خلیفہ تم ہی رہو گے (تذکرہ خواص الامۃ ص۱۲) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے قال رسول اللہ حین خلفنی علی المدینة خلفتك لتكون خليفتي حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں تم کو اس لئے چھوڑ کر جاتا ہوں کہ تم ہی میرے خلیفہ رہو (کنز العمال جلد ۶ ص۴۰۴) اور امام حاکم نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ بھی فرمایا فان المدینة لا تصلح الا بی او بك اے علی مدینہ کی حالت یا میرے رہنے سے درست رہیگی یا تمہارے رہنے سے (کسی تیسرے کی حکومت سے نہیں) (مستدرک جلد ص) ان عبارتوں کے کسی لفظ سے نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو اپنے اہل و عیال پر خلیفہ مقرر کیا تھا۔ خود حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا آپ مجھ کو لڑکوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ پس اگر آنحضرتؐ نے آپ کو اپنے اہل و عیال کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو حضرت ضرور یہ جواب دیتے کہ ہاں میں تم کو اپنے لڑکوں اور عورتوں ہی کی نگرانی اور حفاظت کے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ لیکن کسی کتاب سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہو بلکہ ارشاد کیا کہ تم اس سے کیا خوش نہیں ہوتے کہ جو مرتبہ جناب ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھا وہی تم کو مجھ سے حاصل رہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی ازالۃ الخفاء کا آخری فقرہ کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" اس بحث پر پوری روشنی ڈال رہا ہے اور اس امر میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ آنحضرت صلعم نے جو حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا یہ محض اُس وقت یا صرف

نکلے اور مقام تبوک میں پہونچے۔ مگر یہاں معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم آنحضرت

(بقیہ حاشیہ ص۶۹) غزوہ تبوک کے موقع ہی پر نہیں تھا بلکہ دائمی تھا کہ آنحضرت صلعم جب بھی کہیں جائیں تو حضرت علیؑ ہی آپ کے خلیفہ ہوں (چنانچہ ہجرت کے موقع پر بھی آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ میں حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ معین فرمایا اور حکم دیا کہ حضرت کی جگہ سوئیں اور حضرتؐ کے قرضوں اور امانتوں کو ادا کریں) اور آنحضرت صلعم کی حدیث کا آخری جملہ انہ لا نبی بعدی (بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا) ہمارے اس دعوے کی پوری تائید کرتا ہے کہ اے علیؑ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوسکتا تو تم ہی نبی بھی ہوتے اور میرے خلیفہ بھی رہتے۔ جیسے حضرت ہارونؑ کو دونوں مرتبہ (نبوت اور حضرت موسٰےؑ کی خلافت) ملے تھے۔ مگر چونکہ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی ہے تو میرے بعد صرف میری خلافۃ کا درجہ تمہیں حاصل رہیگا۔ غرض اگر آنحضرتؐ کا مقصود صرف آپکی زندگی میں جناب امیرؑ کا خلیفہ ہونا رہتا تو حضرت لا نبی بعدی نہیں فرماتے مگر حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کو صرف اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اپنے بعد کے لئے بھی اپنا خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ اس وجہ سے اپنے بعد کی حالت واضح فرمائی کہ اے علی تم میرے بعد میرے خلیفہ ہوگے مگر میرے بعد نبی نہیں ہوگے۔ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جناب ہارونؑ کو بھی حضرت موسٰےؑ کی خلافت آپ کے اہل وعیال میں نہیں بلکہ حضرت کی کل امت میں حاصل تھی۔ ارشاد باری ہے۔ قال موسٰے لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔ حضرت موسٰےؑ نے اپنے بھائی جناب ہارونؑ سے فرمایا کہ میری امت میں تم میرے خلیفہ رہنا اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں سے نہ ہونا۔ پارہ ۹۔ سورہ اعراف آیۃ ۱۴۲)۔ حدیث میں حضرت ہارون مشبہ بہ ہیں اور ان کو حضرت موسٰےؑ کی خلافت حضرتؑ کی امت میں حاصل تھی تو حضرت علیؑ کو بھی جو مشبہ ہیں حضرت رسولخدا صلعم کی خلافت حضرتؐ کی امت ہی میں حاصل ہوئی دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوسکتا۔ رہا یہ شبہ کہ حضرت ہارونؑ تو حضرت موسٰےؑ کی زندگی ہی میں مرگئے۔ حضرت موسٰےؑ کے بعد کی خلافت آپکو ملی ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ

نے بیس دن تک وہاں قیام فرمایا۔ دومتہ الجندل میں جو دمشق سے پانچ منزل پر ہے ایک عربی سردار جس کا نام اکیدر تھا قیصر کے زیر اثر رہتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے

(بقیہ حاشیہ صنے) کو بھی آنحضرت صلعم کے بعد حضرتؑ کی خلافۃ نہیں ملنی چاہیئے تو اسکی حقیقت یہ ہے کہ خود قرآن مجید سے حضرت ہارونؑ کو حضرت موسٰیؑ کی خلافت کا استحقاق علے الاطلاق بغیر کسی زمانہ کی تخصیص کے حاصل ہوا۔ لہذا اگر جناب ہارونؑ حضرت موسٰیؑ کے بعد زندہ رہتے تو یقیناً وہی خلیفہ ہوتے اور کوئی دوسرا شخص اس جگہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح آنحضرتؐ کا ارشاد حضرت علیؑ کی خلافۃ کے متعلق خلافۃ علے الاطلاق ہے کہ آنحضرتؐ نے کسی زمانہ کی تخصیص اور تحدید نہیں کی۔ بلکہ غیر موقت فرمائی تو بے شبہ آنحضرتؐ کے انتقال پر بھی حضرت علیؑ ہی خلیفہ رسولؐ تھے اور آپ کے رہتے ہوئے کوئی دوسرا شخص نہیں ہوسکتا تھا۔ ہاں جس طرح حضرت موسٰیؑ کے سامنے جناب ہارونؑ انتقال کر گئے۔ اسی طرح اگر حضرت رسولخدا صلعم کے سامنے جناب امیرؑ بھی رحلت فرماجاتے تو البتہ دوسرا شخص آنحضرتؐ کا خلیفہ ہوسکتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جب خدا نے جناب ہارونؑ کو حضرت موسٰیؑ کا خلیفہ مقرر کردیا تھا اور جناب ہارونؑ حضرت موسٰیؑ کی زندگی میں نہ انتقال کرتے بلکہ آپ کے بعد زندہ رہتے تو کیا آپ کے سوا کوئی شخص حضرت موسٰیؑ کا خلیفہ ہوتا اور انکی خلافۃ صحیح سمجھی جاتی؟ غالباً ہر شخص اس کا جواب یہی دیگا کہ نہیں جناب ہارونؑ کے رہتے دوسرا شخص حضرت موسٰیؑ کا خلیفہ نہیں ہوسکتا تھا پس اسی طرح حضرت علیؑ کے رہتے حضرت رسولخداؐ کا خلیفہ بھی دوسرا شخص نہیں ہوسکتا۔ مختصر یہ کہ جملہ لا نبی بعدی واضح کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کے جس مرتبہ کی خوشخبری حضرت رسولخدا صلعم دے رہے ہیں اس کا تعلق آنحضرت صلعم کی زندگی کے بعد والے زمانہ سے ہے (ورنہ یہ جملہ بے ضرورت ہوکر مہمل اور لغو کلام ہوجاتا جس سے حضرت رسولخدا صلعم کی ذات کہیں ارفع و اعلےٰ ہے) پس مطلب یہ ہوا کہ اے علیؑ جس طرح حضرت موسٰیؑ کے خلیفہ جناب ہارون تھے اسی طرح میرے خلیفہ تم ہو اور میرے بعد بھی تم ہی میرے خلیفہ رہوگے مگر تم نبی نہیں ہوگے کیونکہ میرے بعد نبوت کا دروازہ بند کردیا

خالد کو چار سو کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خالد نے اسکو گرفتار کیا اور وہ آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ آیا۔ ان تمام واقعات میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا (تاریخ طبری جلد ۳ صـ۱۴۲)

واقعہ عقبہ جب حضرت رسول خدا صلعم غزوہ تبوک سے مدینہ کی طرف واپس تشریف لا رہے تھے عقبہ ذی فتق کا واقعہ پیش آیا۔ جب آنحضرت صلعم اس گھاٹی پر پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ خوب اندھیری چھائی تھی۔ حضرتؐ نے حکم دیا کہ ایک منادی پکار کر کل ساتھیوں سے کہدے کہ جب تک حضرت رسولؐ اس گھاٹی سے نہ گزر جائیں کوئی شخص اس پر نہ جائے۔ اس اعلان کے بعد حضرتؐ اونٹ پر سوار آگے بڑھے۔ ایک صحابی حذیفہ بن الیمان حضرتؐ

(بقیہ حاشیہ صـ۱۷۱) گیا ہے اور روایۃ کا یہ جزو کہ "لاینبغی ان اذھب الا وانت خلیفتی یہ مناسب نہیں ہے کہ میں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو" بھی عام ہے خواہ مدینہ سے جانا ہو یا دنیا سے جانا۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے مدینہ سے جانے کی کوئی خصوصیت ذکر نہیں کی۔ ان تمام وجہوں سے ماننا پڑیگا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے علی جب کبھی میں تم کو چھوڑ کر کہیں جاؤں گا تم ہی کو میرا خلیفہ ہونا ضروری ہے اس کے خلاف کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں یا دنیا سے اٹھوں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے ان ارشادات کے خلاف کوئی بات نہیں فرمائی۔ اس وجہ سے یہ یقینی ہے کہ حضرتؐ کا یہ قول بھی منسوخ نہیں سمجھا جا سکتا اور آنحضرتؐ کے بعد ان سب منصوصات کا تعلق ویسا ہی قائم رہا جیسا آنحضرتؐ کی زندگی میں تھا۔ بعض یورپین مورخین (مثلاً ایرونگ) نے لکھا ہے کہ اس حدیث منزلت کا مطلب یہی تھا اور اکثروں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آنحضرتؐ نے طے کر لیا تھا کہ حضرت علیؑ ہی کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر کریں۔ اس موقع کے متعلق یہ چند شعر بھی کہے گئے ہیں ؎

علیؑ را چنیں گفت خیر الانام کہ اے کردہ در کار دیں اہتمام
ترا از من آں منزلت شد پدید کہ نسبت ز ہارون بہ موسےٰ رسید
مگر آں کہ نبود پس از من نبی نبوت ز مردم شود اجنبی

(حبیب السیر)

کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ اس اثنا میں بجلی چمکی تو اسکی روشنی میں ۱۲ یا ۱۴ اسوار کو میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کی سواری کیطرف بڑھے اور چاہا کہ حضرتؐ پر حملہ کرکے آپ کو ہلاک کردیں۔ یہ کل منافقین صحابہ سے تھے مگر خدا نے جناب جبرئیلؑ کو بھیجکر آنحضرت صلعم کو ان دشمنوں کے ارادہ سے مطلع کردیا اور حضرتؐ ان کے شر سے محفوظ رہے (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ وغیرہ) لہ افسوس مورخین نے

لہ حضرت رسولخدا صلعم نے ان منافقین کے نام حذیفہ کو بتادیئے تھے مگر تاکید کردی تھی کہ ان کو پوشیدہ رکھنا اور ان صحابہ کو فضیحت نہ کرنا لیکن معلوم نہیں کیوں حضرت عمر کو اسکی خاص فکر ہوئی کہ ان لوگوں کے نام معلوم کریں۔ آپ کو خوف ہوا کہ حضرت رسولخدا صلعم نے شاید مجھکو بھی انھیں لوگوں میں نہ سمجھا ہو جو حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے چندگاہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ می آمد و اور اسوگند می داد کہ در آں زمان کہ آں سرورؐ ذکر منافقان می کرد عمر را دراں میان ذکر کرد۔ کئی مرتبہ حضرت عمر جناب حذیفہ کے پاس آتے اور پوچھتے رہے کہ اُس زمانہ میں رسولخدا صلعم نے جن منافقوں کا ذکر کیا تھا انمیں کیا عمر کا نام بھی لیا تھا؟ (معارج النبوۃ رکن ۴ ص ۳۰۲ وغیرہ) مگر حذیفہ برابر ٹالتے رہتے تھے۔ آخر حضرت عمر کو خود ہی اس بات کا اقرار کرنا پڑا علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔ من روایتہ قول عمر یا حذیفۃ باللہ انا من المنافقین زید بن وہب جو تابعین کے سب سے جلیل الشان لوگوں اور ان کے معتمد علیہ حضرات میں ہیں رعایۃ کرتے تھے کہ حضرت عمر نے خود فرمایا اے حذیفہ خدا کی قسم میں بھی منافقین سے ہوں (میزان الاعتدال ترجمہ زید بن وہب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۱ ص ۳۲۶) حضرت ممدوح کا اس قسم کا قول متعدد کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک اور موقع کی حالت ممدوح خود اس طرح بیان کرتے تھے:۔ عن عمر بن الخطابؓ قال نصب رسول اللہؐ علیا علما فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شھیدی علیھم۔ قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی عمر لقد عقد رسول اللہؐ عقدا لا یحلہ الا منافق فاحذر ان تحلہ

ان لوگوں کا نام درج نہیں کیا جن کا ذکر آنحضرت صلعم نے کیا تھا۔ مگر یہ یقینی ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صہ ۱۷۳) قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح قال نعم یا عمر انہ لیس من ولد آدم لکنہ جبرئیل اراد ان یؤکد علیکم ما قلتہ فی علی۔ حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علیؑ کو بطور امام و پیشوا مقرر کرکے اعلان کردیا کہ جس کا میں مولا تھا اب اس کے مولا علی ہیں۔ اے خدا جو ان کو اپنا مولا سمجھے اس کو تو دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی کرے تو اس کو دشمن رکھ جو ان کو چھوڑے اس کو تو بھی چھوڑ دے اور جو انکی مدد کرے اسکی تو بھی مدد کر۔ اے اللہ اس بات میں تو میرا ان لوگوں پر گواہ رہنا حضرت عمر کہتے تھے کہ اس وقت میرے بغل میں ایک خوبصورت اور خوشبودار جوان تھا اسنے مجھ سے کہا اے عمر حضرت رسولخداؐ نے ایک ایسی گرہ باندھدی ہے جس کو وہی شخص کھول دیگا جو منافق ہوگا۔ تم ڈرو کہ کہیں تم ہی اس خلافت کی گرہ کھولنے کا بار نہ اٹھاؤ حضرت عمر کہتے تھے کہ یہ سنکر میں حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے خدا کے رسولؐ جب آپ علیؑ کے بارے میں وہ حکم دے رہے تھے تو میرے بغل میں ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو والا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہاں اے عمر وہ تجھے بھی معلوم ہوا لیکن وہ آدمی نہیں بلکہ جناب جبرئیل تھے انھوں نے چاہا کہ میں نے علیؑ کی خلافت کے بارے میں جو کہا ہے اس کے متعلق تم پر تاکید کردیں (مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی مطبوعہ بمبئی صہ ۱۶) اور جناب محقق دہلوی شیخ عبدالحق صاحب اپنی قابل قدر کتاب میں لکھتے ہیں قیل لحذیفۃ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر۔ قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہؐ فنام علی راحلتہ فسمعت اناسا منھم یقولون لو طرحنا عن راحلتہ فاندقت عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینھم وبینہ وجعلت ارفع صوتی فانتبہ فقال من ھذا قلت حذیفۃ۔ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتی عدد اسمائھم۔ ھم منافقون لا تخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہؐ باسماء المنافقین الذین نخسوا بہ لیلۃ

منافقین وہی تھے جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ہر غزوہ میں جاتے تھے لیکن نہ جہاد کرتے نہ کسی کافر کو قتل یا گرفتار کرتے بلکہ آرام سے بیٹھے رہتے تھے۔

مسجد ضرار کا ہدم غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت مسجد ضرار کے ڈھوانے کا واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص ابوعامر نے مدینہ کے منافقین کو آمادہ کیا کہ مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک مسجد بناؤ کہ ہم لوگ اپنے امور اس میں انجام دیں۔ ان لوگوں نے ایک بہت مضبوط مسجد طیار کرلی۔ جب حضرتؐ غزوہ تبوک کے لئے جانے لگے تو ان منافقوں نے دھوکے کے طور پر عرض کی کہ آپ اس نئی مسجد میں نماز پڑھادیں تو یہ مقبول ہوجائے حضرتؐ نے فرمایا اس وقت تو میں ایک مہم پر جارہا ہوں جب حضرتؐ واپس ہوئے تو ان منافقین نے پھر درخواست کی کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس مسجد میں ایک دفعہ نماز پڑھ لیجئے۔ اسی وقت جناب جبرئیل یہ آیت لائے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا۔ اس پر آنحضرت نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴) العقبة غیر حذیفة۔ لوگوں نے حذیفہ سے پوچھا کہ تم کو منافقین کا حال کیسے معلوم ہوگیا؟ حالانکہ ابوبکر و عمر کو نہیں معلوم ہوا۔ اُنھوں نے کہا شب عقبہ میں رسولؐ کی سواری کے پیچھے چلتا تھا اور حضرتؐ کو نیند آگئی تھی تو میں نے سنا کہ کچھ صحابہ کہتے ہیں آؤ ہم لوگ رسولؐ کو اونٹ سے گرادیں کہ انکی گردن ٹوٹ جائے اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھ سے نجات ملے۔ یہ سنکر میں ان کے درمیان پہونچ گیا اور زور زور سے باتیں کرنے لگا جس پر حضرتؐ بیدار ہوگئے۔ پوچھا کون! میں نے عرض کی حذیفہ۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ میں نے سب کے نام بتائے۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ سب منافق ہیں مگر تم کسی کو ان کے نام نہ بتانا۔ اور نافع کہتے تھے کہ رسولخدا صلعم نے حذیفہ کے سوا اور کسی صحابی کو ان منافقین کے نام نہیں بتائے جنھوں نے شب عقبہ میں حضرتؐ کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ وکان عمر یسأل حذیفة عن حدیث العقبة و یسأله عن علامات النفاق هل یری فیه شیئا منها حضرت عمر جناب حذیفہ سے عقبہ کی حدیث پوچھا کرتے اور یہ بھی پوچھتے کہ اے حذیفہ مجھ میں بھی تم نفاق کی کوئی علامت پاتے ہو (اسماء الرجال قلمی دوسرا ورق ۴۷) یہ عجیب بات نہایت حیرتناک بات ہے کہ حذیفہ سے اس قدر اصرار کرنے پر بھی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ اے عمر رسولخدا صلعم نے منافقین میں آپکا نام نہیں لیا تھا اور آپ میں منافقوں کی علامۃ بھی نہیں ہے ۱۲

مالک اور معن بن عدی کو بھیجا ان دونوں نے جاکر اس مسجد ضرار کو گرادیا اور وہ جگہ برباد کردی گئی۔ اس خدمت میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی شرکت کا پتا نہیں ملا (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

سریہ وادی الرمل ملہ

ایک شخص نے حضرت رسولخدا صلعم سے آکر عرض کی کہ وادی الرمل میں کچھ لوگ اکٹھے ہوئے ہیں جو مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ اصحاب صفہ سے ایک جماعت طیار ہوئی کہ ہم جاکر ان کا تدارک کریں۔ آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔ حضرت ابوبکر کو علم ملا اور لشکر کی سرداری عنایت ہوئی آپ اس فوج کے ساتھ دشمنوں کی طرف گئے۔ وہ سب ایک وادی میں تھے حضرت ابوبکر نے ان کے قریب پہونچکر چاہا کہ وادی کے اندر پہونچ جائیں اور ان پر قبضہ کرلیں مگر مخالفین دفعتاً باہر نکل پڑے اور اس زور کی جنگ شروع کردی کہ حضرت ابوبکر کو سخت شکست ہوگئی بہت سے مسلمان مارے گئے اور باقی لوگ بھاگ کر مدینہ واپس آگئے۔ تب آنحضرت صلعم نے حضرت عمر کو علم دیکر اور فوج کا سردار بناکر بھیجا۔ جب ممدوح اس وادی کے قریب پہونچے تو دشمنوں نے کمینگاہ سے نکلکر مسلمانوں پر پھر زور کا حملہ کیا۔ اہل سلام کسی طرح مقابلہ نہ کرسکے اور پھر سب کے سب شکست کھاکر مدینہ واپس آئے۔ اس کے بعد عمرو عاص نے خواہش کی کہ حضور مجھے حکم ہو کہ جاکر مکروفریب سے ان کا کام تمام کروں۔ آنحضرت راضی ہوگئے اور مسلمانوں کو اس کے ماتحت کرکے پھر وادی الرمل کیطرف روانہ کردیا۔ یہ سب گئے لڑائی ہوئی مگر حضرت اول و دوم کیطرح یہ بھی شکست کھاکر واپس آئے۔ اس دفعہ بھی کئی مسلمان مارے گئے۔ جب اس طرح کئی روز تک مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اہل اسلام کا معاملہ نازک اور دشمنوں کا دل قوی ہوگیا تو آنحضرتؐ کو تردد ہوا۔ آخر حضرتؐ نے جناب امیرؑ کو علم عنایت فرماکر اور مسلمانوں کو آپ کے ساتھ کرکے روانہ کیا پھر آسمان کیطرف ہاتھ اٹھاکر حضرتؑ کے لئے دعا کی اور مسجد احزاب تک رخصت کرنے کو تشریف لے گئے۔ اس دفعہ حضرت ابوبکر و عمر و عمرو عاص بھی جناب امیرؑ کے ماتحت بھیجے گئے اور ان سب کو حکم دیا گیا کہ سب علیؑ کی اطاعت کریں۔ جناب امیرؑ نئی راہ سے روانہ ہوئے اور جب وادی الرمل قریب آیا

ملہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہی سریہ ذات السلاسل ہے جو ۸ھ ہجری میں ہوا تھا اور جس کا ذکر صفحہ ۵۵ میں ہو چکا ۱۲

تب اس طرف مڑ گئے۔ حضرت نے کمال احتیاط برتی کہ دشمن کسی طرح قابو سے باہر ہو جائے رات بھر چلتے اور صبح ہوتے ہی کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے ٹھہر جاتے تھے۔ جب دشمنوں کے قریب پہونچ گئے تو حکم دیا کہ فوج بہت آہستہ آہستہ چلے اور خود آگے بڑھے ان تدابیر سے عمرو عاص کو اندازہ مل گیا کہ اس دفعہ ضرور مسلمانوں کی فتح ہوگی اور حضرت علیؑ کامیاب ہو کر واپس ہونگے جس سے ہم لوگوں کی اور ذلت ہوگی اس وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر کو بہکانے لگا کہ اس راہ میں بڑے بڑے خطرے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ وادی کے اوپر سے دشمنوں پر رات کے وقت حملہ کر دیں۔ اس کا جادو حضرت ابوبکر و عمر پر چل گیا اور ان لوگوں نے کہا کہ ہاں تمہاری رائے درست ہے۔ پھر دونوں صاحبوں نے حضرت علیؑ سے اس تجویز کو پیش کر کے کہا کہ اس کے مطابق جنگ کیجائے۔ مگر جناب امیرؑ اس چالاکی کو سمجھ گئے اور انکار کر دیا۔ تب عمرو عاص نے فوج والوں کو بھڑکانا چاہا اور کہا کہ تم لوگ اپنی جان کیوں ہلاکت میں ڈالو۔ وادی کے اوپر سے چلو کہ وہ محفوظ راہ ہے مگر لشکر نے جواب دیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ہم لوگوں کو حضرت علیؑ کی اطاعت کا حکم دیا ہے ہم اس کے خلاف کیونکر کریں۔ غرض جناب امیرؑ نے جو راہ اختیار کی تھی اسی پر چلے جاتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوتے دشمنوں کے سر پر پہونچ گئے اور ان کو ہر طرح زیر کر دیا سب کے سب شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور جناب امیرؑ فتح کی خوش خبری لیکر واپس ہوئے۔ جب آنحضرتؐ کو آپ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو آپ کے استقبال کے لئے تشریف لیچلے جب جناب امیرؑ نے حضرتؐ کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی سوار رہو کہ خدا اور اس کے رسول تم سے راضی ہیں۔ جناب امیرؑ اس ارشاد پر مارے خوشی کے رونے لگے۔ اس موقع پر بعض مورخین نے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

چنیں گفت آں روز خیر الانام | کہ اندیشہ دارم ز بعضے مہام
وگرنہ حدیثے ز قدر علی | ہمی گفتم از غایت یک دلی
کہ بر ہر کہ کردے زامت گزر | نہادے بجائے قدمہاش سر
ز خاک قدمہاش بر داشتے | ازاں آبروے و گرد اشتے

(حبیب السیر۔ معارج النبوۃ وغیرہ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد غزوہ تبوک عمرو بن معدی کرب نے یمن میں فساد کیا۔

اسکی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو جناب امیر المومنینؑ کی ماتحتی میں ایک فوج اسکی سرکوبی کے لئے یمن کیطرف بھیجدی اور خالد بن ولید کو ایک لشکر کے ساتھ اعراب جعفی پر روانہ کیا اور فرمایا کہ جب دونوں لشکر یکجا ہوں تو دونوں کے سردار حضرت علیؑ ہی رہیں حضرت علیؑ نے اپنی فوج کا ہراول خالد بن سعید بن عاص کو اور خالد بن ولید نے اپنی فوج کا ہراول ابو موسے اشعری کو مقرر کیا۔ آگے بڑھنے پر وہ لوگ جن کے لئے خالد بھیجے گئے تھے دو فرقے ہو گئے۔ ایک یمن کیطرف چلا گیا اور دوسرا بنو زبید سے مل گیا۔ حضرت علیؑ کو یہ بات معلوم ہوئی تو خالد کو پیغام بھیجا کہ جہاں تک پہونچے ہو وہیں ٹھہرے رہو مگر وہ نہ مانے تو آپ نے خالد بن سعید کو حکم دیا کہ خالد کی طرف بڑھو۔ خالد بن سعید ادھر بڑھے اتنے میں حضرت علیؑ بھی آ گئے اور خالد کو نافرمانی پر ملامت کی پھر عمرو بن معدی کرب کیطرف حملہ آور ہوئے۔ عمرو جناب امیرؑ کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا بھاگ کھڑا ہوا۔ تب جناب امیرؑ نے خالد بن سعید کو صدقات وصول کرنے کے لئے وہاں مقرر کر دیا اور خود مدینہ واپس آئے۔ اس موقع پر بھی حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کے بارے میں فرمایا انہ منی و انا منہ (روضۃ الاحباب و حبیب السیر وغیرہ) اس واقعہ میں بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں مل سکا۔

جناب امیرؑ سے پہلے یہ کام سنہ ۱۰ ہجری میں حضرت رسولخدا صلعم نے جناب امیرؑ کو ملک یمن بھیجا آپ سے پہلے آنحضرتؐ نے خالد بن ولید کو وہاں روانہ کیا تھا کہ اہل یمن کو اسلام کیطرف بلائیں۔ وہ گئے بہت کوشش کی مگر کچھ بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ مورخین نے تصریح کر دی ہے اقام علیہ ستۃ اشہر لا یجیبونہ الی شیئ۔ خالد یمن میں چھ مہینہ تک رہے اور وہاں والوں کو اسلام کیطرف بلاتے رہے مگر کسی نے کچھ بھی نہیں سنا آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور حکم دیا کہ خالد اور اس کے ساتھیوں سے جسکو چاہیں معزول کر دیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے وہاں پہونچکر اہل یمن کو آنحضرت کا نامہ سنایا فاسلمت ھمدان کلہا فی یوم واحد فکتب بذلک الی رسول اللہ فقال السلام علی ھمدان ثم تتابع اہل الیمن علی الاسلام وکتب بذلک الی رسول اللہ فسجد شکر اللہ تعالے جس وقت جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کا خط پڑھکر

والوں کو سُنایا (اور انھیں اسلام کی طرف دعوت دی) تو (یہ اثر ہوا کہ) ایک ہی دن میں پورا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ جناب امیرؓ نے اس کامیابی کی خوش خبری جناب نبی صلعم کو لکھ بھیجی۔ حضرتؐ کو بھی اس سے اتنی مسرت ہوئی کہ فرمایا قبیلۂ ہمدان پر سلام ہو۔ اس کے بعد اہل یمن پے در پے اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کو اس بات کی خبر بھی لکھ بھیجی۔ جب آنحضرتؐ نے یہ سُنا تو مارے خوشی کے درگاہ ایزدی میں سجدہ شکر ادا کیا اور بار بار فرمایا۔ السلام علی ھمدان السلام علی ھمدان قبیلہ ہمدان پر سلام ہو۔ قبیلہ ہمدان پر سلام ہو[1] اس وقت بھی حضرت ابوبکر کی کسی خدمت کا پتا نہیں ملا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ قال کعب الاحبار لما قدم علیؓ الیمن لقیتہ فقلت لہ اخبرنی عن صفۃ رسول اللہؐ فجعل یخبرنی عنہا وجعلت ابتسم۔ فقال لی مم تبتسم۔ قلت مما یوافق ما عندنا فی صفتہ۔ وقلت ما یحل وما یحرم۔ فاخبرنی۔ فقلت ھو عندنا کما وصفت وصدقت برسول اللہؐ وآمنت بہ ودعوت من قبلنا من الاحبار واخرجت الیھم سفراً قلت ھذا کان ابی یختمہ علی ویقول لا تفتحہ حتی تسمع بنبی یخرج بیثرب قال فاقمت علی اسلامی بالیمن۔ کعب الاحبار بیان کرتے تھے کہ جب حضرت علیؓ یمن میں تشریف لائے تو میں حضرتؓ سے ملا اور عرض کی کہ آپ مجھ سے رسول اللہؐ کی صفت بیان کریں حضرت علیؓ بیان کرتے جاتے اور میں مسکراتا جاتا تھا۔ اس پر حضرتؓ نے پوچھا کہ کس بات پر تم تبسم کرتے ہو۔ میں نے کہا یہ دیکھ کر کہ آپ جو کچھ بیان کرتے ہیں یہ سب ان اوصاف کے مطابق ہے جو ہماری کتابوں میں حضرتؐ کے متعلق لکھے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا حلال باتیں کیا ہیں اور حرام کیا ہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ سب بھی اچھی طرح بیان کر دیں میں نے کہا یہ سب بھی بالکل اس کے مطابق ہیں جو ہماری کتابوں میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت رسول خدا صلعم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ پھر میرے ملنے والے جو علماء یہود تھے۔ ان سب کو اسلام کی طرف بلایا اور ایک کتاب نکال کر انکو دکھائی اور کہا کہ میرے والد نے یہ کتاب مہر کر کے مجھے دی تھی اور کہا تھا کہ اس کو کبھی نہ کھولنا البتہ جب سننا کہ مدینہ میں کوئی نبی آئے ہیں تب اس کو کھول کر اس پر عمل کرنا۔ غرض میں

[1] تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۷۳۲ کامل جلد ۲ ص ۱۱۵ وغیرہ

مسلمان ہو کر یمن ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت رسولخدا صلعم نے انتقال فرمایا (تاریخ خمیس جلد ۲ صلا ۱۶) حضرت رسولخدا صلعم کے کل غزوات و سرایا کے حالات کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا جو مشہور اور مہتم بالشان تھے ان کا مختصر ذکر کیا گیا۔ مگر افسوس حضرت ابوبکر کا کوئی قابل فخر کام کسی غزوہ یا سریہ میں نہیں مل سکا۔ اکثر میں تو آپ کے شریک ہونے بہ عافیت موجود رہنے اور بسلامتی واپس تشریف لانے کے سوا کوئی خدمت ملتی ہی نہیں ہے اور بعض دفعہ آپکو جہاد کا موقع دیا گیا تو حکم قضا و قدر سے آپکو کامیابی نہ ہو سکی۔

فضائل جہاد و مجاہدین

چونکہ مذہب اسلام اور اس کے قبول کرنے والوں کے مخالف مشرکین و یہود و نصاری عرب سب ہی تھے اور وہ اس دین کے مٹانے کی پوری کوشش کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس کی حفاظت نہایت ضروری تھی۔ اسی سبب سے خدا نے ہر مسلمان پر جہاد کرنا (یعنی دشمنوں کے حملوں کو روک کر اسلام و مسلمین کو بچانا) واجب اور اس فریضہ کو بھی مثل نماز روزہ کے اہم قرار دیا اس لئے کہ اگر مسلمان اپنے دشمنوں سے جہاد نہ کرتے تو نہ وہ دنیا میں رہ سکتے نہ اسلام باقی رہتا۔ چنانچہ قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ تم لوگ جہاد کرو۔ لڑو۔ قتال کرو مثلاً

قرآن مجید میں تاکید جہاد ارشاد باری ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ اگرچہ یہ تم پر شاق ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز (جہاد) کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا ہی ہے مگر تم نہیں جانتے (پ ۲ رکوع ۱۰) وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اے مسلمانو! خدا کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ خدا ضرور سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (پ ۲ رکوع ۱۶) فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا پس جو لوگ دنیا کی زندگی (جان تک) آخرت کے واسطے دے ڈالنے کو

موجود ہیں ان کو خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہئے۔ اور جس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ پھر شہید ہوا تو۔ یا غالب آیا تو (دونوں حالتوں میں) ہم عنقریب ہی اس کو بڑا اجر عطا فرمائنگے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الآية مسلمانو تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد نہیں کرتے ہو (پ۵ ع ۷) فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا خدا کی راہ میں جہاد کرو اور تم اپنی ذات کے سوا اور کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور ایمانداروں کو جہاد کی ترغیب دو عنقریب خدا کافروں کی ہیبت روک دیگا اور خدا کی ہیبت سب سے زیادہ ہے اور اسکی سزا بہت سخت ہے (پ۵ ع ۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے تقرب کے ذریعہ کی جستجو میں رہو اور اسکی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ (پ۶ ع ۹) وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً الآية اور مشرکین جس طرح تم سے سب کے سب ملکر لڑتے ہیں تم بھی اسی طرح سب کے سب مل کر اُن سے لڑو (پ۱۰ ع ۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً۔ اے ایمان والو کفار سے جو لوگ تمہارے قریب کے ہیں اُن سے لڑو اور اس طرح لڑو کہ وہ لوگ تم کو اپنے لئے سخت پائیں (پ۱۱ ع ۵) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ اور جو حق جہاد کرنے کا ہے ویسا ہی جہاد خدا کی راہ میں کرتے رہو (پ۱۷ ع ۱۷) فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا پس جب تم کافروں سے بھڑو تو انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم انھیں زخموں سے چور کر ڈالو تو انکی مشکیں کس لو پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھکر چھوڑ دو یا معاوضہ لیکر رہا کر دو یہاں تک کہ جنگ کا خاتمہ ہو جائے (پ۲۶ ع ۵) اسی طرح بہت کثرت سے آیات ہیں جن سے جہاد کا واجب واجبات ہونا واضح ہوتا ہے۔

فضائل جہاد کی چند حدیثیں جہاد کے فضائل میں حدیثیں بہت ہیں مثلاً جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ

اعد ھا اللہ للمجاھدین فی سبیل اللہ۔ بہشت میں سو درجے ہیں جو خدا نے
ان لوگوں کے لئے مہیا کر رکھے ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں (صحیح بخاری پ ۱۱
ص ۴۹) مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ
لا یفتر من صیام ولا صلوۃ حتے یرجع المجاھد فی سبیل اللہ۔ جو شخص خدا کی راہ میں
جہاد کرتا ہے اسکی مثال اس شخص کی ہے جو روزہ رکھنے والا شب بھر عبادت خدا کرنے والا
اور برابر آیات خدا کی تلاوت کرنے والا ہو جو اپنے روزوں اور نمازوں سے نہیں تھکتا
یہاں تک کہ جہاد کرنے والا لڑکر اپنی جگہ واپس آجائے (مشکوۃ شریف جلد ۵ ص ۶۹)
قال رسول اللہؐ من مات ولم یغزو لم یحدث بہ نفسہ مات علے شعبۃ من
نفاق جو شخص اس طرح دنیا سے اُٹھے کہ اس نے جہاد نہیں کیا ہو نہ اس کا خیال کیا ہو
وہ ایک طرح منافق مریگا (مشکوۃ جلد ۵ ص ۷۷)۔ حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا گیا کہ سب سے
افضل عمل کیا ہے تو حضرتؐ نے فرمایا ایمان لاشک فیہ وجہاد لا غلول فیہ وحجۃ مبرورۃ
وہ ایمان جس میں کبھی شک پیدا ہوا اور وہ جہاد جس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہو اور حج مقبول
(مشکوۃ جلد ۵ ص ۷۲) قال رسول اللہؐ ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف حضرت
رسولخدا صلعم نے فرمایا کہ یقیناً بہشت کے دروازے تلواروں کے سایہ میں ہیں (ص ۸۱) اسکو
بھی آنحضرت صلعم نے اپنی متعدد حدیثوں میں واضح کر دیا ہے کہ لوگ جہاد کے لئے جائیں انکی
نیت اگر واقعاً لڑنا اور دشمنوں سے اسلام اور مسلمین کی حفاظت کرنا ہوگی تب وہ مجاہدین
کا ثواب حاصل کرینگے لیکن اگر وہ اور کسی غرض سے شریک ہوئے ہیں تو وہ اس اجر سے
محروم رکھے جائیں گے۔ چنانچہ صاف مرقوم ہے ان رجلا قال یا رسول اللہ رجل
یرید الجھاد فی سبیل اللہ وھو یبتغی عرضاً من عرض الدنیا فقال النبیؐ لا اجر لہ۔
ایک شخص نے عرض کی کہ اے رسولخداؐ ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جانا چاہتا
ہے مگر اسکی غرض دنیا کے مال و اسباب سے کچھ حاصل کرنا ہے۔ تو حضرتؐ نے فرمایا اس کو
آخرت کا کوئی اجر نہیں مل سکتا ہے (مشکوۃ جلد ۵ ص ۸۰) اس سے واضح ہوا کہ اس زمانہ
میں ایسے لوگ بھی تھے جو جہادوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ جاتے تو تھے مگر نہ لڑتے تھے
نہ کسی کو قتل کرتے تھے۔ بلکہ اُس انتظار میں رہتے تھے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے

تو ہم بھی حصہ لینے کو حاضر خدمت رہیں۔ وہی حدیث مذکور بالا کے مصداق ہیں۔

چوتھی فصل

جناب سیدہؑ سے شادی کی تمنا اور اس کا نتیجہ

سنہ ۲ ہجری میں جناب سیدہؑ کی شادی حضرت علیؑ کے ساتھ بحکم خدا ہوئی مگر اس سے پہلے حضرت ابوبکر و عمر نے اسکی تمنا کی محدثین و مورخین نے لکھا ہے:۔ جاء ابوبکر الی النبیؐ فقعد بین یدیہ فقال یا رسول اللہ قد علمت مناصحتی وقدمی فی الاسلام وانی وانی قال وماذا قال تزوجنی فاطمۃ فسکت عنہ او قال اعرض عنہ فرجع ابوبکر الی عمر فقال ھلکت واھلکت قال وماذاک قال خطبت فاطمۃ الی النبیؐ فاعرض عنی۔ قال مکانک حتی آتی النبیؐ فاطلب مثل الذی طلبت۔ فاتے عمر النبیؐ فقعد بین یدیہ فقال یارسول اللہ قد علمت مناصحتی وقدمی فی الاسلام وانی وانی قال وماذاک قال تزوجنی فاطمۃ فاعرض عنہ فرجع عمر الی ابی بکر۔ حضرت ابوبکر جناب رسولؐ کے پاس مقابل بیٹھ گئے اور کہا اے رسولخدا آپ میری خیر خواہی اور اسلام کی حالت سے واقف ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا۔ حضرتؐ نے پوچھا تو پھر؟ کہا یہی کہ فاطمہؑ کی شادی مجھ سے کر دیجئے۔ اس پر حضرت بالکل خاموش ہو گئے یا انکی طرف سے منہ پھیر لیا یہ (غیظ وغضب) دیکھ کر حضرت ابوبکر حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا میں ہلاک ہو گیا۔ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیوں کیا ہوا؟ کہا میں نے فاطمہؑ سے شادی کا پیغام دیا تو آنحضرتؐ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضرت عمر نے کہا اچھا آپ ٹھہریئے میں خود رسولؐ کے پاس جاتا ہوں اور یہی درخواست اپنے لئے کرتا ہوں۔ غرض حضرت عمر جناب رسولخدا صلعم کے پاس پہونچے اور رُو در رُو بیٹھ گئے پھر کہا اے رسولخداؐ آپ میری بہی خواہی اور اسلام کی حالت سے باخبر ہیں اور میں ایسا اور میں ویسا حضرتؐ نے پوچھا تو پھر؟ کہا یہ کہ فاطمہؑ کی شادی آپ مجھ سے کر دیں۔ اس پر بھی حضرتؐ (کو اتنا غصہ اور رنج ہوا کہ آپ) نے انکی طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ تب حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پاس واپس آئے [۱] حضرت

[۱] کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۱۳

نے صرف منہ ہی نہیں پھیر لیا بلکہ صاف انکار بھی کیا۔ علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے خطب ابو بکر یعنی فاطمۃ الی رسول اللہؐ فابی رسول اللہؐ فقال عمر انت لھا یا علی حضرت ابو بکر نے حضرت فاطمہ سے شادی کرنے کی درخواست حضرت رسولؐ کی خدمت میں پیش کی تو حضرت نے بالکل انکار کر دیا۔ تب حضرت عمر نے کہا اے علیؑ فاطمہؑ کے لئے تم ہی ہو[۱] حضرت ابوبکر و عمر کی درخواست پر تو حضرتؐ نے ان کا جواب تک نہ دیا یا دیا تو انکار میں اور انتہائے غصہ میں منہ بھی پھیر لیا لیکن حضرت علیؑ نہ آنحضرتؐ سے درخواست کرتے ہیں نہ پیغام بھیجتے ہیں اور خود خدا اور رسولؐ کی طرف سے آپکو پیغام دیا جاتا ہے اور آپ قبول کرتے ہیں۔

محدثین نے تصریح کی ہے کہ عن انس بن مالکؓ قال کنت عند النبیؐ فغشیہ الوحی فلما افاق قال تدری ما جاء بہ جبریل۔ قلت اللہ ورسولہ اعلم۔ قال امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی فانطلق فادع لی ابابکر وعمر وعثمان وعلیا وطلحۃ والزبیر وبعدۃ من الانصار انس بن مالک صحابی کہتے تھے کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کے پاس تھا اتنے میں حضرتؐ پر وحی نازل ہونے لگی۔ جب حضرتؐ اس سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا جانتے ہو ابھی کیا وحی اُتری ہے؟ انس نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کی شادی علی سے کر دوں۔ تم جا کر ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ طلحہ۔ زبیر اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ فلما اقبل علی قال لہ یا علی ان اللہ امرنی ان ازوجک فاطمۃ وقد زوجتکھا علی اربعۃ مائۃ مثقال فضۃ ارضیت۔ قال رضیت یا رسول اللہ۔ قال ثم قام علی فخر ساجدا شکرا۔ قال النبیؐ جعل اللہ منکما الکثیر الطیب وبارک اللہ فیکما قال انس فواللہ لقد اخرج منھما الکثیر الطیب۔ جب آنحضرت صلعم کے طلب کرنے پر حضرت علیؑ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں۔ اس وجہ سے میں انھیں تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ تم کو بھی منظور ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی ہاں یا حضرتؐ مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علیؑ اپنی جگہ سے اُٹھے اور سجدہ میں گر کر شکر خدا بجا لائے۔ اور حضرت رسولؐ نے دعا دی کہ خدا تم دونوں سے پاکیزہ نسل کثیر تعداد میں پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم خدا نے دونوں

[۱] اسد الغابہ

بزرگوں سے نہایت پاکیزہ اور کثیر تعداد کی نسل ہوئی [1] بعض علماء نے لکھا ہے:۔
اختصہ بتزویج سیدۃ نساء العالمین و اخبران ذٰلک بوحی من اللہ تعالیٰ وان اللہ جعل ذریۃ نبیہ فی صلبہ ۔ حضرت رسولخدا صلعم نے سیدۃ نساء العالمین کی شادی کے لئے خاص حضرت علیؓ کو اختیار کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تزویج خود جناب باری کے حکم سے ہوتی ہے اور یہ کہ خدا نے اپنے حبیب رسولخدا صلعم کی ذریت حضرت علیؓ ہی کے صلب میں قرار دی ہے [2] اور شاہ عبدالحق صاحبؒ دہلوی نے لکھا ہے۔ فرمود یا انس آمد مرا جبریل از نزد پروردگار عرش و گفت بدرستی خدائے تعالیٰ امر می کند ترا کہ تزویج کنی فاطمہؓ را با علیؓ ۔ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا خدا آپکو حکم دیتا ہے کہ فاطمہؓ کی شادی علیؓ سے کر دیجئے [3] آنحضرت صلعم نے حکم خدا کی پابندی میں اس قدر اہتمام فرمایا کہ حضرت علیؓ موجود نہیں تھے اور آنحضرتؐ نے آپ سے غائبانہ نکاح کر دیا ۔علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:۔ عن انس بن مالکؓ قال خطب ابوبکر الی النبیؐ ابنتہ فاطمۃ فقالؐ یا ابا بکر لم ینزل القضاء ثم خطبہا عمر مع عدۃ من قریش کلہم یقول لہ مثل قولہ لابی بکر فقیل لعلی لو خطبت الی النبیؐ فاطمۃ عسی ان یزوجکہا ۔ قال وکیف وخطبہا اشراف قریش فلم یزوجہا فخطبہا فقالؐ قد امرنی ربی بذٰلک ۔ قال انس ثم دعانی النبیؐ بعد ایام فقال لی یا انس اخرج وادع لی ابا بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان و عبدالرحمان بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحۃ والزبیر وبعدۃ من الانصارؓ قال فدعوتہم فلما اجتمعوا عندہٗ واخذوا مجالسہم وکان علی غائبا فی حاجۃ النبیؐ فقال النبیؐ الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع بسلطانہ المرھوب من عذابہ وسطوتہ النافذ امرہ فی سمائہ وارضہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزہم باحکامہ واعزہم بدینہ واکرمہم بنبیہ محمدؐ ان اللہ تبارک وتعالیٰ اسمہ وعظمتہ جعل المصاہرۃ سببا لاحقا وامرا

---

[1] ریاض نضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ [2] الریاض المستطابہ [3] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۹۵

مغافر ضا او شبح بہ الارحام والزمہ للانام فقال عز من قائل وھوالذی خلق
من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا ۔ فامر اللہ تعالے یجری الی
قضائہ وقضائہ یجری الی قدرہ ولکل قضاء قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل
کتاب یمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ۔ ثم ان اللہ تعالے امرنی ان
ازوج فاطمہ بنت خدیجہ من علی ابن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی
اربعمائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی ابن ابی طالب ۔ ثم دعا بطبق من بسر فوضعہ
بین ایدینا ثم قال انھبوا فنھبنا فبینا نحن ننھب اذ دخل علی علی النبی
فتبسم النبیؐ فی وجھہ ثم قال ان اللہ امرنی ان ازوجک فاطمۃ علے اربع
مائۃ مثقال فضۃ ان رضیت بذلک فقال قد رضیت بذلک یا رسول اللہ
قال انس فقال النبیؐ جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک علیکما واخرج منکما
کثیرا طیبا ۔ قال انس فواللہ لقد اخرج منھما کثیرا طیبا ۔ انس بن مالک بیان کرتے
تھے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت رسولؐ سے درخواست کی کہ جناب فاطمہ کی شادی مجھ سے کر دیجیے
تو حضرتؐ نے فرمایا اے ابوبکر خدا کو یہ منظور نہیں ہے ۔ پھر حضرت عمر نے درخواست کی انکا
جواب بھی حضرتؐ نے وہی دیا جو ابوبکر سے کہا تھا ۔ تب لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا اگر
آپ حضرت رسولخدا صلعم سے جناب فاطمہؑ کی خواستگاری کریں تو یقینی ہے کہ حضرتؐ منظور
کرلینگے ۔ آپ نے فرمایا جب قریش کے اتنے لوگوں نے خواہش کی اور حضرتؐ نے انکی
درخواست منظور نہیں فرمائی تو مجھے یہ عزت کیوں مرحمت ہوگی لیکن (لوگوں کے اصرار
پر) حضرت علیؑ نے دریافت کیا تو حضرتؐ نے فرمایا ہاں خدا نے تو مجھے اس کا حکم ہی
دیا ہے ۔ انس بیان کرتے تھے کہ پھر چند دنوں کے بعد حضرت رسولخدا صلعم نے مجھے
بلایا اور فرمایا اے انس جا کر ابوبکر ۔ عمر ۔ عثمان ۔ عبدالرحمن ۔ سعد طلحہ ۔ زبیر اور فلاں
فلاں انصاری کو بلا لاؤ ۔ انس گئے اور سب کو بلا لائے ۔ جب یہ لوگ اکٹھے ہوچکے
اور اُس وقت حضرت علی غائب تھے ۔ کیونکہ آپ حضرت رسولؐ کی کسی ضرورت سے
باہر گئے ہوئے تھے تو آپ کی غیبت ہی میں حضرت رسولخدا صلعم نے ایک خطبہ نکاح پڑھا
اسمیں فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہے اپنی لڑکی فاطمہ دختر خدیجہ کی شادی میں علیؑ بن

ابی طالب سے کردوں۔ پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے چار سو مثقال کے برابر چاندی کا مہر قرار دیکر فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کردیا۔ بشرطیکہ علیؓ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضرتؐ نے کھجور کا ایک طبق منگایا اور ہم لوگوں کے سامنے رکھکر فرمایا کہ لو کھاؤ۔ ہم لوگ کھانے لگے۔ اتنے میں وہاں حضرت علیؓ بھی آگئے۔ آپ کو دیکھکر جناب رسولخدا صلعم خوش ہوگئے اور فرمایا اے علیؓ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر تم راضی ہو تو میں فاطمہؓ کی شادی تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے مہر پر کردوں۔ حضرت علیؓ نے عرض کی یا حضرتؐ مجھے منظور ہے۔ اس کے بعد حضرت رسولخدا صلعم نے دعا کی کہ اللہ تم دونوں کے درمیان میل رکھے۔ تم لوگوں پر اپنی برکتیں نازل کرے اور تم دونوں سے بکثرت اور طیب و طاہر نسل پیدا کرے۔ انس کہتے تھے کہ خدا کی قسم (رسولؐ کی دعا مقبول ہوئی اور) ان دونوں حضرات سے خدا نے پاکیزہ اور بکثرت نسل پیدا کی (مرقاۃ شرح مشکوۃ مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۵۷۵)۔ بہت سی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اس موقع پر ایک خطبہ پڑھا جو حسب ذیل ہے:۔ الحمد للہ شکرا لانعمہ وایادیہ۔ واشہد ان لاالہ الا اللہ شہادۃ تبلغہ وترضیہ۔ الحمد للہ الذی لایموت۔ وھذا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زوجنی ابنتہ علے صداق مبلغہ اربعمائۃ درہم فاسمعوا مایقول واشہدوا (سیرۃ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۹ وسیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)۔ بڑی حیرت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے درخواست کی تو حضرتؐ نے منہ پھیر لیا[۱] یا جواب دیا تو انکار میں یا یہ فرمایا کہ انتظر بہا القضاء۔ فاطمہؓ کی شادی کے بارے میں مجھے حکم خدا کا انتظار ہے (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ وسیرۃ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۲ وغیرہ) لیکن حضرت علیؓ کے بارے میں یہ عذر نہیں کیا بلکہ فوراً منظور کرلیا بلکہ اکثر محققین کی تصریح کے مطابق خود ہی جناب فاطمہ کا نکاح حضرتؐ کے ساتھ پڑھ دیا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے یہی حکم دیا ہے

[۱] یہ معمول ہے کہ جب کسی مہذب شخص کو کوئی بات نہایت درجہ ناگوار اور باعث نفرت ہوتی ہے تو وہ اس کا کچھ جواب نہیں دیتا اور اپنی جگہ پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے لیکن اگر وہ بات حد سے زیادہ باعث ملال و صدمہ ہوتی ہے تو مہذب لوگ کہنے والے شخص کیطرف سے اپنا منہ پھیر لیتے ہیں۔ آنحضرتؐ خلق عظیم پر فائز تھے اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضرتؐ کو اس پیغام سے کس درجہ اذیت ہوئی ۱۲

پانچویں فصل

سورۂ براءت کی تبلیغ سے معزولی

حضرت ابوبکر کی زندگی کا ایک مہتم بالشان واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ماہ ذیقعدہ ۹ سنہ ہجری کے آخر میں آپ کو حاجیوں کا امیر مقرر کرکے مکہ معظمہ بھیجا اور آپ کو سورہ براءۃ دی کہ مکہ معظمہ جاکر اسکی تبلیغ کریں مگر پھر خدا کے حکم سے آپ کو اس عہدہ سے معزول کردیا۔ امام بخاری صاحب اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں ان اباھریرۃ قال بعثنی ابوبکر فی تلک الحجۃ فی موذنین بعثھم یوم النحر یؤذنون ان لایحج بعد العام مشرک ولایطوف بالبیت عریان ۔ قال حمید بن عبدالرحمان ثم اردف رسول اللہ بعلی بن ابی طالب وامرہ ان یؤذن ببراءۃ قال ابوھریرۃ فاذن معنا علی ۔ ابوہریرہ کہتے تھے کہ (سنہ ۹ ہجری کے) حج میں حضرت ابوبکر نے مجھے بھیجا کہ ہم لوگ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کا حج نہ کرے نہ کوئی شخص برہنہ اس کا طواف بجا لائے ۔ پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ وہی سورہ براءۃ کی تبلیغ کریں چنانچہ حضرت علیؑ نے جاکر اعلان کردیا [1] امام بخاری نے اس روایۃ کو تین جگہ لکھا ہے علامہ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے :۔ عن علی قال بعث رسول اللہ ابابکر ببراءۃ الی اھل مکۃ وبعثہ علی الموسم ثم بعثنی فی اثرہ فادرکتہ فاخذتھا منہ فقال ابوبکر مالی؟ قال خیر۔ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض غیر انہ لایبلغ عنی غیری اورجل منی ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت رسالتمآب صلعم نے ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ اہل مکہ کیطرف روانہ کیا پھر ان کے پیچھے ہی مجھے بھیجا تو میں نے ابوبکر کو پکڑ کر ان سے سورہ براءۃ لے لی ۔ یہ دیکھکر ابوبکر آنحضرتؐ کے پاس واپس آئے اور پوچھا یا حضرت کیوں مجھکو اس سے معزول کیا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا یہی بہتر تھا ۔ تم

---

[1] صحیح بخاری پارہ ۲ ص ۲۳۸ کتاب الصلوۃ وپارہ ۱۹ ص ۱۹۴ کتاب التفسیر

میرے یارغار اور یار حوض ہو مگر بات یہ ہے کہ دینی احکام کو میری طرف سے سوا میرے یا ایسے شخص کے جو مجھ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر علامہ ممدوح لکھتے ہیں عند الطبرانی من حدیث ابی رافع نحوہ لکن قال اتاہ جبریل فقال انہ لن یؤدیھا عنک الا انت او رجل منک۔ طبرانی میں بھی یہی مضمون ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ براءت کے ساتھ روانہ کیا تو فوراً جبریل آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمدؐ! (یہ آپ نے کیا کیا) اس سورہ کو آپ کی جانب سے سوا آپ کے یا اُس شخص کے جو آپ ہی سے ہو کوئی اور نہیں پہونچا سکتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں عن حدیث انس قال بعث النبیؐ براءۃ مع ابی بکر ثم دعا علیا فاعطاھا ایاہ وقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی۔ انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورہ براءۃ کو حضرت ابوبکر کے ساتھ بھیجا۔ پھر فوراً ہی حضرت علیؑ کو بلایا اور وہ سورہ حضرت ابوبکر سے لیکر حضرت علیؑ کو دیدیا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ کرے سوا اس شخص کے جو میرے اہل سے ہوله اور امام نسائی نے تحریر فرمایا ہے ان رسول اللہ بعث براءۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ بعلی فقال لہ خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ۔ قال فلحقتہ واخذت الکتاب منہ فانصرف ابوبکر وھو کئیب۔ قال یا رسول اللہ انزل فی شئ؟ قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا او رجل من اھل بیتی۔ حضرت رسولخدا صلعم نے مکہ والوں کی طرف حضرت ابوبکر کو سورہ براءت کے ساتھ بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے ہی حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور آپ سے کہا کہ ابوبکر سے اُس نوشتہ کو لے کر تم خود اہل مکہ کیطرف جاؤ۔ اس پر حضرت علیؑ روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کو پکڑ کر ان سے وہ نوشتہ لے لیا جس سے حضرت ابوبکر محزون و مغموم اور شکستہ دل واپس آئے اور آنحضرت سے عرض کی کہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم خدا نازل ہوا (جس پر میں اس شرف سے محروم کردیا گیا)؟ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ مگر مجھے یہ حکم خدا ضرور پہونچا ہے کہ اس کو یا میں پہونچاؤں یا میرے اہلبیت

له فتح الباری پ۱۸ ص۱۹۴

ہی کا کوئی شخص پہونچائے لہ اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے:۔عن ابی بکر ان النبیؐ
بعثه ببراءة الی اهل مکة فسار بها ثلثا ثم قال لعلی الحقه فرد علی ابی بکر و
بلغها انت ففعل فلما قدم ابوبکر بکے۔ فقال یا رسول اللہ حدث فی شئی۔ قال ما
حدث فیک الا خیر ولکن امرت ان لا یبلغه الا انا او رجل منی۔ خود حضرت
ابوبکر بیان کرتے تھے کہ ان کو حضرت رسولخدا صلعم نے سورہ براءۃ لیکر اہل مکہ کیطرف
بھیجا وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے تو ان کے جانے کے تین دن بعد آنحضرت صلعم نے
حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم جلد جاکر راہ ہی میں ابوبکر سے ملو اور انھیں میرے پاس واپس کرکے
خود جاؤ اور اس سورہ کی تبلیغ کرو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا جس کے بعد حضرت ابوبکر
آنحضرتؐ کے پاس واپس آکر رونے لگے (مگر ان کے رونے پر بھی آنحضرت صلعم نے ان کو
نہ کچھ سمجھایا نہ کچھ تسلی دی) تب حضرت ابوبکر نے پوچھا اے رسولخدا کیا میرے متعلق کوئی
امر حادث ہوگیا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جو بات حادث ہوئی وہ بہتر ہی بہتر ہے مگر بات یہ
ہے کہ مجھے خدا کا حکم پہونچا کہ اس حکم کی تبلیغ یا میں کروں یا وہ شخص کرے جو مجھ ہی سے
ہو (اور چونکہ تم مجھ سے نہیں ہو اس وجہ سے میں نے تم کو معزول کرکے علیؑ کے ذمہ یہ
کام کیا ہے) ۲ه اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے لکھا ہے عن عبد اللہ بن
عمر ان رسول اللہ بعث ابا بکر و عمر ببراءة الی اهل مکة فانطلقا فاذا هما براکب
فقالا من هذا قال انا علی قال والله ما علمت الا خیرا فاخذ علی الکتاب فذهب
به و رجع ابوبکر و عمر الی المدینة فقالا ما لنا یا رسول اللہ فقال ما لکما الا خیر
ولکن قیل لی انه لا یبلغ عنک الا انت او رجل منک اخرجه الحاکم حضرت عبد اللہ
بن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر و عمر کو سورہ براءۃ لیکر
مکہ والوں کیطرف بھیجا۔ وہ دونوں روانہ ہوگئے۔ مگر ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ اونٹ
پر ایک شخص ان سے آکر ملا۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کون؟ سوار نے کہا میں
ہوں علی۔ حضرت ابوبکر بولے خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانا۔ مگر
حضرت علیؑ نے وہ سورہ ان دونوں صاحبوں سے لے لیا اور لیکر خود مکہ کیطرف روانہ

لہ خصائص نسائی ص ۱۳ ۲ه کنز العمال جلد ۱ ص ۲۴۶

ہو گئے۔ ادھر حضرت ابوبکر و عمر مدینہ کی طرف پلٹ آئے اور دونوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ اے رسولخدا! ہم لوگوں نے کیا قصور کیا؟ حضرتؐ نے فرمایا تم لوگوں کا کچھ حرج نہیں خیر ہی خیر ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا کہ اس سورہ کو سوا تمہارے یا اس شخص کے جو تم ہی سے ہو اور کوئی نہیں پہونچا سکتا ہے۔ امام حاکم نے اس روایۃ کو لکھا ہے (قرۃ العینین ص۲۳۴) اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس معزولی سے حضرت ابوبکر پر یہ اثر ہوا کہ فکان ابابکرؓ وجد فی نفسہ آپ کے دل پر چوٹ لگی۔ بعث رسول اللہ ابابکرؓ ببراءۃ الی الموسم فاتی جبریل علیہ السّلام فقال انہ لن یؤدیھا عنک الا انت او رجل منک فبعث علیاً علی اثرہ حتی لحقہ بین مکۃ والمدینۃ فاخذھا فقرأھا علی الناس فی الموسم حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر کو سورہ براءۃ کے ساتھ مکہ والوں کیطرف بھیجا تو جبریل علیہ السلام آنحضرت پر نازل ہوئے اور کہا یا حضرتؐ آپکی طرف سے سوا آپ کے یا اس شخص کے جو آپ ہی سے ہو اور کوئی شخص اس کام کو نہیں کر سکتا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے پیچھے بھیجا۔ حضرتؑ نے جا کر مکہ اور مدینہ کے درمیان حضرت ابوبکر سے وہ سورہ لے لیا اور خود مکہ پہونچکر اس کو پڑھا (تفسیر درمنثور جلد ۳ ص۲۱۰) بعض مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ میں جناب امیرؑ پہونچے تو حضرت ابوبکر کو گمان ہوا کہ خود حضرت رسولخدا صلعم تشریف لائے۔ مثلاً علامہ دیاربکری لکھتے ہیں ان النبی بعث ابابکر علی الحج فاقبلنا معہ حتی اذا کنا بالعرج ثوب بالصبح فلما استوی للتکبیر سمع الرغوۃ خلف ظہرہ فوقف عن التکبیر و قال ھذہ رغوۃ ناقۃ رسول اللہؐ الجدعاء لقد بدا لرسول اللہ فی الحج فلعلہ ان یکون رسول اللہؐ فنصلی معہ فاذا علی علیہا حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوبکر کو حج کا سردار بنا کر بھیجا جب وہ مقام عرج پر پہونچے تو نماز صبح کے لیے تکبیر کہنی چاہی۔ اتنے میں اپنے پیچھے حضرت رسولؐ کے ناقہ جدعا کی آواز سنی تو ٹھہر گئے اور کہا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم کو حج کے متعلق کچھ بدا ہوا غالباً حضرت خود ہی تشریف لائے ہیں۔ اب ہم لوگ حضرتؐ کے ساتھ ہی نماز پڑھ لیں۔ مگر دیکھا تو آنحضرت صلعم کے عوض حضرت علیؑ تھے (تاریخ خمیس جلد ۲ ص۱۵۶)

چھٹی فصل

حکومت عمرو عاص کے ماتحت رکھے جانا

علماء اسلام نے اس امر کو بھی بہت اہمیت سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت رسولخدا صلعم نے (جن کا کوئی فعل بغیر وحی خدا نہیں ہوتا تھا) عمرو عاص ایسے شخص کی ماتحتی میں دیا اور اُس کو آپ لوگوں پر سردار بنا کر جہاد میں بھیجا چنانچہ سریہ ذات السلاسل میں اس کا ذکر کیا گیا ہی[۱] یہ امر حضرت ابوبکر کی شان کے بہت خلاف سمجھا گیا۔ اور اس اعتراض کو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے "حضرت رسول اللہؐ ابوبکر و عمر را التعینات و تابع عمرو بن العاص ساخت و او را بر ایشاں امیر کردہ و ہم چنیں اسامہ را بر ایشاں سردار کردہ۔ اگر ایشاں را لیاقت ریاست می بود یا دریں باب افضل و اولے می بودند چرا ایشاں را رئیس نمی کرد۔ دیگراں را تابع ایشاں می ساخت۔ حضرت رسولخدا صلعم نے ابوبکر و عمر کو عمرو عاص کے ماتحت تعینات کر کے اور تابع بنا کر بھیجا اور اوس کو ان لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت نے اسامہ کو بھی ان لوگوں کا سردار بنا دیا تھا۔ اگر ان دونوں صاحبوں میں سرداری کی قابلیت ہوتی یا اس باب میں وہ افضل اور بہتر ہوتے تو کیوں آنحضرت صلعم انھیں لوگوں کو سردار اور دوسروں کو انکا تابع نہیں کرتے" (تحفہ اثنا عشریہ باب طعن ۶)۔ اس سرداری میں عمرو عاص نے ان دونوں بزرگوں کے ساتھ پورے افسر اور ماتحت کا برتاؤ کیا۔ بلکہ سختی بھی کی مگر حضرت رسولخدا صلعم کو ان باتوں کی خبر ہوئی تو حضرتؐ نے عمرو عاص کی تعریف ہی کی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے ان عمرو بن العاص امرہم فی تلک الغزوۃ ان لا توقدوا نارا فانکر ذلک عمر فقال لہ ابوبکر دعہ فان رسول اللہؐ لم یبعثہ علینا الا لعلمہ بالحرب ۔ فسکت عنہ ... وروی بن حبان من طریق قیس بن حازم عن عمرو بن العاص ان رسول اللہؐ بعثہ فی ذات السلاسل فسألہ اصحابہ ان یوقدوا

[۱] دیکھو سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ ۲ صہ ۵۵

نارا فکلموا ابا بکر فکلمہ فی ذلک فقال لا یوقد احد منکم نارا الا قذفتہ فیہا۔
قال فلقوا العدو فھزموھم فارادوا ان یتبعوھم فمنعھم فلما انصرفوا ذکروا
ذلک للنبیؐ فسالہ فقال کرھت ان اذن لھم ان یوقدوا نارا فیری عدوھم
قلتھم وکرھت ان یتبعوھم فیکون لھم مدد فحمد امرہ۔ سریہ ذات السلاسل
میں عمرو عاص نے فوج کو حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ اس پر حضرت عمر نے اعتراض
کیا کہ عمرو عاص کیوں منع کرتا ہے تو ان سے حضرت ابوبکر نے کہا تم چپ رہو کیونکہ آنحضرت
صلعم نے اسی وجہ سے تو عمرو عاص کو ہم لوگوں کا سردار بنا کر بھیجا ہے کہ اس کو فن حرب کا
علم ہم لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس پر حضرت عمر خاموش ہوئے ... اور ابن حبان نے خود
عمرو عاص سے روایۃ کی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اس کو ذات السلاسل میں سردار بنا کر
بھیجا تو فوج نے درخواست کی کہ انکو آگ روشن کرنے کی اجازت ملے مگر عمرو عاص نے
اس سے منع کیا۔ تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکر کو بیچ میں ڈالا۔ حضرت ابوبکر نے عمرو عاص
سے کہا کہ ان کو آگ روشن کرنے کی اجازت دے دو مگر عمرو عاص نے حضرت ابوبکر کو جواب
دیا کہ اگر تم میں سے کسی شخص نے بھی آگ روشن کی تو میں اس کو اسی آگ میں ڈال کر جلا
ڈالوں گا۔ غرض دشمن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے انکو شکست دی اور وہ بھاگے تو انکا
پیچھا کرنا چاہا مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے
تو عمرو عاص کی ان سختیوں کا ذکر حضرت رسولخدا صلعم سے کیا گیا۔ حضرتؐ نے اس سے
وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا اگر میں آگ جلانے کی اجازت دے دیتا تو دشمنوں کو ہماری
کمی تعداد کا پتا مل جاتا اور اگر ان لوگوں کو پیچھا کرنے کی اجازت دیتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں
کو کمک جاتی۔ آنحضرتؐ نے سنا تو عمرو عاص کی تعریف کی اور اس کے کام کو پسند کیا (فتح الباری
کتاب الغزوات۔ غزوہ ذات السلاسل پ ۱ ص ۷۶) اس غزوہ میں حضرت عمر اور عمرو عاص
میں سخت کلامی کی بھی نوبت آگئی مگر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو سمجھا کر قصہ فرو کیا۔ محدث
جمال الدین نے لکھا ہے:۔ عمرو بن العاص گفت ہیچ احدے آتش روشن نکند الا
کہ اورا در آتش اندازم۔ ودر روایتے آنکہ عمر فاروق بر عمرو انکار کرد وسخن درشت گفت۔
عمرو گفت اے عمر مامور شدہ بہ آں کہ سخن من بشنوی وفرمان بری جواب داد کہ آرے

عمرو گفت پس باں امر ممتثل شود ابوبکر با عمر گفت بگذار او را بحال خود بدرستی کہ جناب رسولخداؐ ویرا بر ما امیر گردانیدہ مگر بجہت آنکہ وے مصلحۃ حرب را نکو می داند۔ غزوہ ذات السلاسل میں عمرو عاص نے حکم جاری کیا کہ جو شخص بھی آگ روشن کریگا میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا۔ اور ایک روایتہ میں ہے کہ حضرت عمر نے عمرو عاص پر اعتراض کیا اور سخت بات کہی۔ عمرو نے کہا کیوں عمر! کیا تم میرے ماتحت نہیں کئے گئے اور تم کو حکم نہیں ہوا ہے کہ میری بات سنو اور میری اطاعت کرو؟ حضرت عمر نے کہا ہاں یہ حکم تو ہے۔ عمرو عاص نے کہا بس تو جو میں کہتا ہوں اسکی تعمیل کرو۔ اور حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا کہ ان کو انکے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ حضرت رسولخدا صلعم نے انکو ہم لوگوں کا سردار اسی وجہ سے مقرر کیا ہے کہ ان کو فن حرب کا علم اور اسکی مصلحت زیادہ اور بہتر معلوم ہے (روضۃ الاحباب جلد ۱ صـ۲۱۳)

حضرت ابوعبیدہ کی ماتحتی حضرت ابوبکر کو حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت ابوعبیدہ کے ماتحت بھی فوج میں بھیجا تھا [۱] محدث جمال الدین غزوہ ذات السلاسل کے بیان میں لکھتے ہیں عمرو در راہ توقف نمود و رافع بن مکیث جہنی را بنزد حضرت فرستاد و مدد طلبید۔ آں سرور لواے عقد فرمود و با بوعبیدہ بن الجراح داد و ویرا امیر دو لیست مرد گردانید کہ ازاں جملہ ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بودند بمدد عمرو فرستاد۔ عمرو عاص نے راہ میں ٹھہر کر رافع کو آنحضرتؐ کے پاس بھیجا اور حضرتؐ سے اور فوج کی مدد طلب کی۔ حضرتؐ نے ایک علم ابوعبیدہ بن الجراح کو دیا اور ان کے ماتحت دو سو آدمی کئے۔ ان میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ اور ان سب کو آنحضرتؐ نے عمرو عاص کی مدد کے لئے روانہ کردیا (روضۃ الاحباب جلد ۱ صـ۲۱۲) سخت تعجب ہے کہ صرف دو سو آدمی جو عمرو عاص کی مدد کے لئے بھیجے جا رہے ہیں ان کے سردار بھی حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نہیں مقرر کئے گئے بلکہ اس حقیر لشکر میں بھی دونوں بزرگ ماتحت ہی بنا کر بھیجے گئے۔ اور سرداری ابوعبیدہ کو ملی۔ جب فوج ابوعبیدہ کی ماتحتی میں عمرو عاص کے پاس پہونچی تو پھر یہ سب لوگ عمرو عاص کے ماتحت ہو گئے۔ یہ جملہ بھی قابل عبرت ہے کہ

[۱] دیکھو صـ۵۵ سوانح عمری حضرت ابوبکر حصہ۲

پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وصیت فرمودہ بود کہ اختلاف مکنید۔ آنحضرت صلعم نے ان سب لوگوں سے وصیت کی تھی کہ خبردار اختلاف نہ کرنا۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر نے آگ روشن کرنے کے بارے میں اس قدر اختلاف کیا کہ حضرت عمر نے سخت ابائی بھی کی (روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۴۱۲)

ساتویں فصل

اُسامہ کا لشکر کے تحت جانا اور ان سے تخلف کرنا

صفر سنہ ۱۱ ہجری میں حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے انتقال سے چند روز قبل (غالباً ۲۶ صفر کو) باوجود شدت مرض صحابہ کو حکم دیا کہ اہل روم سے جنگ کرنے کے لئے لشکر آراستہ ہو۔ اور دوسرے دن اپنے دست مبارک سے ایک علم جنگ طیار کر کے اسامہ بن زید کو دیا۔ اور فرمایا میں تم کو اس فوج کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ جا کر خدا کی راہ میں کفار سے جہاد اور رومیوں پر حملہ کرو اور اس قدر جلد جاؤ کہ تمہارے پہونچنے سے پہلے اُن کو خبر نہ ہونے پائے۔ اسامہ نے تعمیل حکم کی اور باہر نکل کر وہ نشان بریدہ بن الحصیب کو دیا اور مدینہ سے روانہ ہو کر مقام جرف میں جو مدینہ سے تین میل شام کی طرف ہے پہونچکر قیام کیا تا کہ پورا لشکر وہاں جمع ہو جائے تب سب آگے بڑھیں آنحضرت صلعم نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ سوا حضرت علیؑ کے اور سب اعیان مہاجر و انصار یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ سعید بن زید۔ قتادہ بن النعمان۔ سلمہ بن اسلم وغیرہ بھی اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت ہو کر جائیں حضرت علیؑ کو آنحضرت صلعم نے اپنے پاس رکھ لیا۔ جب انتظام صحابہ کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے کہ ایک غلام کو آنحضرت صلعم نے اکابر مہاجرین و انصار کا سردار بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی دلی حالت کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اس کے متعلق برسر مجلس چہ می گوئیاں کرنے لگے۔ جب ان باتوں کی خبر حضرت رسولخدا صلعم کو ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہوا بلکہ آپ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ باوجود تپ اور درد سر کے عصابہ سر مبارک پر باندھکر دولت خانہ سے باہر تشریف

لائے اور منبر پر جا کر بعد حمد و ثنائے الٰہی یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگ اسامہ کے سردار لشکر مقرر ہونے پر ظاہر کر رہے ہو۔ تم اس سے بھی اُسی طرح انحراف کرنے لگے جس طرح اس کے باپ زید کے سردار فوج ہونے پر غزوہ موتہ کے وقت بھی اعتراض کیا تھا۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ خدا کی قسم وہ سرداری کا سزاوار ہے اور اُس کا باپ زید بھی امارت کا اہل تھا۔ زید کو بھی میں بہت دوست رکھتا تھا اور اسکے بعد اس کے بیٹے اسامہ کو بھی میں بہت عزیز رکھتا ہوں لہذا تم لوگ اس کے بارے میں میری وصیت کو نیکی اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرو اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کہ وہ تم لوگوں کے نیکو کار فردوں سے ہے۔ اسکے بعد حضرتؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اُس وقت اُسامہ کی عمر ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی۔ اس خطبہ کے بعد کچھ مسلمانوں میں آمادگی پیدا ہوئی جن کا ارادہ جانے کا ہوتا تھا وہ حضرتؐ کی خدمت میں آکر آپ سے رخصت ہوتے اور لشکرگاہ کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔ اُس روز آنحضرت صلعم کا مرض اتنا شدید ہو گیا تھا کہ حضرتؐ بات تک نہیں کر سکتے تھے۔ اسامہ رخصت ہو کر لشکرگاہ میں آیا اور دوشنبہ کو صبح کے وقت پھر حضرتؐ کی زیارت کے لئے دولت سرا پر حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرتؐ کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی۔ حضرتؐ نے اُسامہ کو رخصت کیا اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ غرض اسامہ لشکرگاہ کی طرف واپس آیا اور آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق فوج کو کوچ کا حکم دے دیا اور خود سوار ہونے لگا تو اسکی ماں نے کہلا بھیجا کہ حضرت رسولخدا صلعم پر حالت نزع شروع ہو گئی ہے یہ سنکر اسامہ اور اکابر صحابہ جو اس کے ساتھ نکل چکے تھے واپس آگئے۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر و غیرہ اب بھی اس کے ساتھ نہیں گئے بلکہ مدینہ ہی میں رہ گئے تھے [۱] جب صحابہ نے اسامہ کے ماتحت ہو کر جانے میں تامل کیا تو آنحضرتؐ اس درجہ غضبناک ہوئے کہ نہ جانے والوں پر لعنت کی۔ علامہ شہرستانی وغیرہ نے لکھا ہے:۔ الخلاف الثانی فی مرضہ انہ قال جہزوا جیش اسامۃ لعن اللہ من تخلف عنہا۔ دوسرا اختلاف حضرت رسولخدا صلعم کے مرض موت میں پیدا ہوا کہ حضرتؐ نے فرمایا اسامہ کے لشکر کو جلد روانہ

[۱] مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۸۵ و تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و طبری جلد ۳ صفحہ ۱۸۸۸ وغیرہ

زنانی مجالس

بفضلہ تعالیٰ مومنین کے گھر گھر ہونے لگیں مگر افسوس حدیث کی ایسی کوئی کتاب نہیں ملتی تھی جو خاص مستورات کے پڑھنے کے لئے لکھی گئی ہو۔ اور جس میں عقائد۔ فضائل اور مذہبی معلومات کے ساتھ ساتھ سچے حالات مصائب اور صحیح روایتوں کا عام فہم مطلب بیان کیا گیا ہو۔ انہیں ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہم نے مجالس خاتون لکھی جسکی پہلی جلد میں ۱۰ مجالس صرف محرم کی دس تاریخوں میں پڑھنے کی درج کردی ہیں۔ یہ کتاب نہایت مقبول ہوئی اور علم دوست بی بیوں نے اسکو زیادہ سے زیادہ پسند کیا۔ پہلی جلد مدت ہوئی ختم ہوچکی تھی۔ اب اسکا بعض حصہ کر چھپوا کر چند جلدیں طیار کرالی گئی ہیں۔ جلد منگائیے ورنہ پھر ملنا دشوار ہوجائیگا۔ یہ آپکی لڑکیوں کی مذہبی تعلیم کا نہایت دلچسپ اور بہت ہی مفید ذریعہ بھی ہے قیمت فی جلد صرف [illegible] مگر خریداران اصلاح سے صرف [illegible]۔ صرف چند نسخے پورے ہوسکے ہیں۔ انکو نعمت سمجھئے۔ اسکی تیسری جلد بھی طیار ہے جو ۲۸ صفحہ کی ہے اسکی قیمت بھی صرف [illegible] ہے۔

کئی ایجنٹ کی ضرورت

بفضلہ تعالیٰ سوانح عمری خلیفہ اول نہایت درجہ پسند کیگئی اور منعم حقیقی کے احسان عظیم سے قوی امید ہے کہ خلیفہ دوم کی سوانح عمری بھی بہت مفید بلکہ دینی تحقیقات اور تاریخی معلومات کا بے مثل و نظیر ذخیرہ ہو جس کا اشتیاق مومنین کو کمال درجہ ہے اور جو انشاء بہت جلد دفتر اصلاح سے شایع کی جائیگی مگر اسکے لئے ابھی کئی ہزار روپیہ کی اعلےٰ درجہ کی عربی کتابیں۔ مصر۔ شام۔ بیروت اور یورپ وغیرہ سے منگانی ہیں۔ اس سبب سے ہر صوبہ میں ایک ایجنٹ کی ضرورت ہے جو دورہ کرکے مومنین کو رسالہ اصلاح۔ سوانح عمری خلیفہ اول۔ تصویر عزا اور مجالس خاتون کی خریداری پر آمادہ کریں تاکہ ان کی رقموں سے وہ کتابیں منگائی جائیں اور دو معین مصنف بھی مقرر کئے جائیں جو کتابوں سے مضامین نکالیں اور عبارتوں کا ترجمہ کریں۔ جو حضرات اس زحمت کو قبول کریں گے انکو آخرت کے اجر عظیم کے علاوہ دفتر اصلاح سے کافی کمیشن بھی ملیگا۔ جلد اپنی منظوری سے مطلع کرکے شرائط ایجنٹی طے کرلیں۔ جو صاحب اسکے لئے آمادہ ہوں [illegible] [illegible] ہوتی ہے۔ المشتہر۔ منیجر اصلاح [illegible]

[illegible]

اصلاح

نمبر ۱ | ماہ شوال المکرم [illegible]ھ | جلد [illegible]

مدیر

جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام برکاتہم

مقام اشاعت

کجھوا (صوبہ بہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ا | ماہ شوال المکرم ۱۳۵۵ھ | جلد

الحمد للہ منعم حقیقی کا [illegible] شکر ہے کہ اُس نے ہمیں نعمت صحت عطا فرمائی اور اتنی قوت بھی دی کہ ۳۰ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ اور اسکے بعد اُسکے دین مبین کی خدمت میں بھی مصروف رکھے چنانچہ محض اُسی کے فضل و کرم سے سوانح عمری جلد دوم کے ۷۲ صفحے اس عرصہ میں صاف کئے جاتے ہیں۔ اب اس کے ۱۴۴ صفحے اور باقی ہیں اگر اس کا فضل و کرم شامل حال رہا اور اس کی توفیق نے حمایت کی تو ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے اصلاح میں بھی ۷۲-۷۲ صفحے

دیکر یہ کتاب ذی الحجہ تک مکمل کر دی جائے گی۔ آپ حضرات دعا فرما کر ممنون کریں۔

تاریخ ائمہ گزشتہ نمبر میں ہم نے دریافت کیا تھا کہ محرم ۱۳۵۶ ہجری سے رسالہ اصلاح میں تاریخ ائمہ شروع کی جائے یا نہیں۔ اس پر متعدد خطوط آئے کہ ضرور شروع کی جائے۔ اس کتاب کی شدید ضرورت ہے۔ لہذا اب یہ طے کر لیا گیا کہ انشاء اللہ محرم ۱۳۵۶ سے اصلاح کے ساتھ

۱۲ صفحہ ہوا اور اس کتاب مستطاب تاریخ ائمہ کے شائع کئے جائیں گے اور سال بھر کے اندر ۱۴۴ صفحوں کی یہ کتاب مکمل کر دی جائیگی۔

سوانح عمری خلیفۂ دوم اس کے بعد فوراً خلیفۂ دوم کی سوانح عمری کا شائع کرنا بھی ضروری ہے سال بھر کا وقت ناظرین و ہمدردان اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اگر چاہیں تو اتنی مدت میں سوانح عمری خلیفۂ دوم کی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔ ہم نے بارہا آٹھ ہزار روپیہ کی ضرورت ظاہر کی [illegible] بجائے اس کے روپیہ جمع ہو سکے [illegible] کام میں مدد کریں اور [illegible] روپیہ میں مزید کتابیں منگالی جائیں۔ اس آٹھ ہزار روپیہ کے انتظام کا ایک آسان طریقہ [illegible] سوانح عمری خلیفۂ اول کی دونوں جلدوں سے [illegible] کی قیمت میں [illegible] پہلے شائع ہو چکی۔ [illegible]

بن نون کو مقرر کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالبؑ اور اُن کے بعد میرے
دونوں نواسے حسنؑ وحسینؑ اور اُن کے بعد نو امام حسینؑ کی نسل سے ہوں گے۔ اوس یہودی
نے کہا اے محمدؐ آپ مجھے اُن سب کا نام بھی بتا دیں تو حضرت نے فرمایا کہ جب حسینؑ گزر جائیں گے
تو اُن کے بیٹے علیؑ ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے فرزند محمدؐ ہوں گے۔ اُن کے بعد اُن کے صاحبزادے
جعفرؑ ہوں گے۔ جب اُن کا زمانہ بھی ختم ہو جائیگا تو اُن کے بیٹے موسیٰؑ ہوں گے، ان کے بعد اُن کے
فرزند علیؑ ہوں گے۔ ان کے بعد اُن کے صاحبزادے محمدؐ ہوں گے۔ جب وہ اُٹھ جائیں گے
تو ان کے فرزند علیؑ ہوں گے۔ جب وہ گزر جائیں گے تو اون کے فرزند حسنؑ ہوں گے۔ اور
اُن کے بعد اُن کے فرزند محمد مہدیؑ ہوں گے جو حجتِ خدا رہیں گے۔ پس یہی بارہ امام میرے
اوصیا رہیں۔ اُس یہودی نے کہا یہ بھی فرمائیے کہ علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ کس طرح مریں گے۔ حضرتؐ
نے فرمایا علیؑ کے سر پر تلوار کا ایک وار پڑیگا جس سے وہ قتل ہو جائیں گے۔ اور حسنؑ زہر دیکر
قتل کئے جائیں گے اور حسینؑ ذبح کئے جائیں گے۔ اُس یہودی نے پوچھا یہ لوگ مر کر کہاں
رہیں گے۔ حضرت نے فرمایا بہشت میں اور وہاں بھی خاص میرے درجہ میں۔ تب اُس یہودی
نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اللہ کے
رسولؐ ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہی حضرات جن کے آپ نے نام بتلائے آپ کے بعد آپ کے اوصیاء
ہوں گے۔ ہم نے سابق کی کتابوں میں اور جن باتوں کا عہد ہم سے حضرت موسیٰؑ نے کیا تھا اُن میں
یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ جب آخر زمانہ ہوگا تو ایک نبیؐ مبعوث ہوں گے جن کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا
وہ خاتم الانبیاء ہوں گے کہ اون کے بعد پھر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اُن پیغمبرؐ کے اوصیاء اُن کے
بعد بارہ ہوں گے۔ اُن کے اول تو اُس نبیؐ کے چچازاد بھائی اور داماد ہوں گے۔ اور دوسرے
اور تیسرے وصی اونھیں امامِ اول کے فرزند ہوں گے جو دونوں آپس میں بھائی ہوں گے
اور اُس نبیؐ کی امت ہی اُس پہلے وصی کو تلوار سے اور دوسرے کو زہر سے اور تیسرے
کو اُن کے اہلبیتؑ کے ساتھ تلوار و پیاس کی مصیبت سے عالم غربت میں قتل کرے گی۔ وہ
اس طرح ذبح کئے جائیں گے جس طرح بھیڑ بکری کے بچے ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور وہ بزرگ
اس مصیبتِ قتل پر صبر کریں گے جس سے ان کے اور اُن کے اہلبیتؑ اور اُن کی درجے بلند ہوں گے
اور اس ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں اور پیروؤں کو جہنم سے بچالیں گے۔ اور اُس نبیؐ کے

باقی نو اوصیاء اسی تیسرے وصی کی اولاد سے ہوں گے۔ تو یہ بارہ وصی بھی اسباط کی طرح ہونگے جو بارہ تھے۔ (ینابیع المودۃ ص ۳۶۹) علامہ ممدوح پھر لکھتے ہیں " قال بعض المحققین ان الاحادیث الدالۃ علی کون الخلفاء بعدہ صلعم اثنا عشر قد اشتهرت من طرق کثیرۃ فبشرح الزمان و تعریف الکون والمکان علم ان مراد رسول اللہ من حدیثہ هذا الائمۃ الاثنا عشر من اهلبیتہ وعترتہ اذ لا یمکن ان یحمل هذا الحدیث علی الخلفاء بعدہ من اصحابہ لقلتهم عن اثنا عشر ولا یمکن ان یحملہ علی الملوک الامویۃ لزیادتهم علی اثنا عشر ولظلمهم الفاحش الا عمر بن عبد العزیز ولکونهم غیر بنی هاشم لان النبی قال کلهم من بنی هاشم فی روایۃ عبد الملک عن جابر واخفاء صوتہ فی هذا القول یرجح هذه الروایۃ لانهم لا یحسنون خلافۃ بنی هاشم ولا یمکن ان یحملہ علی الملوک العباسیۃ لزیادتهم علی العدد المذکور ولقلۃ رعایتهم الآیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی وحدیث الکساء فلا بد من ان یحمل هذا الحدیث علی الائمۃ الاثنا عشر من اهلبیتہ وعترتہ لانهم کانوا اعلم اهل زمانهم واجلهم واورعهم واتقاهم واعلاهم نسبا وافضلهم حسبا واکرمهم عند اللہ وکان علومهم عن آبائهم متصلا بجدهم وبالوراثۃ واللدنیۃ کذا عرفهم اهل العلم والتحقیق واهل الکشف والتوفیق

یعنی بعض محققین کی تحقیق ہے کہ یہ حدیثیں جو بتاتی ہیں کہ آنحضرت کے بعد آپ کے خلفاء بارہ ہوں گے بہت سے طریقوں سے مشہور ہیں۔ اور زمانہ کے سمجھانے اور عالم کے بتانے سے معلوم ہو گیا کہ حضرت رسولِ خدا کا مقصود ان حدیثوں سے وہی بارہ امام ہیں جو حضرت کے اہلبیت اور ذریت سے ہوئے۔ اسلئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے وہ خلفاء (حضرت ابوبکر و عمر و عثمان) سمجھے جائیں جو حضرت کے صحابہ سے آپ کے بعد ہوئے۔ کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے کم تھی۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی امیہ مراد ہوں اس لئے کہ وہ بارہ سے زیادہ ہوئے اور سوائے عمر بن عبدالعزیز کے وہ سب حد درجہ کے ظالم بھی تھے اور پھر وہ بنی ہاشم سے بھی نہ تھے۔ حالانکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ وہ خلفاء سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔ اور اس قول کو آنحضرت نے آہستہ سے فرمایا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے یہی فرمایا تھا کہ وہ سب بنی ہاشم سے ہوں گے اور آنحضرت نے اسکو آہستہ اس وجہ سے فرمایا کہ اس وقت کے مسلمان بنی ہاشم کی خلافت کو پسند نہیں کرتے۔

اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ان حدیثوں سے خلفاء بنی عباس مراد ہوں کیونکہ انکی تعداد بھی بارہ سے بہت زیادہ تھی۔ اور ان لوگوں نے حکم خدا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (اے رسولؐ ان مسلمانوں سے کہدو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر اس کے سوائے کوئی اجر نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرے اہلبیتؑ سے محبت اختیار کرو) اور حدیث کساء کا بہت کم خیال کیا۔ تو اب اس کے سوائے چارہ نہیں کہ اس حدیث سے مقصود وہی بارہ امام ہوں جو حضرت کے اہلبیتؑ اور عترت سے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہی حضرات اپنے زمانوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ علم۔ جلالت۔ قدر۔ ورع۔ تقویٰ۔ اعلیٰ نسب۔ افضل حسب و شرف و کرم والے تھے۔ اور ان حضرات کو ان کے علوم اور کمالات ان کے جدِ بزرگوار حضرت رسولِ خدا سے وراثۃً اور لدنیہ کے ذریعہ سے پہونچے تھے۔ اسی طرح صاحبانِ علم و تحقیق اور اربابِ کشف و توفیق نے ان حضرات کی تعریف کی ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۴۶)

بارہویں امام پیدا ہو چکے یہ بھی معلوم ہے کہ بارہویں امام پیدا ہو کر نظروں سے غائب ہو گئے اس لئے کہ اس زمانہ میں ظاہر بظاہر کوئی حجت خدا نظر نہیں آتا۔ حالانکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ حضرات اہلسنت کی مشہور کتاب میں ہے لا تخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ھو مشھور او ما خائف مغمور لئلا تبطل حجج اللہ وبیناتہ یعنی زمین کبھی خدا کی حجت قائم سے خالی نہیں ہو سکتی۔ وہ حجتِ خدا خواہ مشہور و معروف ہو کر لوگ اُس کو پہچانتے ہوں۔ خواہ خوف زدہ اور لوگوں کی نظروں سے چھپا ہو۔ غرض اُس کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے تاکہ اللہ کی حجتیں اور اُس کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں (منتخب کنز العمال مطبوعہ مصر جلد ۴ صفحہ ۴۲)۔ اب وہ کب پیدا ہوئے۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں۔ ابی القاسم محمد الحجۃ و عمرہ عند وفاۃ ابیہ خمس سنین لکن اٰتاہ اللہ فیھا الحکمۃ ویسمی القائم المنتظر یعنی حضرت ابو القاسم محمد حجۃ العصر کی عمر آپ کے پدر بزرگوار کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی مگر خدا نے اسی عمر میں آپ کو حکمت عطا فرمائی تھی۔ اور آپ کو لوگ قائم منتظر کہتے ہیں (صواعق محرقہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۴) اور علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں محمد بن الحسن العسکریؑ کانت ولادتہ یوم الجمعۃ منتصف شعبان سنۃ خمس و خمسین و مائتین۔ یعنی امام مہدی ابنِ امام حسن عسکریؑ کی ولادت روزِ جمعہ ۱۵ شعبان

۲۶۰ہجری کو ہوئی (وفیات الاعیان جلد ۲) اور علامہ ابوالفدا نے لکھا ہے و یقال له القائم والمهدی والحجة وولد المنتظر المذکور فی سنة خمس وخمسین و مأتین. یعنی حضرت کو قائم اور مہدی اور حجت کہتے ہیں۔ یہ امام منتظر ۲۵۵ہجری میں پیدا ہوئے (تاریخ ابوالفدا جلد ۲ ص) اور علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے۔ یترقب خروج المهدی ؑ وهو من اولاد الامام حسن العسکری ؑ ومولده لیلة النصف من شعبان ۲۵۵ہجری وهو باق الی ان یجتمع بعیسی بن مریم ؑ فیکون عمره الی وقتنا هذا وهو ۹۵۸ھ سبعمائة سنة وست سنین ..... لابد من خروج المهدی ؑ ..... وهو من عترة رسول الله ؐ من ولد فاطمة جده الحسین بن علیؑ ووالده حسن العسکری ابن الامام علی النقی ابن محمد التقی ابن الامام علی الرضا ابن الامام موسی الکاظم ابن الامام محمد الباقر ابن الامام زین العابدین علی ابن الامام حسین ابن الامام علی ؓ یعنی حضرت مہدیؑ کے ظہور کا برابر انتظار رہتا ہے۔ آپ شب ۱۵ شعبان ۲۵۵ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک باقی رہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہوں۔ اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت ۹۵۸ہجری میں ۷۰۳ سال کی ہوئی۔ آپ ظاہر ہو کر رہیں گے۔ آپ حضرت رسولِ خدا کی عترت اور جناب فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد امام حسن عسکری فرزند امام علی نقی فرزند امام محمد تقیؑ فرزند امام علی رضاؑ فرزند امام موسی کاظمؑ فرزند امام جعفر صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ فرزند امام زین العابدینؑ فرزند امام حسینؑ فرزند حضرت علیؑ تھے (الیواقیت والجواہر مطبوعہ مصر جلد ۲ ص)۔

واضح ہوگیا کہ خدا نے دوسرے حضرات (ائمہ اثنا عشر) کو حضرت رسولِ خدا صلعم کا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں ان باتوں کا اچھی طرح اعلان بھی کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کو نہ خدا نے خلیفہ بنایا نہ رسولؐ نے بلکہ یہ خدمت صرف حضرت عمر نے انجام دی جس سے ممدوح خلیفہ بن گئے۔ اگر حضرت رسولِ خدا صلعم کسی اشارہ کنایہ سے بھی آپ کی خلافت کے متعلق کچھ ظاہر فرمائے ہوتے تو آپ سقیفہ میں خلافت کے لئے دوسروں کا نام ہرگز نہ لیتے۔ قال ابوبکر انی قد رضیت لکم احد هذین الرجلین عمرا وابا عبیدة ..... فقام عمر فقال

ایکم تطیب نفسہ ان یخلف قد میں قد مہما النبی م ۔ فبایعہ عمر و بایعہ الناس ۔ فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیاً ۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں دو شخصوں عمر اور ابوعبیدہ کو پسند کرتا ہوں ان سے کسی ایک کو اپنا بادشاہ بنالو ۔ اس پر حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور کہا (واہ) تم لوگوں سے کسی کا نفس پسند کرے گا کہ جن دو قدموں کو حضرت رسول خدا صلعم نے آگے بڑھایا تھا اُن کو پیچھے ہٹا دے ؟ یہ کہکر فوراً حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی ۔ تو اور لوگوں نے بھی ان کی بیعت کی مگر کل انصار یا بعض انصار یہی کہتے رہے کہ ہم سب تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی شخص کی بھی بیعت نہیں کریں گے ۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۹۹) حضرت عمر نے بھی پہلے ابو عبیدہ ہی کو خلیفہ بنانا چاہا لما قبض رسول اللہ م اتی عمر ابا عبیدۃ بن الجراح فقال ابسط یدک فلا بایعک ۔ انک امین ھذہ الامۃ علی لسان رسول اللہ م فقال ابو عبیدۃ لعمر ما رأیت لک فھۃ قبلھا ۔ حضرت رسول خدا صلعم کی رحلت پر حضرت عمر جناب ابو عبیدہ کے پاس گئے اور کہا اپنا ہاتھ پھیلاؤ ۔ میں تمہاری بیعت کرلوں کیونکہ تم کو حضرت رسول خدا صلعم نے اس امت کا امین کہا تھا ۔ ابو عبیدہ نے کہا اے عمر اس سے قبل میں نے تم میں ایسی حماقت نہیں دیکھی تھی (تاریخ الخلفاء ص۴۸ و طبقات ابن سعد) ان بیانات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان حضرات کی غرض یہ تھی کہ ہم تین شخصوں سے کسی کی بیعت بھی جلد سے جلد ہو جائے ۔ تاکہ یہ اپنے ہی قبضہ میں رہے اور کہنے کو ہو جائے کہ فلاں صاحب خلیفہ ہو گئے ۔ اب کسی کو چون و چرا کرنے کا موقع نہیں ہے ۔ اور جو اس سے اختلاف کریگا اُس کی خبر فوراً تلوار یا دُرّہ سے لی جائے گی ۔

چھٹی فصل

حضرت ابوبکر کے قول سے اس کی تحقیق کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے

حضرت ابوبکر و عمر نے اپنی اتفاقی تدابیر سے خلافت پر قبضہ کرلیا ۔ مگر یہ عجیب بات تھی کہ حضرت ابوبکر تو حضرت عمر سے فرماتے تھے کہ تم خلیفہ بن جاؤ اور حضرت عمر اُن سے

فرماتے تھے کہ نہیں آپ ہی یہ زحمت قبول فرمائیں لیکن حضرت عمرؓ کا درجہ بڑھا ہوا تھا آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہوگئے۔ اور حضرت ابوبکر ہی کو آگے کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ رسولؐ خدا کے بعد حضرت علیؑ کے مقابلہ میں جو شخص بھی خلافت پر قدم رکھیگا وہ مخالفتوں اور بغاوتوں کا شکار ہو جائیگا۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے حضرت ابوبکر ہی پیش کئے جائیں۔ اور جب میدان ہموار اور کارِ خلافت آسان ہو جائے گا تو ہم خود اس بار کو اُٹھا لیں گے۔ علاوہ بریں حضرت ابوبکر بہت بوڑھے ہو چکے ہیں خلافت کے ابتدائی جھگڑوں کو ختم کرتے کرتے ان کی مدتِ حیات پوری ہی ہو جائے گی۔ اِس وقت اِن کی بیعت کر لینے سے ابتدائی مصائب سے ہم محفوظ بھی ہو جاتے ہیں اور انپر احسانِ عظیم بھی ہوا جاتا ہے جس کے عوض یہ دنیا سے چلتے وقت خلافت کو ہمارے ہی حوالہ کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اُسی وقت یہ بات فرما دی۔ انّ علیا کرم اللّٰہ وجہہ اتی بہ ابوبکر وھو یقول انا عبد اللّٰہ واخو رسولہ۔ فقیل لہ بایع ابابکر۔ فقال انا احق بھذا الامر منکم۔ لا ابایعکم وانتم اولیٰ بالبیعۃ لی۔ اخذتم ھذا الامر من الانصار واحتججتم علیھم بالقرابۃ من النبی صلعم وتاخذونہ منا اھل البیت غصبا۔ الستم زعمتم للانصار انکم اولیٰ بھذا الامر منھم لما کان محمد صلعم منکم فاعطوکم المقادۃ وسلموا الیکم الامارۃ۔ فاذا احتج علیکم بمثل ما احتججتم علی الانصار نحن اولیٰ برسول اللّٰہ صلعم حیا ومیتا فانصفونا ان کنتم تؤمنون۔ والّا فبوٴوا بالظلم وانتم تعلمون۔ فقال لہ عمر انّک لست متروکا حتّی تبایع۔ فقال لہ علیؑ احلب حلبا لک شطرہ واشدد لہ الیوم یردّہ علیک غدا۔ ثمّ قال واللّٰہ یا عمر لا اقبل قولک ولا ابایعہ۔ فقال لہ ابوبکر فان لم تبایع فلا اکرھک۔ جب حضرت ابوبکر کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان کے پاس لائے تو آپ فرماتے تھے "میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسولؐ کا بھائی ہوں"۔ حضرت سے کہا گیا ابوبکر کی بیعت کر لیجئے۔ فرمایا تم سب سے زیادہ مستحق خلافت میں ہوں لہٰذا میں بیعت نہیں کر سکتا بلکہ تم لوگوں ہی کو میری بیعت کرنی چاہئیے۔ تم نے خلافت کو انصار سے نکالتے وقت یہ استدلال کیا کہ تم حضرت رسول خدا صلعم کے قرابت مند ہو۔ مگر تم سب اس خلافت کو ہم اہلبیت (رسول) سے غصب کر کے اپنے

قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو۔ کیا تم نے انصار کے مقابلہ میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ "چونکہ ہم لوگ حضرت محمد صلعم کے قریبی رشتہ دار ہیں اس وجہ سے خلافت کے بھی زیادہ مستحق ہیں"، تمھاری اِس دلیل پر انصار نے خلافت تمھیں چھوڑ دی اور حکومت تمھارے حوالہ کر دی۔ اب میں بھی تمھارے مقابلہ میں وہی دلیل پیش کرتا ہوں جو تم نے انصار کے مقابلہ میں پیش کی تھی اور کہتا ہوں کہ حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی میں اور حضرت کے انتقال پر بھی ہم (اہلبیت) حضرت صلعم کے زیادہ قریبی رشتہ دار (بلکہ حضرت کے جزو) ہیں۔ اب اگر ایمان رکھتے ہو تو ہمارے حق میں انصاف کرو ورنہ جان بوجھ کر ظالم بنے رہو۔ حضرت علیؑ کی اِس تقریر پر حضرت عمر بولے جب تک تم بیعت نہیں کرو گے چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اس پر حضرت علیؑ نے کہا ہاں ہاں اس (خلافت) کا دودھ خوب دوہ لو جس سے تمھیں بھی حصہ ملے اور آج اس خلافت کو ابوبکر کے لئے خوب مضبوط کر دو تاکہ کل ہی (مرکر) یہ تمھارے حوالہ کر دیں۔ پھر فرمایا اے عمر خدا کی قسم میں تمھارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں[1]۔ حضرت ابوبکر نے کہا اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو میں مجبور نہیں کروں گا۔ (کتاب الامامہ والسیاستہ مطبوعہ مصر ص۱۹)۔

کس درجہ حیرت خیز ہے، کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے اس استدلال کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اپنی خلافت کے حق ہونے کی کوئی وجہ پاتے تو ضرور بیان

[1] مسلمانوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ حضرت علیؑ نے اس کے کچھ دنوں بعد حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی۔ مگر حضرت علیؑ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے کبھی بیعت نہیں کی اس لئے کہ آپ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ "میں تمھارا قول نہیں مان سکتا اور نہ ان کی بیعت کر سکتا ہوں"۔ تب یہ قسم کھانے کے بعد حضرت اس کے خلاف کیونکر کرتے۔ ہاں اگر قسم کھانے کا کفارہ ادا کر لیتے تب بیعت کر سکتے تھے مگر اسلام کی کسی کتاب حدیث یا تاریخ یا سیرۃ وغیرہ میں کمزور سے کمزور تر روایت یا قول بھی اس مضمون کا نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے قسم کا کفارہ ادا کیا اور بیعت کی ۱۲۔

کر دیتے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کس غرض سے خلیفہ ہوئے۔ بس وہ ایسی ہو گی جس کو زبان پر نہیں لا سکتے تھے۔ لیکن آپ نے انتقال کے وقت جو کلام فرمایا اس میں اس کی طرف اشارہ موجود تھا۔ جب آپ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا واللہ انّی لشدید الوجع و لما لقیٰ منکم یا معشر المهاجرین اشدّ علی من وجعی۔ انّی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفه ارادة ان یکون هذا الامر له وذالك لما رأیتم الدنیا قد اقبلت۔ خدا کی قسم مجھے سخت درد ہے اور اے گروہ مہاجرین تم سے جو باتیں مجھ کو پہونچتی ہیں وہ میرے مرض سے زیادہ میرے لئے اذیت رساں ہیں۔ اگرچہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں مگر میں تمھارا حاکم بن گیا تو تم لوگوں کی ناکیں غیظ و غضب سے پھول گئیں۔ کیونکہ ہر شخص کی خواہش تھی کہ خود ہی خلیفہ بن جائے۔ اور یہ سب اس وجہ سے کہ تم لوگوں نے (رسولِ خدا صلعم کے آخری زمانہ میں) دیکھ لیا تھا کہ دنیا نے (مسلمانوں کی طرف) رُخ کر دیا ہے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۰) [1] اس سے ثابت

---

[1] حجۃ الاسلام امام غزالی نے اس غرض کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں اجمع الجماهیر علیٰ متن الحدیث عن خطبته یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وهو یقول من کنت مولاه فعلیٌّ مولاه فقال عمر بخ بخ لك یا ابا الحسن لقد اصبحت مولای و مولا کل مؤمن و مؤمنة هذا تسلیم ورضا وتحکیم۔ ثم بعد هذا غلب الهوی لحبّ الریاسة وحمل عمود الخلافة وعقود البنود وخفقان الهوی فی قعقعة الرایات واشتباك ازدحام الخیول وفتح الامصار سقاهم کأس الهوی فعادوا الی الخلاف الاول۔ فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنًا قلیلًا۔ فبئس ما یشترون ولما مات رسول اللہ ﷺ قال قبل وفاته ایتونی بدوات وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لها بعدی۔ قال عمر دعوا الرجل فانه لیهجر وقیل یهذو۔ فاذا بطل تعلقکم بتاویل النصوص فعدتم الی الاجماع وهذا منقوض ایضًا فانّ العباس واولاده وعلیا وزوجته واولاده لم یحضروا حلقة البیعة

ہوا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم کے زمانہ میں دنیا نے مسلمانوں کی طرف رخ کر دیا تھا
اس وجہ سے ہر شخص کی آرزو رہتی تھی کہ حضرت کا خلیفہ وہی ہو مگر حضرت ابوبکر و

وخالفکم اصحاب السقیفۃ۔ یعنی جمہور علما و محققینِ اسلام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنے خطبۂ یوم غدیر خم میں حدیثِ غدیر کو ضرور ارشاد فرمایا اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ (جس کا میں مولا ہوں اُس کے علیؑ بھی مولا ہیں) اس پر حضرت عمر نے فوراً کہا کہ اے ابوالحسنؑ آپ کو مبارک ہو۔ مبارک ہو آج آپ میرے اور ہر ایمان والے مرد اور ہر ایمان والی عورت کے مولا ہو گئے۔ (امام غزالی فرماتے ہیں) حضرت عمر کا یہ کہنا درحقیقت حضرت علیؑ کی خلافت و حکومت کو مان لینا اور اس پر راضی ہو جانا تھا۔ مگر اس کے بعد بادشاہت پر قبضہ کرنے خلافت کے نشان اوٹھانے۔ جھنڈوں کے پھر پھرے ہلانے۔ علموں کی کھڑکھڑاہٹ میں ہوا کے جھونکے مارنے۔ فوج میں گھوڑوں کے اژدہام اور ریلا کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی آرزو و تمنا کی وجہ سے ان لوگوں پر خواہش نفسانی غالب آگئی جس نے ان کو نفس پرستی کے جام سے سیراب کر دیا۔ اس کی وجہ سے یہ لوگ خلاف اول کی طرف (یعنی اپنی اس حالت کی جانب جو اسلام کے قبل تھی) پلٹ گئے۔ غرض اس دینِ اسلام کو ان لوگوں نے پس پشت پھینک دیا۔ اور اس قابلِ قدر مذہب کو بیچ کر اس کی بہت ہی کم قیمت لے لی۔ افسوس کیا ہی بری چیز (دنیا) ان لوگوں نے خرید کی۔ اور جب حضرت رسولِ خدا صلعم انتقال کرنے لگے تو اس سے پہلے ارشاد فرمایا تم لوگ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے خلافت کی مشکل حل کر دوں اور تم لوگوں کو یاد دلا دوں کہ میرے بعد خلافت کا مستحق کون ہے۔ مگر اس پر حضرت عمر بولے کہ اس شخص کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے۔ یا بہکی باتیں کر رہا ہے۔ پس (اے برادران) حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق تم قرآن یا حدیث کی جو جو تاویلیں کرکے اس کو ان کی خلافت پر بطور نص پیش کر سکتے تھے جب وہ سب باطل ہو گئیں اور اس سے تمہارا کوئی تعلق باقی نہیں رہ سکا تو تم لوگوں نے اجماع کی آڑ میں پناہ لی۔ (کہ کہتے ہو حضرتِ اول کی خلافت پر مسلمانوں نے اجماع کیا) حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت عباس اور ان کی کل اولاد

عمر کامیاب ہوگئے تو دوسرے لوگ ہمیشہ اس پر دانت پیستے رہے اور انکا غیظ وغضب برابر قائم رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر کو آخر وقت میں ظاہر کردینا پڑا۔ اور یہ ایسا واضح امر تھا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے سکوت سے ان کی تصدیق کردی کہ بیشک دنیا متوجہ ہوگئی تھی جس کے حاصل کرنے میں آپ کامیاب ہوگئے اور ہم سب محروم رہے۔ اس وجہ سے ہم لوگ آپ پر غضبناک ہیں۔

ساتویں فصل

آپ کی خلافت سے مسلمانوں پر کیا اثر ہوا؟

حضرت ابوبکر کی خلافت پر دنیائے اسلام کے مختلف اطراف میں بغاوتیں پھیل گئیں۔ بکثرت مسلمانوں نے آپ کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اسلام میں شدید خونریزی ہوئی۔ فتنہ وفساد برپا ہوئے اور جن لوگوں نے مجبوراً آپ کو خلیفہ مانا وہ بھی دل سے آپ کے دشمن ہی رہے۔ چنانچہ مرتے وقت آپ نے خود صحابہ سے اس کی شکایت کی اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ حضرت ممدوح

نیز حضرت علیؑ انکی بیوی اور انکی اولاد سے کوئی بھی ممدوح کے حلقۂ بیعت میں حاضر نہیں ہوا اور سقیفہ کے اصحاب نے بھی تمہاری مخالفت ہی کی۔ پھر اجماع کا نام کس قاعدہ سے لے سکتے ہو۔ (کتاب سر العالمین مطبوعہ بمبئی ص۹) امام غزالی صاحب نے جو تفصیل بیان کی اس کو حضرت رسول خدا صلعم نے ایک ہی جملہ میں کمال فصاحت ومعرفت سے پہلے ہی بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔ حضرت علیؑ سے آخر وقت میں وصیت کی "چون بہ بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی" اے علیؑ جب دیکھنا کہ یہ لوگ دنیا اختیار کرتے ہیں تو چاہئے کہ تم آخرت ہی کو اختیار کئے رہو۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص۱۱۵) اس سے زیادہ حضرت کے اقوال کنز العمال مشکوٰۃ صحیح بخاری شرح البخاری وغیرہ میں بھرے ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

لوگوں کی مخالفت۔ نفرت۔ اور غیظ و غضب سے اس درجہ پریشان ہوتے کہ بعض وقت خود کہدیتے تھے میں خلیفۂ رسولؐ نہیں ہوں۔ علامۂ گجراتی نے لکھا ہے وفی ح الصدیق قال لہ اعرابی انت خلیفۃ النبیؐ فقال لا۔ انا الخالفۃ بعدہ الخلیفۃ یقوم مقام الذاھب ویسد مسدہ والخالف من لاغناء عندہ ولاخیر وقیل کثیر الخلاف۔ حضرت ابوبکر صدیق سے ایک اعرابی نے پوچھا کیا آپ خلیفۂ رسولؐ ہیں؟ کہا نہیں میں حضرت کے بعد خالفہ ہوں۔ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہے جو کسی جانے والے کی جگہہ رہتا اور اُس کی خدمات انجام دیتا ہے اور خالفہ وہ ہے جس میں کوئی خوشحالی اور خوبی نہ ہو۔ اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خالفہ وہ ہے جو کثرت سے خلاف کرتا رہے (مجمع بحار الانوار جلد ۱ صنہ ۳۷) اور جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "قال لہ اعرابی انت خلیفۃ رسول اللہؐ فقال لا۔ قال فما انت۔ قال انا الخالفۃ بعدہ۔ ایک گنوار شخص ابوبکر صدیق کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا تم رسولؐ خدا کے خلیفہ ہو (خلیفہ کہتے ہیں قائم مقام اور جانشین کو اُس کی جمع خلفاء اور خلائف ہے) انھوں نے کہا نہیں۔ تب اُس نے پوچھا پھر کون ہو؟ کہنے لگے میں آنحضرت کے بعد پیچھے رہجانے والا ہوں۔ (میری قسمت ایسی نہ تھی کہ آپ کے ساتھ جاتا پیچھے رہ گیا ہوں) خالفہ اُس شخص کو کہتے ہیں جس میں کوئی بھلائی اور تونگری نہ ہو" (انوار اللغۃ پ صنہ ۹۹)

آٹھویں فصل

لوگوں سے زبردستی بیعت

حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا کہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں۔ اور خدا کا سیدھا راستہ بتائیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا لا اکراہ فی الدین (پارہ ۳ رکوع ۲) فرمایا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اے رسول تم

ان لوگوں پر داروغہ یا چودھری نہیں مقرر کئے گئے ہو (پارہ ۲۷ رکوع ۱۳)
اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔
اے رسولؐ تم ان لوگوں کو اپنے پروردگار کے مذہب کی طرف حکمت اور اچھی پند و نصیحت سے بلاؤ۔ اور اُن سے بحث و مباحثہ بھی کرو۔ مگر نہایت نرمی اور خوبصورتی سے (پ ۱۴ ع ۲۲)۔ ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ بس تمہارا کام صرف حکم خدا پہونچا دینا ہے۔ وان تولوا فانما علیک البلاغ۔ اے رسولؐ اگر یہ لوگ تمہاری باتوں سے مُنہ موڑ لیں تو تم پر صرف حکم خدا پہونچا دینا ہے اور بس۔ (پ ۳ رکوع ۱۰) یعنی جو مانے اُس کے لئے بہتر ہے۔ جو نہ مانے اُس کو چھوڑ دو اُس کو پکڑو نہیں۔ اُسکو سزا نہ دو۔ اُس پر کوئی زبردستی نہ کرو۔ اُسکو مجبور نہ کرو پس جب خود حضرت رسولِ خدا صلعم ہی کو اسکی اجازت نہ تھی کہ لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیں اور اُن کو مجبور کریں کہ آپ کی بیعت کریں تو کسی خلیفہ رسولؐ کیلئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ اپنی خلافت منوانے کے لئے لوگوں کو گرفتار کرے اور ہر قسم کا ظلم کر کے اُس سے اپنی بیعت کرائے۔ مگر افسوس اور ہزار افسوس ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت زبردستی۔ جبر و اکراہ۔ دھینگا مشتی۔ اور لڑائی جھگڑے کا مجسم مجموعہ تھی۔ خود حضرت عمر بیان کرتے ہیں ارتفعت الاصوات واللغط فلما خشیت الاختلاف قلت لابی بکر ابسط یدک ابایعک۔ فبسط یدہ فبایعتہ وبایعہ الناس ثم نزونا علیٰ سعد بن عبادہ۔ فقال قائلھم قتلتم سعدا۔ فقلت قتل اللّٰہ سعدا۔ سقیفہ میں بیعت کا جھگڑا شروع ہوا تو آوازیں بلند ہو گئیں اور شور و غل ہونے لگا۔ مجھے اختلاف کا خوف ہوا۔ یہ خیال کر کے میں نے ابوبکر سے کہا ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کر لوں۔ اُنھوں نے ہاتھ بڑھا دیا میں نے جھٹ اُس پر بیعت کر لی۔ پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔ پھر ہم لوگ اپنے مخالف فریق سعد بن عبادہ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ دیکھ کر اُن کے کسی طرفدار نے کہا ہائے تم لوگوں نے سعد کو قتل کر دیا۔ میں (حضرت عمر) نے کہا۔ اللہ سعد کو قتل کر دے (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۱۲) بیچارے سعد بن عبادہ اس وقت نہایت کمزور اور بہت بیمار تھے اس

سبب سے ان لوگوں کو یہ موقع مل گیا کہ جو کچھ ہو سکا بیچارے کی سزا کی صرف اس غصہ میں کہ کیوں انصار ان کی بیعت کرنی چاہتے ہیں ۔ علامہ طبری وغیرہ نے لکھا ہے فاقبل الناس من کل جانب یبایعون ابابکر و کادوا یطئون سعد بن عبادۃ فقال ناس من اصحاب سعد اتقوا سعدا لا تطئوہ ۔ فقال عمر اقتلوہ قتلہ اللہ ثم قام علیٰ راسہ فقال لقد هممت ان اطأك حتی تندر عضوك ۔ فاخذ سعد بلحیۃ عمر فقال واللہ لو حصصت منہ شعرۃ ما رجعت و فی فیك واضحۃ ۔ فقال ابوبکر مهلا یا عمر الرفق ههنا ابلغ ۔ فاعرض عنہ عمر وقال سعد اما واللہ لو ان لی قوۃ ما اقوی علی النهوض لسمعت منی فی اقطارها و سککها زئیرا یجحرك واصحابك ۔ اما واللہ اذا لالحقنك بقوم کنت فیهم تابعا غیر متبوع احملونی من هذا المکان فحملوہ فادخلوہ فی دارہ ۔ ہر طرف سے لوگ حضرت ابوبکر کی بیعت کرنے لگے ۔ اور قریب تھا کہ سعد بن عبادہ کو روند ڈالیں جس پر سعد کے ساتھیوں سے کچھ لوگوں نے کہا سعد کو چھوڑ دو ۔ ان کو نہ روندو ۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے کہا تم سب لوگ سعد کو قتل کر ڈالو ۔ خدا بھی اس کو قتل کر دے ۔ پھر ان کے سر پر چڑھ کر کہنے لگے ۔ میں نے ٹھان لیا ہے کہ تم کو اس طرح کچل ڈالوں کہ تمہارا ایک ایک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے ۔ اس پر سعد نے حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا خدا کی قسم اگر تم نے میرا ایک بال بھی اکھاڑا تو میں تمہارے کل دانت توڑ ڈالوں گا ۔ اور تم اپنے گھر اس طرح واپس جاؤ گے کہ تمہارے منہ میں کوئی بھی دانت نہیں ہوگا ۔ تب حضرت ابوبکر نے کہا اے عمر اپنے کو روکو ۔ یہ موقع نرمی کا ہے ۔ اسی سے کام نکلے گا ۔ اس پر حضرت عمر سعد کے اوپر سے اترے تو سعد نے کہا خدا کی قسم اگر میں بیمار نہ ہوتا اور مجھ میں اتنی قوت بھی ہوتی کہ خود سے اوٹھ سکتا تو تم مدینہ کی سڑکوں اور گلیوں میں میری وہ ہیبتناک

لہ انصار نے جب دیکھا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو خیال کیا کہ پھر انصار ہی میں سے کوئی شخص کیوں نہ خلیفہ مقرر کیا جائے ۱۲ ۔

آواز سنتے جس پر تم بھی اور تمہارے سب ساتھی بھی خوف سے زمین کے سوراخوں میں گھس جاتے۔ خدا کی قسم اگر میری صحت درست رہتی تو میں تم کو اُن لوگوں میں ملا دیتا جن کے تم رعیت بن کر رہتے۔ اور سردار نہیں بننے پاتے۔ مگر میرے مرض نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا) مجھے اِس جگہ سے اُٹھالیچلو۔ لوگ اُن کو اٹھالے گئے۔ اور ان کے گھر پہونچا دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱)۔ غرض جن لوگوں نے حضرت ممدوح کی بیعت نہیں کی اُن سب کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اُس کی تفصیل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو آگ میں پھونک دینے تک کا ارادہ کیا گیا۔

نویں فصل

کن لوگوں نے حضرت ابوبکر کو خوشی سے خلیفہ مانا

سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ اور چند دوسرے آپ کے ہم خیال اصحاب کے کوئی شخص بھی اسلامی تاریخ میں نہیں معلوم ہوتا جس نے خوشی سے حضرت ممدوح کو خلیفہ مانا اور آپ کی بیعت کی ہو۔ انصار کی مخالفت کا حال بیان ہو چکا۔ مہاجرین کی حالت مذکور ہو چکی کہ خود حضرت ابوبکر کے قول کے مطابق غیظ و غضب سے سب کی ناکیں پھول گئیں۔ یہاں تک کہ ابو سفیان بھی جو حضرت رسول خدا صلعم اور جناب امیر المومنینؑ کا مشہور اور خاندانی دشمن تھا یہ خبر سنتے ہی بگڑ گیا۔ مورخین نے بتصریح لکھا ہے۔ لما اجتمع الناس علے بیعۃ ابی بکر اقبل ابو سفیان وھو یقول واللہ انی لاری عجاجۃ لا یطفئھا الا دم۔ یا آل عبد مناف فیما ابوبکر من امورکم۔ این المستضعفان۔ این الاذلان علیؑ والعباس وقال ابا حسن ابسط یدک حتی ابایعک فابی علیؑ علیہ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو ابو سفیان یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ خدا کی قسم میں (فتنہ و فساد کا) وہ غبار دیکھ رہا ہوں

جس کو خونریزی کے سوا کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی۔ اے عبد مناف تمہارے امور میں ابوبکر کو کیا دخل؟ جو دونوں شخص کمزور سمجھ لئے گئے کہاں ہیں یعنی جو دونوں علیؑ و عباس مغلوب کر لئے گئے وہ کہاں ہیں۔ اس کے بعد کہا اے ابوالحسن تم اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تمہاری بیعت کر لوں۔ مگر حضرت علیؑ نے اس سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۰۳) قال ابوسفیان لعلی ما بال ھذا الامر فی اقل حی من قریش واللہ لئن شئت لاملأنّھا علیہ خیلا ورجالا۔ ابوسفیان نے حضرت علیؑ سے کہا اس خلافت کی کیا گت بن گئی کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلہ میں پہونچی۔ اے علیؑ اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس مدینہ کو تمہاری حمایت میں سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ (طبری صفحہ ۲۰۲) اور علامہ سیوطی وغیرہ نے لکھا ہے اخرج ابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال لما بویع ابوبکر رای من الناس بعض الانقباض فقال ایھا الناس ما یمنعکم الست احقکم بھذا الامر الست اول من اسلم الست الست فذکر خصالا۔ ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے لوگوں میں اس کی وجہ سے کچھ ناپسندیدگی اور مخالفت دیکھی۔ تب آن سے کہا کس سبب سے تم لوگ مجھے خلیفہ نہیں مانتے۔ کیا میں سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوا؟ کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ کیا میں ویسا نہیں ہوں؟ اسی طرح اپنے منہ سے اپنی بہت سی خوبیاں بیان کیں۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۸)

دسویں فصل

کن لوگوں کو جبر سے آپ کی خلافت ماننی پڑی

سابق فصل کے بعد اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تقریباً سب کو جبر ہی سے آپ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔ اور وہ جبر۔ کراہت۔ نفرت۔ غصہ

آپ کے آخر وقت تک قائم رہا جس کو خود ممدوح نے انتقال کے وقت فرمایا
کہ اس خلافت کی وجہ سے تم لوگوں کی ناکیں مارے غیظ وغضب کے پھول
گئیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر انصار اور شرفاء مہاجرین پر تھا۔ مورخین نے
لکھا ہے۔ خلا جماعۃ من بنی ہاشم والزبیر وعتبۃ بن ابی لہب وخالد بن سعید
بن العاص والمقداد بن عمرو وسلمان الفارسی وابی ذر وعمار بن یاسر والبراء بن
عازب وابی بن کعب ومالوا مع علی ابن ابیطالبؑ وقال فی ذالک عتبۃ بن ابی لہب

ماکنت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن

عن اول الناس ایمانا وسابقۃ واعلم الناس بالقرآن والسنن

وآخر الناس عہد ابالنبیؐ ومن جبریلؑ عون لہ فی الغسل والکفن

من فیہ مافیہم لا یمترون بہ ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن

ذکذ الک تخلف عن بیعۃ ابی بکر ابو سفیان من بنی امیۃ بنی ہاشم کی ایک جماعت
نیز زبیر۔ مقداد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابوذر۔ عمار بن یاسر اور براء بن
عازب وغیرہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا اور حضرت علی بن
ابی طالبؑ کی بیعت کے خواہاں ہوئے اور اس کے متعلق عتبہ ابن ابی لہب
نے کچھ اشعار بھی پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات میرے وہم وگمان میں
بھی نہیں تھی کہ رسولؐ خدا کی خلافت خاندان بنی ہاشم سے نکال لی جائیگی۔
اور خاصکر حضرت ابوالحسن (علیؑ) سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اس
فضل میں سب سے سبقت حاصل کی۔ اور جو قرآن مجید اور احادیث رسول کے
سب سے زیادہ عالم ہیں۔ جو حضرت رسول خدا کی خدمت میں سب کے آخر تک
رہے۔ اور جن کی مدد (رسولؐ خدا کے) غسل دینے اور کفن پہنانے میں جبرائیلؑ
(ایسے مقرب فرشتہ) نے کی۔ وہ حضرت علیؑ کہ دوسروں میں جس قدر
فضائل ہیں وہ سب حضرت میں بھی ہیں لیکن حضرت میں جو شرف وبزرگی و
افضلیت ہے وہ تمام مسلمانوں سے کسی میں بھی نہیں ہے۔
مذکورۂ بالا لوگوں کی طرح ابو سفیان نے بھی جو خاندان بنی امیہ سے تھا حضرت

ابوبکر کی خلافت سے انکار کردیا (تاریخ ابوالفدا جلد ا صفحہ ۱) وبایعہ النّاس فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیّا۔ قال وتخلف علیؑ وبنو ھاشم والزبیر وطلحۃ عن البیعۃ وقال الزبیر لا اغمد سیفا حتی یبایع علیؑ۔ فقال عمر خذوا سیفہ واضربوا بہ الحجر۔ ثم اتاھم عمر فاخذھم للبیعۃ۔ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تو سب انصار یا بعض انصار نے کہا کہ ہم تو حضرت علیؑ کے سوائے کسی کی بھی بیعت نہیں کرسکتے۔ اور حضرت علیؑ و خاندان بنی ہاشم و زبیر و طلحہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور زبیر نے تو یہاں تک کہا کہ جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائیگی میں اپنی تلوار نیام میں نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عمر نے لوگوں سے کہا کہ زبیر کی تلوار چھینکر پتھر پر پٹک دو۔ پھر حضرت عمر ان لوگوں کے پاس گئے اور اون کو بیعت کے لئے گرفتار کرلیا (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)۔ ان لوگوں کی ان کارروائیوں سے حضرت علیؑ کو اس درجہ صدمہ ہوا کہ فقال علی کرم اللہ وجہہ۔ اللہ اللہ یا معشر المھاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ وقعر بیتہ الیٰ دورکم وقعور بیوتکم۔ وتدفعون اھلہ عن مقامہ فی الناس وحقہ فو اللہ یا معشر المھاجرین لنحن احق الناس بہ لانا اھل البیت ونحن احق بھذا الامر منکم۔ ما کان فینا القاری لکتاب اللہ۔ الفقیہ فی دین اللہ۔ العالم بسنن رسول اللہ ص المتطلع لامر الرعیۃ المدافع عنھم الامور السیئۃ۔ القاسم بینھم بالسویۃ۔ واللہ انہ لفینا۔ فلا تتبعوا الھویٰ فتضلوا عن سبیل اللہ فتزدادوا من الحق بعدا۔ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے گروہ مہاجرین اللہ سے ڈرو۔ خدا (کے عذاب) سے بچو۔ عرب میں حضرت رسول خدا کو جو اقتدار اور تسلط حاصل ہے اُس کو حضرت کے گھر اور حضرت کے خاص مکان سے نکال کر اپنے گھروں اور اپنے خاص مکانوں کی طرف نہ لیجاؤ۔ اور حضرت کے اہلبیتؑ کو مسلمانوں میں جو درجہ حاصل ہے اُس سے اور اُن کے حق سے ان کو جو ہٹاتے ہو (ایسا نہ کرو) کیونکہ اے گروہ مہاجرین خدا کی قسم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس خلافت کے حقدار ہیں اس لئے کہ ہم ہی اہلبیت رسولؐ ہیں اور جب تک ہم لوگوں میں کتاب خدا کا پڑھنے والا۔ دین خدا کا سمجھنے والا۔ رسولؐ خدا کی سنتوں کا جاننے والا۔ امور رعایا کی خبر رکھنے والا اور اُن کے لئے آگے بڑھنے والا

ان کی مشکلات پریشانیوں اور برائیوں کا دفع کرنے والا اور ان کے درمیان برابری سے تقسیم کرنے والا رہیگا اُس وقت تک تم سب سے زیادہ ہم لوگ ہی اس (خلافت) کے مستحق رہیں گے۔ اور خدا کی قسم ان صفات کا شخص یقیناً ہم (اہلبیت) میں موجود ہے۔ پس تم لوگ اپنے ہوا و ہوس نفسانی کی پیروی نہ کرو جس کے سبب خدا کی راہ سے گمراہ ہو کر حق سے اور زیادہ دور ہوتے چلے جاؤ گے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ) اور روضۃ الاحباب میں ہے۔ بعد ازاں انصار مبایعت نمودند الا طائفہ قلیلہ کہ بعضے گفتند کہ ما مبایعت با ہیچ کس نہ کنیم الا بعلی بن ابی طالب وگویا شیخ فرید الدین عطار از زبان آن جمع گفتہ ؎

زمشرق تا بمغرب گر امام است علیؑ و آل و اولاد ش تمام است

اس کے بعد انصار نے بیعت کی مگر ایک چھوٹی جماعت نے نہیں کی وہ یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی بھی بیعت نہیں کریں گے۔ اور گویا شیخ فرید الدین عطار نے اسی جماعت کی زبان سے ترجمہ کر کے کہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو وہ حضرت علیؑ اور آپ کی آل و اولاد ہی ہیں (روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۲)

گیارہویں فصل

تارکین بیعت سے آپ نے کیا سلوک کیا

حضرت رسولِ خدا نے ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے حضرت کی بیعت نہیں کی یا آپ کو پیغمبر نہیں مانا کبھی کوئی سختی نہیں کی۔ پوچھا بھی نہیں کہ تم کو کیا سزا دی جائے پس جو کچھ کیا اتمام و تبلیغ و پند و نصیحت۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آنحضرت پر قسم کا ظلم روا رکھا۔ مگر جب حضرت فاتحانہ شان سے سنہ ہجری میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں تو انھیں ستمگاروں سے نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا۔ جب حضرت شہر مکہ کے قریب پہونچے تو اپنی گردن نیچے کی طرف جھکا کر خدا کا شکر ادا کرتے گئے

اور جب خانہ کعبہ کے پاس پہونچے تو قریش سے (جو حضرت کے خون کے پیاسے تھے اور جن سب نے ملکر حضرت کو ایک ہی رات میں قتل کردینے کا سامان کیا تھا اور جن کے مظالم سے حضرت کو مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا تھا) فرمایا بتاؤ اب تمہارے ساتھ میں کیا برتاؤ کروں؟ اُن لوگوں نے کہا آپ کریم بن کریم ہیں۔ حضرت نے فوراً سب سے فرمایا جاؤ میں نے تمھیں معاف کیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۹۴ وغیرہ) اس کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر وعمر کا برتاؤ اُن لوگوں کے ساتھ جنھوں نے آپ کی خلافت نہیں مانی کس قلم سے لکھا جائے اگر تلوار کا قلم اور خون کی روشنائی ہو تو شاید رقم ہو سکے۔ سعد بن عبادہ کا کچھ حال اوپر لکھا گیا۔ جب ان کی بیماری اور ضعف کی وجہ سے لوگ ان کو اٹھا لے گئے تب بھی اِن حضرات کو بیچارے پر رحم نہیں آیا۔ نہ ان کی علالت اور ضعف کی پروا کی۔ بلکہ بعث الیہ ابوبکر ان اقبل فبایع فقد بایع الناس وبایع قومک فقال اما واللّٰہ حتّٰی ارمیکم بکل سہم فی کنانتی من نبل واخضب منکم سنانی ورمحی واضربکم بسیفی ما ملکتہ یدی واقاتلکم بمن معی من اھلی وعشیرتی ولا واللّٰہ لو ان الجن اجتمعت لکم مع الانس ما بایعتکم فلما اتی بہ اللّٰہ ابی بکر من قولہ قال عمر لا تدعہ حتّٰی یبایعک .... فکان سعد لا یصلی بصلاتہم ولا یجمع بجمعتہم ولا یفیض بافاضتہم ولو یجد علیہم اعوانا لصال بہم ولو یبایعہ احد علٰی قتالہم لقاتلہم۔ فلم یزل کذالک حتی توفی ابوبکر رحمہ اللہ وولی عمر بن الخطاب فخرج الی الشام فمات بہا ولم یبایع لاحد رحمہ اللہ۔ حضرت ابوبکر نے سعد کے ہاں کہلایا کہ آکر بیعت کرلو کیونکہ اور لوگوں نے نیز تمھاری قوم نے بیعت کرلی ہے۔ سعد نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں جب تک میں اپنے ترکش کے سب تیر تم لوگوں پر نہیں چلا لوں گا اور اپنے نیزہ برچھول اور بھالوں کو تمھارے خون میں رنگین نہیں کرلوں گا اور جس وقت تک میرے ہاتھ میں تلوار رہیگی اُس وقت تک تم کو اس سے ذبح نہیں کرلوں گا اور اپنے اہل وعیال و اعزہ واقربہ کے ساتھ تم سے جہاد نہیں کرلوں گا۔ اور خدا کی قسم اگر سب جن وانس بھی تمھاری طرف ہو جائیں تب بھی میں تمھاری بیعت نہیں کروں گا غرض آپ ان لوگوں کی نماز جماعت میں جاتے نہ ان کی نماز جمعہ میں شریک ہوتے۔ نہ اُن کے ساتھ حج کو جاتے بلکہ اگر کچھ اعوان وانصار ان کو مل جاتے تو وہ ان کے ساتھ ان لوگوں پر ضرور حملہ کردیتے

اور اگر ایک شخص بھی ان لوگوں سے لڑنے پر ان کی بیعت کر لیتا تو وہ ضرور ان سے جہاد شروع کر دیتے۔ حضرت ابوبکر کے مرتے وقت تک وہ اسی طرح رہے۔ پھر حضرت عمر کے خلیفہ ہونے پر شام چلے گئے۔ وہیں مرے مگر ان میں سے کسی کی بیعت نہیں کی (کتاب الامامۃ والسیاسہ ص۱۶ و تاریخ طبری جلد ۳ ص۲۱۰) اور حباب بن منذر کے بارے میں ہے۔ فقام الحباب بن منذر الی سیفہ فاخذہ فبادروا الیہ فاخذوا سیفہ منہ فجعل یضرب بثوبہ وجوھھم حتی فرغوا من البیعۃ۔ پھر حباب بن منذر اپنی تلوار کی طرف بڑھے اور اس کو ہاتھ میں لے لیا تو لوگ ان پر جھک پڑے اور ان کی تلوار ان سے چھین لی۔ تب انھوں نے اپنے کپڑے سے ان لوگوں کے چہروں پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ لوگ بیعت سے فارغ ہو گئے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۱۵) صنا دید قریش جناب زبیر وغیرہ کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا وہ بھی قابل ماتم ہے فذھب الیھم عمر فی عصابۃ فقالوا انطلقوا فبایعوا ابابکر فابوا فخرج الزبیر بن العوام رض بالسیف فقال عمر رض علیکم بالرجل فخذوہ فوثب علیہ سلمۃ بن اشیم فاخذ السیف من یدہ فضرب بہ الجدار وانطلقوا بہ۔ ان لوگوں کی طرف حضرت عمر ایک جتھا لئے ہوئے پہونچے اور کہا بس چل کر ابوبکر کی بیعت کر لو۔ مگر ان سب نے انکار کیا بلکہ زبیر بن العوام تلوار لئے ہوئے نکل پڑے تو حضرت عمر نے (اپنے سپاہیوں سے) کہا کہ اس شخص کو سب گرفتار کر لو۔ اس پر سلمہ ابن اشیم جناب زبیر پر اُچک کر پہونچ گئے اور ان کی تلوار انکے ہاتھ سے چھین کر دیوار پر پھینک دی۔ اور سب کو گرفتار کر کے لیگئے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسہ ص۱۸ و تاریخ کامل جلد ۲ ص۱۲۴ وغیرہ) اور علامہ طبری نے لکھا ہے کہ تخلف علی والزبیر واخترط الزبیر سیفہ وقال لا اغمدہ حتی یبایع علیؑ فبلغ ذالک ابابکر و عمر۔ فقال عمر خذوا سیف الزبیر فاضربوا بہ الحجر۔ قال فانطلق الیھم عمر فجاء بھما تعبا وقال لتبایعان وانتما طائعان او لتبایعان وانتما کارھان۔ حضرت علیؑ اور زبیر نے انکی بیعت نہیں کی۔ اور زبیر نے تو اپنی تلوار بھی سونت لی اور کہا میں اس کو نیام میں اسوقت تک نہیں کرونگا جب تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی جائے گی۔ یہ بات حضرت ابوبکر و عمر کو معلوم ہوئی تو کہا زبیر کی تلوار چھین کر پتھر پر پٹک دو۔ پھر حضرت عمر خود ان لوگوں

کی طرف گئے اور ستاتے ہوئے گرفتار کر لائے۔ پھر کہا چاہو خوشی سے بیعت کرو چاہو جبر سے کرو کرنا ضرور ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۹) مگر واقعہ یہ ہے کہ لوگ زبیر کی تلوار چھین نہیں سکے بلکہ ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ یہی علامہ طبری لکھتے ہیں اتی عمر بن الخطاب منزل علیؑ وفیہ طلحۃ والزبیر ورجال من المہاجرین۔ فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ۔ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذ وہ۔ حضرت عمر جناب امیر المومنینؑ کے دولت خانہ پر آئے اس وقت اس میں جناب طلحہ وزبیر اور دوسرے بہت سے مہاجرین تھے۔ آپ نے آکر کہا خدا کی قسم ہیں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب لوگوں کو اس میں پھونک ڈالونگا ورنہ تم سب نکل کر چلو اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت زبیر تلوار کھینچے ہوئے نکل پڑے مگر ٹھوکر کھا کر گرے تو تلوار ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس پر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور گرفتار کر لیا۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۸)۔

بارہویں فصل

حدیث ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتۃ اور آپکی خلافت پر اجماع کی حقیقت

حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق حضرت عمر کا یہ مشہور قول ہے کہ ان کی بیعت فلتۃ ہو گئی۔ فرماتے تھے فلا یغزن امرءٌ ان یقول ان بیعتہ ابی بکر کانت فلتۃ فقد کانت کذالک غیر ان اللہ وقی شرھا۔ کسی شخص کو یہ بات دھوکے میں نہ رکھے کہ وہ کہے حضرت ابوبکر کی خلافت تو ناگہانی یا اُچک کر یا چھین جھپٹ کر ہو گئی۔ ہوئی تو وہ اسی طرح مگر خدا نے اس کی خرابیوں سے بچا لیا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۰ وصواعق محرقہ ص ۲۱ ومسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۵۵ وصحیح بخاری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵ باب رجم الحبلی) اس جملہ کے متعلق جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں۔ انّ بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ شرھا۔ حضرت عمر نے کہا ابوبکر صدیق کی بیعت تو ناگہانی یکایک (بغیر غور وفکر کئے) ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے

اس قسم کی بیعت سے جو شر اور فساد پیدا ہوتا ہے اُس سے اپنے بندوں کو محفوظ رکھا (ہوا یہ کہ صحابہ میں اختلاف ہو رہا تھا کس سے بیعت کی جائے۔ اور حضرت علیؓ اور بنی ہاشم اور کئی صحابہ اُس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے۔ اُن کی رائے بھی نہیں لی گئی تھی۔ اتنے میں حضرت عمر نے لپک کر حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔ اُن کے دیکھا دیکھی رو پڑ گئی۔ پھر کیا تھا جو آیا اُس نے اُن سے بیعت کر لی۔ بعضوں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ ابوبکر صدیق کی امامت گویا لوگوں سے چھین اور اُچک کر ہوئی تھی کیونکہ دوسرے کئی شخص اس کے طلب گار تھے۔ بعضوں نے کہا فلتہ کہتے ہیں حرام مہینوں کی آخری رات کو۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ بھی حرام ہے کوئی کہتا ہے وہ حلال ہے اور اُس میں شر اور فساد اور خونریزی کو جائز سمجھتا ہے۔ تو آنحضرتؐ کی زندگی کے دنوں کو حرام مہینہ سے تشبیہ دی اور آپ کی وفات کے دن کو فلتہ سے) (انوار اللغۃ پارہ ۲۰ صفحہ ۱۰) اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کا معنی یہ لکھا ہے قال الداؤدی معنی قولہ کانت فلتۃ انہا وقعت من غیر مشورۃ مع جمیع من کان ینبغی ان یشاور۔ علامہ داؤدی کہتے تھے کہ فلتہ کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں کے مشورہ سے اس خلافت کا ہونا مناسب تھا بغیر ان کی رائے کے واقع ہو گئی (فتح الباری شرح صحیح باری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶۵)۔ علامہ داؤدی یہ بھی کہتے تھے انہ لم یکن مع ابی بکر حینئذ من المہاجرین الا عمر وابو عبیدہ۔ اُس وقت جماعت مہاجرین سے حضرت ابوبکر کی بیعت سوائے حضرت عمر و ابو عبیدہ کے کسی نے نہیں کی (فتح الباری ج ۲ صفحہ ۳۶۵) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے ذکر صاحب الصحاح ان الفلتۃ الامر الذی یعمل فجاءۃ من غیر تردد ولا تدبر وھکذا کانت بیعۃ ابی بکر لان الامر لم یکن فیہا شوریٰ بین المسلمین وانما وقعت بغتۃ لم تمحض فیہا الاراء ولم یتناظر فیہا الرجال وکانت کالشیء المستلب المنتھب۔ علامہ جوہری نے لغت کی مشہور کتاب صحاح میں لکھا ہے کہ فلتہ سے مراد وہ امر ہوتا ہے جو اچانک بغیر غور و فکر کے ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کی بیعت اسی طرح واقع ہوئی کیونکہ اس کے متعلق مسلمانوں سے بالکل مشورہ نہیں کیا گیا بلکہ اچانک ہو گئی جس میں نہ رائیں دیکھی گئیں اور نہ لوگوں

نے اس میں غور و خوض کیا بلکہ اس طرح ہوئی جیسے کوئی چھینی۔ اُچکی اور غصب کی ہوئی چیز ہوتی ہے (شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۲۷) اب سمجھ میں نہیں آتا کہ جناب ممدوح کی خلافت پر اجماع کا دعویٰ کس اصول سے کیا جاتا ہے۔ کیا صرف حضرت عمر کے بیعت کر دینے سے یہ بیعت اجماعی ہو گئی؟ یا کیا صرف جناب ابو عبیدہ کے تائید کر دینے سے اس پر اجماع کی تعریف صادق آ گئی؟ اور سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ جو لوگ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں وہ حضرت عمر کی تکذیب کرتے ہیں یا الصدیق کیونکہ ممدوح فرماتے ہیں کہ حضرت اول کی بیعت فلتۃ بغیر رائے اور مشورہ کے ہو گئی۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں اجماع سے ہوئی۔ غالباً اسی مصیبت سے بچنے کے لئے دوسرے لوگوں نے کہہ دیا کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت کو فلتہ نہیں کہا بلکہ فتنہ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے فلا یغرن امرءا ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ فقد کانت کذالک کسی شخص کو یہ امر دھوکا نہ دے کہ کہے حضرت ابوبکر کی بیعت ایک فتنہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ تھی ایسی ہی (فتنہ) مگر خدا نے اس کے شر سے بچا لیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)۔

تیرہویں فصل

جناب سیدہؑ کی اذیتیں

حضرت ممدوح کی خلافت میں جناب سیدہؑ پر جو کچھ گزر گئی ہم میں نہ اُس کے بیان کی طاقت ہے نہ انصاف پسند دلوں میں اُس کے سننے کی قوت۔ علامہ ابن قتیبہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان ابابکر رضہ تفقد قوما تخلفوا عن بیعتہ عند علی کرم اللہ وجہہ فبعث الیہم عمر فجاء فناداہم وہم فی دار علیؑ۔ فابوا ان یخرجوا۔ فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنہا علی من فیہا۔ فقیل لہ یا ابا حفص ان فیہا فاطمۃ فقال وان فخرجوا فبایعوا الا علیا فانہ زعم انہ قال حلفت ان لا اخرج ولا اضع ثوبی علی عاتقی حتی اجمع القرآن فوقفت فاطمۃ رض علی بابہا فقالت لا عہد لی بقوم

حضروا اسوء محضر منکم۔ ترکتم رسول اللہ ﷺ جنازة بین ایدینا وقطعتم امرکم بینکم لم تستأمرونا ولم تردوا لنا حقا۔ فاتی عمر ابابکر۔ فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنک بالبیعة۔ فقال ابوبکر لقنفذ وهو مولی له اذهب فادع لی علیا قال فذهب الی علیؓ فقال له ما حاجتک۔ فقال یدعوک خلیفة رسول اللہ ﷺ۔ فقال علیؓ لسریع ما کذبتم علی رسول اللہ ﷺ۔ فرجع فابلغ الرسالة۔ قال فبکی ابوبکر طویلا۔ فقال عمر الثانیة ان لا تمهل هذا المتخلف عنک بالبیعة۔ فقال ابوبکرؓ لقنفذ عد الیه فقل له امیر المؤمنین یدعوک لتبایع۔ فجاءه قنفذ فادی ما امر به۔ فرفع علی صوته۔ فقال سبحان اللہ لقد ادعی ما لیس له۔ فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبکی ابوبکر طویلا۔ ثم قام عمر فمشی معه جماعة حتی اتوا باب فاطمة فدقوا الباب۔ فلما سمعت اصواتهم نادت باعلی صوتها باکیة یا رسول اللہ ﷺ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب وابن ابی قحافة۔ فلما سمع القوم صوتها وبکائها انصرفوا باکین وکادت قلوبهم تنصدع واکبادهم تنفطر۔۔ فقال عمر لابی بکرؓ انطلق بنا الی فاطمة فانا قد اغضبناها۔ فانطلقا جمیعا فاستاذنا علی فاطمة فلم تأذن لهما فاتیا علیا فکلماه فادخلهما علیها فلما قعدا عندها حولت وجهها الی الحائط فسلما علیها فلم ترد علیهما السلام۔ فتکلم ابوبکر فقال یا حبیبة رسول اللہ ﷺ اغضبناک فی میراثک منه وفی زوجک۔ فقالت ما بالک یرثک اهلک ولا نرث محمدا۔ فقال واللہ ان قرابة رسول اللہ ﷺ احب الی من قرابتی وانک لاحب الی من عائشة ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا ابقی بعده۔ افترانی اعرفک واعرف فضلک وشرفک وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ ﷺ الا انی سمعت اباک رسول اللہ ﷺ یقول لا نورث ما ترکنا فهو صدقة۔ فقالت ارأیتکما ان حدثتکما حدیثا عن رسول اللہ ﷺ تعرفانه وتفعلان به۔ قالا نعم۔ فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول اللہ ﷺ یقول رضا فاطمة من رضائی وسخط فاطمة من سخطی۔ فمن احب فاطمة ابنتی فقد احبنی ومن ارضا فاطمة فقد ارضانی ومن اسخط فاطمة فقد اسخطنی قالا نعم۔ سمعناه من رسول اللہ ﷺ قالت فانی اشهد اللہ وملائکته انکما اسخطتمانی وما ارضیتمانی ولئن لقیت النبی ﷺ لاشکونکما الیه۔ فقال ابوبکر انا عائذ باللہ تعالی من سخطه

لا ابيتك يا فاطمة - ثم اتى ابو بكر يبكي حتى كادت نفسه ان تزهق وهي تقول والله لادعون الله عليك في كل صلاة اصليها - ثم خرج باكيا فاجتمع اليه الناس فقال لهم يبيت كل رجل منكم معانقا حليلته مسرورا باهله وتركتموني وما انا فيه - لا حاجة لي في بيعتكم اقيلوني بيعتي - یعنی حضرت ابوبکر نے اس جماعت کو جس نے آپ کی بیعت سے انکار کردیا تھا اپنے پاس سے غائب پایا اور معلوم ہوا کہ وہ سب لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جمع ہیں تو انھوں نے حضرت عمر کو ان لوگوں کی طرف روانہ کیا۔ آپ گئے اور ان سب لوگوں کو پکار کر حکم دیا کہ حضرت علیؑ کے گھر سے نکل کر چلیں اور حضرت ابوبکر کی بیعت کریں۔ ان سب نے نکلنے سے کیا انکار۔ تو حضرت عمر نے جلانے کی لکڑیاں طلب کیں اور کہا اوس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے تم سب نکل کر چلے چلو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر اس کو اور جو لوگ اسکے اندر ہیں ان سب کو بھی پھونک ڈالوں گا۔ لوگوں نے کہا اے بی بی حفصہ کے والد! اس گھر میں حضرت فاطمہؑ بھی ہیں۔ حضرت عمر نے جواب دیا ہوا کریں۔... اس پر لوگ وہاں سے نکل آئے اور بیعت کرلی۔ سوائے حضرت علیؑ کے کہ انھوں نے کہا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک قران مجید جمع نہیں کرلونگا اُس وقت تک نہ گھر سے نکلوں گا اور نہ اپنی ردا اپنے کاندھوں پر ڈالونگا۔ یہ باتیں سُن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر کھڑی ہوئیں اور فرمایا مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کسی ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہو جو تم لوگوں سے زیادہ بُرے کام پر آمادہ ہوئی ہو۔ تم سب نے حضرت رسول خدا صلعم کی لاش مبارک ہمارے سامنے جنازہ کی صورت میں چھوڑ دی اور خلافت کو آپس میں طے کرلیا ہم لوگوں کے رائے تک نہیں لی۔ اور نہ ہمارا حق (خلافت) ہماری طرف آنے دیا۔ جناب سیدہ کی یہ تقریر سُن کر حضرت عمر (کوئی جواب تو نہیں دے سکے البتہ) حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور اُن سے کہا کیا آپ انکو (حضرت علیؑ کو) جو تمہاری بیعت سے انکار کر رہے ہیں گرفتار نہیں کروگے؟ اس پر حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا جا اور حضرت علیؑ کو میرے پاس بُلا لا۔ وہ گیا تو حضرت علیؑ نے پوچھا کیا ہے؟ اُس نے کہا آپ کو خلیفہ رسولؐ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ارے کس قدر جلد تم لوگ حضرت رسول خدا پر جھوٹ باندھنے لگے۔ قنفذ واپس گیا اور حضرت ابوبکر سے حضرت علیؑ کا جواب بیان کردیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے۔ جب بہت دیر تک رو چکے تو حضرت عمر نے

پھر کہا کہ ان کو جو تمھاری بیعت سے انکاری کئے جاتے ہیں کسی طرح چھوڑو نہیں۔ حضرت
ابوبکر نے پھر قنفذ سے کہا کہ دوبارہ حضرت علیؑ کے پاس جا اور اُن سے کہہ کہ آپ کو امیر المومنین
بُلاتے ہیں تاکہ چل کر اون کی بیعت کر لیجیئے۔ قنفذ پھر گیا اور اُسے جو پیغام دیا گیا تھا پہونچا دیا جس کو
سُن کر حضرت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا سبحان اللہ۔ ابوبکر نے ایسی صفت کا دعویٰ کیا ہے
جو اُن میں ہرگز نہیں ہے۔ قنفذ نے واپس آکر یہ بات بھی حضرت ابوبکر سے کہدی۔ اس پر حضرت
ابوبکر بہت دیر تک روتے رہے۔ اب حضرت عمرؓ آمادہ ہوئے ۔ ایک جماعت لئے ہوئے
جناب فاطمہؑ کے مکان پر پہونچے اور دروازے کو کھٹکھٹایا۔ جب جناب سیدہؑ نے
اون لوگوں کی آواز سُنی تو چیخ کر رونے اور چلاکر حضرت رسولِ خدا صلعم سے فریاد کرنے
لگیں۔ فرماتی تھیں اے رسولِ خدا! آپ کے بعد ہم لوگوں پر خطاب اور ابو قحافہ
کے بیٹوں سے کیسی مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ جب ان لوگوں نے جناب سیدہؑ کی آواز
اور رونے کی صدا سُنی تو سب کے سب روتے ہوئے پلٹ گئے۔ جناب سیدہ اس
کرب سے فریاد کرتی تھیں کہ اُس کو سُن کر قریب تھا لوگوں کے دل ٹکڑے اور ان کے
جگر شق ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ میں اور آپ جناب
فاطمہؑ کے پاس چلیں کیونکہ ہم لوگوں نے ان کو غضبناک کر دیا ہے۔ اس پر دونوں اُدھر
روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر جناب سیدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر
جناب معظمہ نے ان دونوں کو اجازت نہیں دی۔ تب وہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس آئے
اور اُن سے کہا کہ ہم لوگوں کو جناب سیدہ سے اجازت دلوا دیں۔ حضرت دونوں صاحبوں
کو جناب سیدہ کے پاس لے گئے۔ جب دونوں بیٹھ چکے تو آپ نے اپنا منہ اُن لوگوں کی
طرف سے پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔ تب دونوں صاحبوں نے جناب سیدہ کو سلام کیا
مگر آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا اے رسولِ خدا
کی پیاری صاحبزادی! ہم نے حضرت رسولؐ خدا کی میراث آپ کو نہیں دی اور آپ کے
شوہر پر سختی کی اس وجہ سے آپ ہم لوگوں پر غضبناک ہو گئی ہیں؟ جناب سیدہ نے فرمایا
یہ کیا بات ہے کہ تمھاری اولاد تو تمھاری وارث ہو گی اور ہم لوگ حضرت رسول خدا صلعم
کے وارث نہ ہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم حضرت رسولِ خدا کی قرابت مجھے

اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ عزیز ہیں اور البتہ میں چاہتا تھا کہ جس روز آپ کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا میں بھی مر گیا ہوتا اور حضرت کے بعد دنیا میں باقی ہی نہیں رہتا۔ کیا آپ یہ خیال کرتی ہیں کہ میں آپکو اور آپ کے فضل و شرف کو بھی پہچان کر آپ کا حق اور آپ کی میراث آپ سے روک لوں گا مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے پدر بزرگوار حضرت رسولِ خدا صلعم سے سُن رکھا ہے کہ فرماتے تھے ہم لوگوں کی میراث کسی کو نہیں ملتی۔ جو چیزیں ہم لوگوں کا متروکہ ہوتی ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتی ہیں۔ جناب سیدہ نے فرمایا اگر میں تم لوگوں سے حضرت رسولِ خدا صلعم کی ایک حدیث بیان کروں تو کیا تم لوگ اس کو پہچان لو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے؟ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ بتاؤ کیا تم نے حضرت سے نہیں سُنا ہے کہ فرماتے تھے "فاطمہؑ کی رضا بعینہ میری رضا اور فاطمہؑ کی ناراضی بعینہ میری ناراضی ہے۔ پس جو شخص فاطمہؑ کو دوست رکھے گا وہی مجھ کو بھی دوست رکھ سکتا ہے اور جو شخص فاطمہؑ کو راضی رکھے گا وہی مجھ کو بھی راضی رکھ سکتا ہے اور جو فاطمہؑ کو غضبناک کرے گا وہ مجھ کو بھی غضبناک کریگا۔ دونوں صاحبوں نے کہا ہاں ہم لوگوں نے حضرت رسولخدا کو یہ بات ارشاد فرماتے سُنا تھا۔ جناب سیدہ نے فرمایا تو اب سُن لو میں خدا اور ملائکہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھ کو غضبناک کیا اور مجھے راضی نہیں رکھا اور اگر میں حضرت رسول صلعم سے ملاقات کروں گی تو حضرت سے ضرور تم دونوں کی شکایت کروں گی۔ حضرت ابوبکر نے کہا اے فاطمہؑ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اُس کے غضب اور آپ کے غضب سے بھی۔ پھر حضرت ابوبکر خوب چیخ چیخ کر رونے لگے۔ یہاں تک کہ قریب تھا اُنکی روح اسی طرح روتے ہوئے نکل جائے۔ اور جناب سیدہ کہتی تھیں خدا کی قسم جو نماز بھی میں پڑھوں گی اس کے بعد تمہارے لئے بددعا ضرور کروں گی۔ اس پر حضرت ابوبکر روتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ اور جب لوگوں کا مجمع ان کے پاس ہوا تو سب سے کہنے لگے تم میں کا ہر شخص تو اپنی بیوی کی گردن میں بانہیں ڈالکر اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور تم لوگوں نے

مجھ کو اس آفت میں ڈال دیا ہے۔ مجھے تم لوگوں کی بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سب اپنی بیعت میرے ہاتھ سے واپس لے لو (کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۳)۔

اس عبارت میں یہ امر خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت زہرا کی یہ حدیث بیان کی کہ ہم گروہ انبیاء کی میراث ان کے وارث نہیں پاتے بلکہ وہ صدقہ ہو جاتی ہے تو اس کی تصدیق نہ حضرت عمر نے کی اور نہ جناب سیدہ نے لیکن جناب سیدہ نے جو آنحضرت صلعم کی حدیث بیان کی کہ فاطمہؑ کی رضا بعینہ میری رضا ہے فاطمہؑ کا غضب بعینہ میرا غضب ہے اس کی تصدیق حضرت ابوبکر اور عمر دونوں صاحبوں نے کی اور کسی کو اس میں کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں ملا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب سیدہ کو اس قدر اذیتیں پہونچیں کہ آپ نے ہر نماز کے بعد حضرت ابوبکر کے حق میں بددعا کرنے کی قسم کھائی۔ اور کسی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ آپ نے اپنی اس قسم کے خلاف کیا حضرت ابوبکر خود بھی مرتے وقت تک اپنی ان زیادتیوں کا اعتراف کرتے رہے ہیں۔ علامہ مسعودی نے لکھا ہے ولما بویع ابوبکر خرج علی۔ فقال افسدت علینا امورنا ولم تستشر ولم ترع لنا حقا فقال ابوبکر بلی .... ولم یبایعہ احد من بنی ہاشم حتی ماتت فاطمۃ .... ولما احتضر قال .... فوددت انی لم اکن فتشت بیت فاطمۃ وذکر فی ذالک کلاما کثیرا۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو گئی تو حضرت علیؑ نکلے اور اُن سے کہا تم نے ہمارے امور میں فساد پیدا کر دیا اور نہ ہم سے مشورہ کیا نہ ہمارے حق (خلافت) کی پروا کی۔ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اور جب تک جناب فاطمہؑ زندہ رہیں بنی ہاشم سے کسی شخص نے بھی ابوبکر کی بیعت نہیں کی.... اور جب حضرت ابوبکر کے انتقال کا وقت آیا تو افسوس کرنے لگے کہ کاش میں فاطمہؑ کا گھر نہ کھلوائے ہوتا۔ اور بھی بہت باتیں ذکر کیں (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰۴)۔

پچودھویں فصل

جناب سیدہ کو میراث سے محروم کرنا

امام بخاری و امام مسلم وغیرہ کل محدثین و مورخین نے بتصریح لکھا ہے عن عائشۃ ان فاطمۃ

بنت النبی ؐ ارسلت الی ابی بکر تسألہ میراثھا من رسول اللہ ؐ مما افاء اللہ علیہ بالمدینۃ وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول اللہ ؐ قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔ انما یاکل آل محمد فی ھذا المال وانی واللہ لا اغیر شیئا من صدقۃ رسول اللہ ؐ عن حالھا التی کان علیھا فی عھد رسول اللہ ؐ ولاعملن فیھا بما عمل رسول اللہ ؐ فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمۃ منھا شیئا فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فھجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت۔ وعاشت بعد النبی ؐ ستۃ اشھر فلما توفیت دفنھا زوجھا علی لیلا ولم یؤذن بھا ابابکر وصلی علیھا وکان لعلی من الناس وجہ حیاۃ فاطمۃ فلما توفیت استنکر علی وجوہ الناس۔ جناب عائشہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت رسولؐ خدا کی صاحبزادی جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ خدا نے حضرت رسولِ خدا صلعم کو مدینہ میں جو جائداد بلا حرب وضرب بطور خالصہ عنایت فرمائی تھی اس سے اور فدک اور خمس خیبر سے میری میراث مجھکو دے دو۔ حضرت ابوبکر نے کہا رسولِ خدا صلعم نے تو فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ (وقف) ہے۔ البتہ آلؐ نبی اس مال سے کھا سکتے ہیں اور میں تو خدا کی قسم حضرت کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا۔ حضرت رسولِ خدا صلعم کے زمانہ میں جو اس کا انتظام تھا اسی پر اس کو رکھوں گا۔ اور اس کے بارے میں میرا بھی وہی عمل رہیگا جو حضرت رسولِ خدا صلعم کا تھا۔ غرض حضرت ابوبکر نے بالکل انکار کردیا اور اس جائداد سے جناب سیدہ کو رتی برابر بھی کوئی چیز نہیں دی۔ اس سے جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور مرتے وقت تک ان سے بولیں تک نہیں۔ اور حضرت رسولِ خدا صلعم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب وفات پائی تو حضرت علیؑ نے آپکو شب ہی کے وقت دفن کردیا اور خود ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ ابوبکر کو اسکی خبر بھی نہیں کی[1]

[1] بعض حضرات اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں "حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھکر رات ہی میں ان کو دفن کردیا اور حضرت ابوبکر کو جناب سیدہ کی تجہیز وتکفین میں شریک ہونے کی اجازت بھی نہیں دی" اسی امر کے متعلق فاضل معاصر شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے لکھا ہے "فاطمہؑ نے اپنی درخواست کے منظور نہ کئے جانے سے بڑا برا مانا۔ ابوبکر وغیرہ سے بات چیت کرنی چھوڑدی مرتے وقت وصیت کی کہ مجھ کو رات کے وقت دفن کرنا۔ اور یہ لوگ میرے جنازے پر نہ آنے پائیں۔

اور جناب سیدہ کی زندگی میں حضرت علیؑ کی خاص وجاہت قائم تھی۔ مگر جب جناب سیدہ کا انتقال ہوگیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے رخ آپ سے اور زیادہ پھر گئے ہیں (صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر ص۱۵۲ و صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفئی ص۹۱ وغیرہ)

اور علامہ ابن واضح نے لکھا ہے ان فاطمۃ بنت رسول اللہ اتت ابابکر تطلب میراثہا۔ فقال لہا قال رسول اللہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ فقالت اتق اللہ ان ترث اباک ولا ارث ابی اما قال رسول اللہ المرء یحفظ ولدہ فبکی ابوبکر بکاءً اشدیدًا۔ جب حضرت ابوبکر نے جناب سیدہ کو ان کی میراث سے محروم کر دیا تو حضرت فاطمہؑ پہلے ان کے پاس تشریف لے گئیں اور وہ جائداد طلب کی جو ان کو حضرت رسول خدا صلعم سے میراث میں ملی تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ جناب سیدہ نے فرمایا کہ کیا خدا کے نزدیک تم تو اپنے باپ کے وارث ہوا اور میں اپنے پدر بزرگوار کی وارث نہ ہوں؟ کیا رسول اللہ صلعم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر شخص اپنی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر بہت شدت سے روئے (تاریخ یعقوبی) جناب سیدہ کا استدلال بالکل قرآن مجید سے تھا خداوند عالم فرماتا ہے ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون اور جو ترکہ ماں۔ باپ اور رشتہدار

کس بلا کا غصہ ہے خدا کی پناہ (امہات الامۃ ص۹۹) اور علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے والصحیح عندی انہا ماتت وہی واجدۃ علی ابی بکر وعمر وانہا اوصت ان لا یصلیا علیہا۔ صحیح یہ ہے کہ جناب سیدہ حضرت ابوبکر و عمر سے رنجیدہ ہی رہیں اور اسی حالت میں دنیا سے انتقال کیا اور وصیت کر دی کہ وہ دونوں آپکے جنازے پر نہ آنے پائیں (شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ صفحہ ۱ مطبوعہ مصر) اور شاہ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے "در بقیع در شب مدفون گشتہ و نماز بروئے علیؑ و بقولے عباس گزارد گویند روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و صحابہ دیگر با علی مرتضیٰ شکایت کردند کہ چون مارا خبر نکردی تا شرف نماز بروئے دریابیم علی عذر گفت کہ بنا بر وصیت وے کردم۔ جناب سیدہ رات ہی کو بقیع میں دفن کی گئیں اور آپ پر حضرت علیؑ یا عباس نے نماز پڑھی۔ دوسرے روز حضرت ابوبکر و عمر اور دوسرے صحابہ نے شکایت کی کہ ہم لوگوں کو کیوں خبر نہیں کی کہ نماز میں شرکت کا شرف حاصل کرتے جناب امیر نے فرمایا سیدہ کی وصیت کے مطابق میں نے عمل کیا (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶)

ف معلوم نہیں جناب سیدہ کی شکایت پر حضرت ابوبکر روتے کیوں تھے ۱۲۔

چھوڑیں تو ہم نے ہر ایک مرنے والے کی میراث کے حق ٹھہرا دئیے ہیں (پ رکوع ۴)
اس سے ثابت ہوا کہ خدا نے ہر والدین کی اولاد کو ان کا وارث قرار دیا ہے اور
کسی کو اس سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ لہذا اس میں انبیاء وغیر انبیاء سب داخل
رہیں گے۔ اور اس حکم کے سبب سے اولاد انبیاء کو بھی ان کے والدین کی میراث
اسی طرح ملیگی جس طرح غیر انبیاء کی اولاد کو ملتی ہے۔ علماء اہلسنت نے اس کی
تصریح کر دی ہے کہ ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے خدا کا حکم اور قرآن مجید
کا بیان منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صاحب تلویح فرماتے ہیں لعدم النزاع فی ان الکتب
لا ینسخ بخبر الواحد اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سب مانتے ہیں کہ ایک
شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا حکم منسوخ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔
(کتاب تلویح) اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ ونسخ القرآن بالخبر الواحد لا یجوز
کسی ایک شخص کی بیان کی ہوئی حدیث سے قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا ہے
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۱) ممدوح دوسری جگہ لکھتے ہیں دوئی ان فاطمۃ لما طلبت
المیراث ومنعوھا منہ احتجوا بقولہ ۴ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
فعند ھذا احتجت فاطمۃ بعموم قولہ وللذکر مثل حظ الانثیین وکانھا اشارت الی ان عموم
القرآن لا یجوز تخصیصہ بخبر الواحد۔ روایت کی گئی ہے کہ جب جناب سیدہ نے حضرت
ابوبکر سے اپنی میراث طلب کی تو لوگوں نے جناب معظمہ کو اس سے محروم کر دیا اور دلیل
یہ پیش کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم لوگوں
کا متروکہ صدقہ ہو جاتا ہے۔ اس پر جناب سیدہ نے قرآن مجید کی آیت للذکر
مثل حظ الانثیین (مرد کے لئے عورتوں سے دُہرا حصہ ہے) کے عموم سے استدلال
کیا۔ اور گویا آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قرآن مجید کا عام حکم ایک شخص کی
بیان کی ہوئی حدیث سے خاص نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵)۔
علماء محققین نے طے کر دیا ہے کہ یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر نے بیان کی اور دوسرا
کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہوا۔ علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ وھذا ایضا مشکل
لان فی اکثر الروایات انہ لم یرو ھذا الخبر الا ابوبکر وحدہ ذکرہ اعظم المحدثین۔ یہ بھی

مشکل ہے کیونکہ اکثر روایتوں میں ہے کہ اس حدیث کی سوا ابوبکر کے کسی نے بھی روایت نہیں کی ہے۔ اس بات کو بڑے محدثوں نے ذکر کیا ہے (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ) اور علامہ سیوطی نے بھی اس کا راوی صرف حضرت ابوبکر کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں واختلفوا فی میراثہ فما وجد واعند احد من ذالک علما فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ یقول انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کی میراث میں اختلاف کیا۔ جب اس کے بارے میں کسی کے پاس کوئی حکم نہیں ملا تو حضرت ابوبکر بولے میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ)۔ علامہ ابن حجر نے بھی صواعق محرقہ ص ۱۹ میں یہی لکھا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ حضرت رسول خدا ایسی حدیث ارشاد نہیں فرما سکتے تھے کیونکہ جو قول قرآن مجید کے خلاف ہو یقین کرنا ہوگا کہ حضرت نے نہیں فرمایا۔ قرآن مجید پکار پکار کہتا ہے کہ انبیاء کی میراث انکے وارثوں کو ملتی تھی۔ مثلاً ورث سلیمان داؤد حضرت سلیمان جناب داؤد کے وارث ہوئے (پ ۱۹ رکوع ۱۷) حضرت داؤد بھی نبی اور جناب سلیمان بھی نبی تھے۔ پس نبی وارث بھی ہوئے اور مورث بھی۔ جناب زکریا پیغمبر نے دعا کی فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب۔ اے اللہ تو مجھے ایک جانشین عطا فرما جو میرا وارث بھی ہو اور نسل یعقوب کی میراث بھی پائے (پ ۱۶ ع ۴) اگر حضرت رسول خدا کوئی جملہ انشائیہ (آیندہ ہونے کے متعلق کوئی بات) فرماتے تو اس کے متعلق انسان مان سکتا تھا کہ آئندہ خدا کا یہی حکم ہوگا۔ مگر حضرت ابوبکر تو آنحضرت کا وہ قول ذکر کرتے ہیں جو جملہ خبریہ ہے اور جس سے قرآن مجید کی صریح تکذیب ہوتی ہے۔ ایسی حدیث ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قرآن کو بالکل چھوڑ دے۔ اسی وجہ سے جناب سیدہ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور برابر اپنی میراث کا دعویٰ کرتی رہیں۔

حضرت رسول خدا کے چچا جناب عباس اور حضرت علیؑ بھی اس حدیث کو صحیح نہیں جانتے تھے جس کی شکایت بھی حضرت عمر نے دونوں بزرگوں سے کی۔ امام مسلم لکھتے ہیں فلما توفی رسول اللہ قال ابوبکر انا ولی رسول اللہ

فجئتما تطلب میراثك من ابن اخیك و هذا میراث امرأته من ابیها فقال ابوبکر قال رسول الله
لا نورث ما ترکناه صدقة فرأیتماه کاذباً اثماً غادراً خائناً۔ حضرت عمر نے جناب عباس اور
حضرت علیؑ سے فرمایا کہ جب حضرت رسولِ خدا صلعم نے انتقال کیا تو ابوبکر نے کہا میں رسولِ خداؐ
کا قائم مقام ہوں۔ اس پر تم دونوں (عباس و علیؑ) ان کے پاس آئے تم (عباس) تو اپنے
بھتیجے کی اور تم (علیؑ) اپنی زوجہ کی میراث طلب کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسولِ خداؐ
نے فرمایا ہماری میراث کسی کو نہیں ملتی ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔ اس پر تم دونوں نے
ابوبکر کو جھوٹا۔ گنہگار۔ دھوکہ باز۔ خائن سمجھا۔ (صحیح مسلم جلد ۱ صلہ کتاب الجہاد)۔
انصاف پسند علماء اہلسنت نے بھی حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو بڑے شبہہ کی نظر سے
دیکھا ہے۔ کیونکہ کس کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ اس وراثتہ کا مسئلہ رسول صلعم نے حضرت
علیؑ و عباس و جناب سیدہ کو بتایا نہیں اور صرف حضرت ابوبکر سے اس کو ذکر کیا۔ اس وجہ سے
علامہ رازی وغیرہ نے لکھا ہے۔ المحتاج الی هذه المسئلة ما کان الا علیاً و فاطمة والعباس و
هؤلاء کانوا من اکابر الزهاد والعلماء فی الدین۔ واما ابوبکر فانه ما کان محتاجاً الی معرفة هذه
المسئلة لانه ما کان یخطر بباله انه یرث الرسول م فکیف یلیق بالرسول م ان یبلغ هذه المسئلة
الی من لاحاجة به الیها ولا یبلغها الی من له الی معرفتها اشد الحاجة۔ اس مسئلہ کی طرف حضرت
علیؑ و فاطمہؑ و عباس کے سوائے کوئی محتاج نہیں تھا اور یہ حضرات بڑے زاہدوں اور
علماء دین سے تھے۔ رہے حضرت ابوبکر تو وہ اس مسئلہ کا علم حاصل کرنے کی طرف
محتاج نہیں تھے۔ کیونکہ کبھی ان کے دل میں یہ وہم بھی نہیں ہوا ہوگا کہ وہ رسولؐ کی میراث
پائیں گے۔ ایسی حالت میں کیونکر رسولؐ کے لئے یہ مناسب ہوتا کہ اس مسئلہ کو اس شخص
تک پہونچائیں جس کو اس کی بالکل ضرورت نہیں تھی۔ اور اس شخص کو نہ بتائیں جس کو اسکے
جاننے کی شدید ضرورت تھی (تفسیر کبیر جلد ۳ صلا ۲۳ وتفسیر نیشاپوری جلد ۴ صلا ۱۹)۔
عجیب لطیفہ ہے کہ حضرت ابوبکر تو قولِ رسول یہ نقل کریں کہ ہم انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں
نہ میراث دیتے ہیں مگر واقعہ یہ ہو کہ خود حضرت رسولِ خدا صلعم بھی وارث ہوئے ہیں۔
علامہ حلبی نے لکھا ہے ترك عبد الله خمسة اجمال و قطعة من غنم فورث ذالك رسول الله
من ابیه۔ جناب عبد اللہ نے پانچ اونٹ اور کچھ دنبیاں چھوڑیں اور رسولِ خدا صلعم نے

ان کل چیزوں کو اپنے والد کی میراث میں پایا (سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۵۶)۔ اور علامہ ابن القیم نے لکھا ہے ماثور وھو اول سیف ملکہ ورثہ من ابیہ۔ ماثور وہ پہلی تلوار ہے جو رسولؐ کی ملک میں آئی۔ اس کو حضرت نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا (زاد المعاد ج ا صفحہ ۳۳)۔ اور شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے در روضۃ الاحباب گفتہ کہ شمشیرے دیگر بود کہ از پدر بمیراث وے رسیدہ بود۔ کتاب روضۃ الاحباب میں کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک اور تلوار تھی جس کو آپ نے اپنے باپ سے میراث میں پایا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۶۸۹)۔ علامہ شبلی نے بھی لکھا ہے "عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی تھی جس کا نام ام ایمن تھا۔ یہ سب چیزیں رسول اللہ کو ترکہ میں ملیں طبقات ابن سعد" (سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۱۲۳) غرض حدیث نحن معاشر الانبیاء خود کہتی ہے کہ میں بالکل غلط ہوں۔ میرے ماننے سے متعدد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا نے حضرت رسولخداؐ کے بارے میں فرمایا ہے۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی۔ میرا رسولؐ کوئی بات اپنے دل سے نہیں کہتا بلکہ اس پر جو وحی نازل ہوتی ہے اوسی کو پہونچاتا ہے۔ پس ماننا پڑیگا کہ یہ حدیث بھی خدا ہی کی وحی سے فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا دو طرح کی بات کرتا ہے کہ قرآن میں تو کہا انبیاء وارث بھی ہوئے اور مورث بھی ہوئے اور حدیث میں کہا کہ نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم جھوٹے ثابت ہوتے ہیں کہ خود اپنے والد کی میراث پائی۔ مگر فرمایا کہ میں وارث نہیں ہوتا۔ تیسری یہ کہ خدا کا ظلم ثابت ہوتا ہے کہ اور لوگوں کی اولاد کو تو میراث دلوائی اور انبیاء کو اور ان کی اولاد کو میراث سے محروم کیا۔ لیکن یہ کل باتیں محال ہیں لہذا حدیث مذکور ہی باطل ہے۔ اسی سبب سے جناب سیدہؑ نے عمر بھر اس کو نہیں مانا اور حضرت ابوبکر سے ناراض ہی گئیں۔

اسی وجہ سے علماء اہلسنت جناب سیدہؑ کی ناراضی سے بہت پریشان رہتے ہیں۔ چنانچہ جناب شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے لکھا ہے مشکل ترین ازیں قضیہ فاطمہ زہراؑ است زیرا کہ اگر بگوئیم کہ او جاہل بود بایں سنت یعنی حدیثے کہ ابوبکر نقل کردہ بعید است از فاطمہ۔ واگر التزام کنیم کہ شاید اتفاق نیفتاد اور السماع ایں حدیث از آں حضرتؐ مشکل می شود کہ بعد از استماع از ابی بکر و شہادت سائر صحابہ بر آں چرا قبول نہ کردہ و در غضب آمد۔ واگر غضب او بسبب

از سماع حدیث بود چرا بر گشت از غضب تا اینکہ امتداد کشید وتا زندہ بود مہاجرت کرد۔"
کل قضیتوں سے زیادہ سخت قضیہ جناب فاطمہ زہرا کا ہے اس لئے کہ اگر کہیں کہ وہ حضرت
سے نا واقف تھیں یعنی اس حدیث سے جس کو ابوبکر نے نقل کیا تو یہ خلاف عقل ہے کہ آپ
بالکل بے خبر رہیں۔ اور اگر مان لیں کہ شاید رسول سے فاطمہؑ کو اس حدیث کے سننے کا
موقع نہیں ملا ہو تو اور زیادہ مشکل پڑتی ہے کہ جب آپ نے اس حدیث کو حضرت ابوبکر
سے سُن لیا اور باقی صحابہ نے گواہی بھی دی پھر کیوں نہ اس کو صحیح جانا اور غضبناک ہوگئیں
اور اگر آپ کا غصہ حدیث مذکور کے سننے سے پہلے ہوا تھا تو سننے کے بعد کیوں غصہ کو
ترک نہیں کیا جس نے اس قدر طول کھینچا کہ جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے مہاجرت
ہی اختیار رکھی (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الفئ فصل ۳ جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)۔

پندرہویں فصل

اپنی وفات تک جناب سیدہ کی ناراضی

جناب معظمہ کی مرتے وقت تک کی ناراضی نے حضرت ابوبکر کے متعلق بڑی بے چینی پیدا کردی
ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے کوشش کی کہ کسی طرح جناب ممدوحہ کا آخر وقت
میں راضی ہونا ثابت ہو جائے۔ اور جب اس میں کسی طرح کامیابی نہیں ہوئی تو فرضی
کتابوں کے نام بھی ذکر کر دیئے گئے۔ جیسے شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا ہے
"واما امامیہ پس صاحب معراج السالکین وغیرا و از علماء ایشان روایت کردند۔ یعنی
جناب سیدہ کے راضی ہو جانے کو شیعوں سے صاحب کتاب معراج السالکین اور
ان کے دوسرے علماء نے لکھا ہے (تحفۂ اثنا عشریہ) مگر افسوس اس نام کی کوئی
کتاب آج تک ہوئی ہی نہیں۔ نہ اس کے مصنف دنیا میں کبھی پیدا ہوئے۔ اور جو کتابیں
اصح الکتب بعد کتاب الباری سمجھی جاتی ہیں (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم) جب ان میں
یہ موجود ہے کہ فغضبت فاطمۃ وھجرت ابا بکر فلم تزل مھاجرۃ حتی توفیت۔ یا۔ فھجرتہ

فلم تکلمہ حتی توفیت۔ جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے بولنا ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ مرتے مرتے نہیں بولیں (صحیح بخاری باب الخمس جلد ۳ ص ۱۱۴ و صحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۱)۔ اور تاریخ کی سب سے زیادہ معتبر کتاب میں ہے فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذالک حتی ماتت فدفنھا علیؓ لیلاً ولم یؤذن بھا ابابکر۔ جناب سیدہ حضرت ابوبکر سے بالکل متنفر ہو گئیں اور پھر ان سے کبھی نہیں بولیں یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ تو حضرت علیؓ نے آپ کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں کی۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۲۰)۔ اور محدث جمال الدین نے لکھا ہے "و نماز بروے علیؓ و بقولے عباس گزارد۔ روزِ دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و سائر اشرافِ صحابہ با علیؓ معاتبہ می کردند کہ چون مارا خبر نہ کردی تا شرفِ نماز بروے دریافتیمے۔ علیؓ عذر گفت من بروصیت او چنین کردم (روضۃ الاحباب جلد ا ص ۲۴۴)۔ اس کا ترجمہ گزر چکا۔ جناب سیدہ نے حضرت عائشہ کو بھی اپنے جنازہ پر آنے کی اجازت نہیں دی۔　　وفات سیدہ پر حضرت عائشہ آپ کے دروازے پر آئیں مگر اسماء نے روک دیا کہ حسبِ وصیت جناب سیدہ آپ جنازہ پر نہیں آسکتی ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوبکر سے اس کی شکایت کی۔ وہ دروازے پر آئے ان کو بھی وہی جواب ملا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔ (استیعاب مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ ص ۷۷۲)۔ اور علامہ ابنِ ابی الحدید نے لکھا ہے "سئلت علی بن الفارقی مدرس المدرسۃ العربیۃ ببغداد فقلت لہ اکانت فاطمۃ صادقۃ۔ قال نعم۔ قلت فلم لم یدفع الیھا ابوبکر فدک وھی عندہ صادقۃ۔ فتبسم ثم قال کلاما لطیفا مستحسنا مع ناموسہ وحرمتہ وقلۃ دعابتہ۔ قال لو اعطاھا الیوم بمجرد دعواھا لجاءت الیہ غدا وادعت لزوجھا الخلافۃ وزحزحتہ عن مقامہ ولم یکن یمکنہ الاعتذار والموافقۃ بشئ لانہ یکون قد سجل علی نفسہ بانھا صادقۃ فی ما تدعی کائنا ما کان من غیر حاجۃ الی بینۃ ولا شھود۔ وھذا کلام صحیح وان کان اخرجہ مخرج الدعابۃ۔ میں نے علی بن الفارقی سے جو بغداد کے مدرسہ عربیہ میں مدرس تھے پوچھا کہ کیا جناب فاطمہ زہراؑ اپنے دعوے میں سچی تھیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیوں حضرت ابوبکر نے انکو فدک نہیں دے دیا؟ حالانکہ جناب سیدہ اپنے خیال میں سچی تھیں۔ اس پر وہ ہنسے اور

باوجود اس کے کہ وہ کم مزاح کے آدمی اور عزت و حرمت و شان و وقار کے بزرگ تھے ایک لطیف اور دلچسپ بات کہی کہ اگر آج حضرت ابوبکر جناب سیدہ کے دعوے پر فدک ان کو واپس کر دیتے تو کل وہ پھر پہونچتیں اور اپنے شوہر کے لئے خلافت کا دعوےٰ کرتیں اور ابوبکر کو ان کے تخت حکومت سے ہٹا دیتیں۔ اُس وقت ابوبکر نہ کوئی عذر کر سکتے نہ ان کی بات مان سکتے کیونکہ انھوں نے خود اپنے خلاف اس بات پر مُہر کر دی ہوتی کہ فاطمہؑ جو دعوٰی بھی کریں اس میں وہ سچی ہیں جس پر نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ دلیل کی۔ اور (علی بن فارقی کا) یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ بطور مزاح کہا ہے (شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ صفحہ ۱۰۵)۔

سولھویں فصل

جناب سیدہؑ کے دعوےٰ ہبہ فدک کو رد کر دینا

جناب سیدہ نے فدک پر صرف میراث ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فرمایا۔ اس کو حضرت رسول خدا صلعم اپنی زندگی ہی میں مجھے ہبہ کر گئے تھے۔ جس سے فدک رسولؐ کی زندگی ہی میں آپ کی ملک سے نکل کر جناب سیدہ کے قبضہ میں آگیا تھا مگر حضرت ابوبکر نے اس پر بھی تصرف کر لیا۔ اور جناب سیدہ کے اس دعوے کو بھی خارج کر دیا۔

علامہ سیوطی آیۃ وات ذاالقربیٰ حقہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں لما نزلت ھذہ الآیۃ دعا رسول اللہؐ فاطمۃؑ فاعطاھا فدک ... لما نزلت وات ذاالقربیٰ حقہ اقطع رسول اللہؐ فاطمۃؑ فدکا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنی قرابت والے کو اس کا حق دے دو تو رسول خداؐ نے فاطمہؑ کو بُلایا اور فدک ان کے حوالہ کر دیا۔ ... اور جب یہ آیت اُتری تو رسول خداؐ نے فدک کو بطور جاگیر جناب سیدہ کے سپرد کر دیا (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۷)۔

اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے: "فانتہ فاطمۃؑ فقالت ان رسول اللہؐ اعطانی فدک فقال ھل لک بینۃ فشھد لھا علیؑ وام ایمن۔ جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس آئیں

اور کہا کہ فدک کو تو رسولؐ خدا نے مجھے عطا کیا تھا۔ ابوبکر نے کہا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس پر حضرت علیؑ وام ایمن نے گواہی دی (صواعق محرقہ صفحہ ۲۳)۔ اور علامہ رازی نے لکھا ہے۔ فلما مات ؐ ادعت فاطمۃ علیہا السلام انہ کان نحلھا فدکا۔ جب حضرت رسولِ خدا کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے دعویٰ کیا کہ آنحضرتؐ نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۵) اور علامہ سید شریف نے لکھا ہے۔ ادعت فاطمۃ انہ علیہ السلام نحلھا ای اعطاھا فدکا نحلۃ ای عطیۃ وشہد علیہ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ وام کلثومؓ والصحیح ام ایمن۔ فاطمہؑ نے دعویٰ کیا کہ پیغمبر خدا نے فدک کو انہیں ہبہ کیا تھا بطور عطیہ کے۔ اور ان کے اس دعوے پر حضرت علیؑ و امام حسنؑ وحسینؑ وام کلثومؓ نے گواہی دی اور صحیح یہ ہے کہ (ام کلثوم نے نہیں بلکہ) ام ایمن نے گواہی دی (شرح مواقف صفحہ ۷۳۵) اور علامہ سمہودی نے لکھا ہے۔ ذکر المجد فی ترجمۃ فدک ما یقتضی ان الذی دفعہ عمر الی علیؑ والعباس رضی وقت الخصومۃ فیہ ھو فدک فانہ قال فیھا ھی التی کانت فاطمۃ ادعت ان رسول اللہ ؐ نحلنیھا۔ فقال ابوبکر ارید بذالک شہودا۔ فشہد لھا علیؑ۔ فطلب لھا شاھدا آخر۔ فشہدت لھا ام ایمن۔ مجد نے فدک کے حال میں بیان کیا ہے کہ وہ چیز جو حضرت عمر نے حضرت علیؑ وعباسؓ کو دی تھی اور جس کے بارے میں نزاع واقع ہوئی وہ فدک ہی ہے کیونکہ انھوں نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کا دعویٰ جناب فاطمہؑ نے کیا تھا کہ رسولؐ خدا نے یہ جائداد ان کو ہبہ کر دی تھی۔ اس پر حضرت ابوبکر نے ان سے کہا میں آپ کے اس دعوے پر گواہ چاہتا ہوں تو حضرت علیؑ نے جناب سیدہ کے موافق گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے کوئی دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے بھی گواہی دی (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ جلد ۲ باب ۶ فصل ۲ صفحہ ۱۶۰) اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ ان فاطمۃ اتت ابابکر تسئلہ سہم ذوی القربی۔ فقال لھا ابوبکر سمعت رسول اللہ ؐ یقول سہم ذوی القربی فی حیاتی ولیس لھم بعد موتی۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر ذوی القربیٰ کا حصہ طلب کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسولؐ خدا کو فرماتے سنا ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ میری زندگی میں ہے میرے بعد نہیں ہوگا (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۹) ۔ اور علامہ

بلاذری نے لکھا ہے۔ کانت فدک لرسول اللہ ؐ خاصۃ لانہ لم یوجف المسلمون علیہا بخیل ولا رکاب۔ وعن مالک ابن جعونہ عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان رسول اللہ جعل لی فدک فاعطنی ایاہا فشہد لہا علی بن ابی طالب فسألہا شاہداً آخر فشہدت لہا ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول اللہ ؐ انہ لا یجوز الا شہادۃ رجلین او رجل وامرأتین فانصرفت۔

فدک کی جائداد خاص رسولِ خدا صلعم کے لئے تھی کیونکہ مسلمانوں نے اس کو جہاد سے حاصل نہیں کیا تھا۔ اور مالک ابن جونہ بیان کرتا تھا کہ جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر سے فرمایا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے فدک مجھے دے دیا تھا لہٰذا تم وہ میرے حوالہ کر دو۔ آپ کے اس دعوے پر حضرت علیؑ نے گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے دوسرا گواہ طلب کیا۔ آپ نے ام ایمن کو پیش کیا۔ انھوں نے گواہی دی۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کہ اے دخترِ رسولؐ بات یہ ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی صحیح نہیں ہے بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی ہونی چاہئے۔ اس پر جناب سیدہ واپس گئیں (فتوح البلدان ص۳۵) اور علامہ حموی نے کچھ تفصیل سے لکھا ہے فدک قریۃ بالحجاز بینہا وبین المدینۃ یومان وقیل ثلاثۃ افاءہا اللہ علی رسولہ ؐ فی سنۃ سبع صلحا...... فہی مما لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فکانت خالصۃ لرسول اللہ ؐ وفیہا عین فوارۃ ونخیل کثیرۃ وہی التی قالت فاطمۃ ان رسول اللہ ؐ نحلنیہا فقال ابوبکر ؓ ارید لذالک شہودا ولہا قصۃ فدک حجاز میں ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر ملتا ہے۔ خدا نے ۷ھ ہجری میں یہ گاؤں حضرت رسولِ خدا صلعم کو بطور صلح دلوایا تھا...... پس یہ وہ گاؤں تھا جس کے لئے مسلمانوں نے نہ لشکرکشی کی نہ جنگ کی بلکہ بغیر ان باتوں کے رسولؐ کو حاصل ہو گیا۔ اسی سبب سے یہ حضرت رسول خدا صلعم کی خاص جائداد ہو گئی۔ اس میں ایک جوش مارتا ہوا چشمہ اور بکثرت کھجور کے درخت تھے اور یہی وہ گاؤں تھا جس کے متعلق حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اے رسولِ خدا صلعم نے مجھے بخش دیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کہ میں آپ کے دعوے کا گواہ چاہتا ہوں اور اسکا قصہ طولانی ہے (معجم البلدان جلد۶ ص۳۴۳) جب جناب سیدہ نے گواہ پیش کئے تو ان کو بھی حضرت ابوبکر نے رد کر دیا۔ اور کہا دو مردوں یا ایک مرد اور دو

عورتوں کی گواہی پیش کیجئے۔ مگر آپ کا طرزِ عمل دوسروں کے ساتھ اس سختی کا نہیں تھا مثلاً امام بخاری نے لکھا ہے جابر بن عبد اللہ یقول قال لی رسول اللہؐ لو قد جاء مال البحرین لقد اعطیتک ھکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتی قبض رسول اللہؐ فلما قدم علی ابی بکر امر منادیا فنادی من کان لہ عند النبیؐ دین او عدۃ فلیاتنی۔ قال جابر فجئتہ ابا بکر فاخبرتہ ان النبیؐ قال لو قد جاء مال البحرین اعطیتک ھکذا وھکذا ثلاثا۔ قال فاعطانی۔ قال جابر فلقیت ابا بکر بعد ذالک فسالتہ فلم یعطنی ثم اتیتہ الثانیۃ فلم یعطنی۔ ثم اتیتہ الثالثۃ فلم یعطنی فقلت لہ قد اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی ثم اتیتک فلم تعطنی فاما ان تعطینی واما ان تبخل عنی۔ فقال اقلت تبخل عنی وای داء ادوء من البخل۔ قالھا ثلاثا ما منعتک من مرۃ الا وانا ارید ان اعطیک وعن عمرو عن محمد بن علی قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول جئتہ فقال لی ابوبکر عدھا فعددتھا فوجدتھا خمس مأتہ قال خذ مثلھا مرتین۔

جناب جابر بن عبد اللہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے حضرت رسولِ خدا صلعم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آئے گا تو میں تم کو ضرور اس قدر، اس قدر۔ اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا۔ مگر وہاں سے مال نہیں آیا یہاں تک کہ حضرتؐ کا انتقال بھی ہو گیا۔ پھر جب حضرت ابوبکر کے پاس وہاں کا مال آیا تو انھوں نے ایک منادی کو حکم دیا کہ پکار دے جس شخص کا کوئی قرض رسولؐ کے ذمہ ہو یا حضرتؐ نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ میرے پاس آئے۔ اس پر میں (جابر) حضرت ابوبکر پاس آیا اور ان سے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا تھا اگر بحرین کا مال آئے گا تو تم کو اس قدر۔ اس قدر۔ اس قدر (تین مرتبہ) دوں گا اس پر حضرت ابوبکر نے مجھے دے دیا۔ جابر کہتے تھے کہ اس کے بعد میں پھر حضرت ابوبکر سے ملا اور ان سے مانگا مگر انھوں نے نہیں دیا۔ پھر اُن کے پاس دوبارہ آیا تب بھی نہیں دیا۔ سہ بارہ بھی آیا اس وقت بھی نہیں دیا۔ تب میں نے ان سے کہا میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے مجھے نہیں دیا۔ پھر آیا پھر بھی نہیں دیا۔ پس یا تو مجھے دیدیجئے یا مجھ سے بخل کیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکر بولے کیا تم مجھ کو بخل کرنے کو کہتے ہو؟ بخل سے زیادہ بڑی بیماری کیا ہو سکتی ہے اس جملہ کو تین مرتبہ کہا۔

کہا اے جابر میں نے تم سے ایک دفعہ بھی انکار نہیں کیا بلکہ میرا ارادہ یہی رہا کہ تم کو دونگا۔ ابو عمرو نے محمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ سنا میں نے جابر بیان کرتے تھے کہ میں ابوبکر کے پاس آیا تو انھوں نے کہا اس کو شمار کرو۔ میں نے گنا تو پانچ سو تھا اس پر انھوں نے کہا اس کا دُگنا لیلو (صحیح بخاری پارہ ۱۷ ص۴۴ باب قصہ عمان البحرین کتاب المغازی) پارہ ۱۰ ص۴۴ باب اذا وهب هبة۔ و پارہ ۱۰ ص۲۳ باب من امر بانجاز الوعد وغیرہ میں بھی یہی مضمون ہے جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب جابر کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر نے بغیر گواہ طلب کئے ہوئے ان کو پندرہ سو دیدیا!!! جناب جابر کا کیا ذکر ایک معمولی غلام بھی آپ سے وصیتِ رسولؐ کا ذکر کرتا تو آپ نہ اُس میں کوئی عذر کرتے نہ گواہ طلب کرتے نہ اُس کو محروم واپس کرتے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل لکھتے ہیں ان زنباعا وجد غلاما له مع جارية له فجدع انفه فاتى النبیؐ فقال من فعل هذا بك. قال زنباع فقال النبیؐ للعبد اذهب فانت حر فاوصى به رسول اللهؐ المسلمين فلما قبض رسول اللهؐ جاء الى ابى بكر. فقال وصية رسول الله قال نعم نجرى عليك النفقة وعلى عيالك فاجراها حتى قبض۔ زنباع نے اپنے ایک غلام کو اپنی کسی لونڈی کے ساتھ پکڑ لیا تو اُس کی ناک کاٹ دی۔ رسولِ خدا نے دیکھا تو پوچھا یہ کس نے کیا۔ کہا زنباع نے۔ حضرت نے فرمایا جا اب تو آزاد ہے۔ پھر حضرت نے اس کے بارے میں مسلمانوں سے وصیت کی اور جب حضرت کا انتقال ہو گیا تو وہ غلام حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور کہا رسول کی وصیت یاد کیجئے۔ انھوں نے کہا ہاں ہم تیرا اور تیرے عیال کا وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں" اور فوراً مقرر کر دیا۔ جو ان کے انتقال تک جاری رہا (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص۱۸۲)۔

اللہ اکبر جناب سیدہ اس غلام کے برابر بھی نہیں سمجھی گئیں کہ اُس غلام سے نہ کوئی عذر کیا گیا اور نہ گواہ طلب کیا گیا اور جناب سیدہؑ کو ان سب کے بعد بھی محروم کر دیا گیا۔ جناب جابر کے صرف دعوے پر حضرت ابوبکر کے پندرہ سو دے دینے کے متعلق تو علماء اہلسنت نے ممدوح کے عمل کی تائید بھی کی کہ یہی کرنا چاہیئے تھا مثلاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔ فیہ قبول خبر الواحد العدل من الصحابة ولو جر ذالک نفعا لنفسہ

لا نّ ابابکولم یلتمس من جابر شاھدا علے صحۃ دعواہ اس حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ صحابہ سے کسی ایک عادل شخص کی خبر بھی قبول کرلی جائیگی اگرچہ وہ شخص وہ خبر اپنے ذاتی نفع ہی کے لئے بیان کرتا ہو کیونکہ حضرت ابوبکر نے جابر سے کوئی گواہ ان کے دعوے کی صحت پر نہیں طلب کیا۔ (فتح الباری پارہ ۹ ص۲۶) ۔ اور علامہ عینی نے لکھا ہے۔ انما لم یلتمس شاھدا منہ لانہ عدل بالکتٰب والسنۃ۔ حضرت ابوبکر نے جناب جابر سے کوئی گواہ اس سبب سے نہیں طلب کیا کہ جابر قرآن وحدیث دونوں کی رو سے عادل تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ ص۶۷)۔ کس قدر ماتم کی جگہ ہے کہ جابر ایسے صحابی کا دعویٰ تو اس طرح قبول کرلیا جائے اور کوئی گواہ بھی نہ طلب کیا جائے مگر جناب سیدہ۔ جناب امیرؑ۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ اور ام ایمنؓ سب کو جھوٹا سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ جناب سیدہ کے بارے میں رسولؐ خدا نے فرمایا کہ (یہ ایسی معصومہ ہیں کہ) ان کی خوشی سے میری خوشی اور ان کی ناراضی سے میری ناراضی وابستہ ہے۔ جناب امیرؑ کے بارے میں فرمایا کہ حق ادھر جائیگا جدھر علیؑ جائیں گے۔ حسنؑ وحسینؑ کو سرداری جوانان اہلِ بہشت کا درجہ دیا مگر حضرت ابوبکر کے دربار میں یہ کل حضرات جناب جابر بلکہ اس غلام سے بھی حقیر تھے۔ فلیبك علے الاسلام من کان باکیا (جس کو رونا ہو آئے اور اسلام پر نوحہ و ماتم کرے)۔ فاضل معاصر شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی نے فدک کے متعلق بھی حضرت ابوبکر و عمر کی حمایت کا حق ادا کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ سات صفحہ اس میں صرف کردئیے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ[1] اُن کے الفاظ میں یہ ہے۔ البتہ یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت سے پہلے جو آیت ہے اُس سے فدک وغیرہ کا آنحضرتؐ کی خاص جائداد ہونا ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عمر اس کے یہی معنی قرار دیتے تھے آیت یہ ہے وما افاء اللہ علے رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علے من یشاء۔ اور جو کچھ ان لوگوں (یعنی یہود بنی نضیر) سے خدا نے اپنے کو دلوایا تو تم لوگ اُس پر چڑھکر نہیں گئے تھے بلکہ خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے (انتہی) چنانچہ حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھکر کہا تھا کہ

[1] مدوح کی پوری تقریر انشاء اللہ سوانحعمری حضرت عمر میں نقل کی جائیگی اور اس پر مفصل تبصرہ بھی اسی میں کیا جائیگا ۱۲

فکانت خالصۃ لرسول اللہؐ اور یہ واقعہ صحیح بخاری باب الخمس و باب المغازی اور باب المیراث میں بتفصیل مذکور ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضرت عمر اس آیت کی بنا پر فدک وغیرہ کو آنحضرت کا خالصہ سمجھتے تھے لیکن اسی قسم کا خالصہ جو ذاتی ملکیت نہیں ہوتا جس طرح سلاطین کے مصارف کے لئے کوئی زمین خاص کردی جاتی ہے کہ اس میں میراث کا عام قاعدہ نہیں جاری ہوتا بلکہ جو شخص جانشین سلطنت ہوتا ہے تنہا وہی اُس سے متمتع ہوسکتا ہے" (الفاروق ص۲۵۷ جلد۲) مگر ممدوح اسی بحث میں لکھتے ہیں "فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپ اس میں سے خرچ کرتے تھے اور فقراے بنی ہاشم کو دیتے تھے اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔" (الفاروق ص۲۶۵) دونوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسولؐ تو اس سے بنی ہاشم کے فقراء اور بیواؤں پر بھی خرچ کریں مگر آپ کا جانشین اس سے تنہا متمتع ہو!!! اب سوال یہ ہے کہ اگر فدک کی یہی شان تھی تو جناب سیدہؑ کے دعوے ہبہ کرنے پر حضرت ابوبکر نے یہی جواب کیوں نہیں دیا اور آپ سے گواہ کیوں طلب کئے؟ اگر وہ جانتے تھے کہ فدک حضرت کے جانشین کی خاص جائداد ہے تو گواہ طلب کرکے کیوں جناب معظمہ کو پریشان۔ ان کے دعوے کو غلط۔ اور جناب امیرؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ وام ایمن کو غیر معتبر قرار دیکر ان سب کی تذلیل و توہین کی؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر فدک کا واقعاً یہی حکم تھا تو حضرت ابوبکر نے اپنے فعل کو خود باطل سمجھ کر جناب سیدہؑ کو نوشتہ کیوں لکھ دیا؟ علامہ حلبی نے لکھا ہے وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا بفدک ودخل علیہ عمرؓ فقال ما ھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال مما ذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ عمر الکتاب فشقہ۔ علامہ سبط ابن الجوزی کے کلام میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آخر میں حضرت فاطمہؑ کے لئے فدک کا وثیقہ لکھ دیا تھا۔ اتنے میں حضرت عمر وہاں پہونچ گئے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا حضرت رسولِ خدا کی جو میراث فاطمہؑ کو پہونچتی ہے اُسکے بارے میں یہ وثیقہ میں نے ان کو لکھ دیا ہے۔ حضرت عمر بولے پھر کس چیز سے مسلمانوں کے متعلق خرچ کروگے حالانکہ دیکھتے ہو کہ عرب تم سے جنگ پر آمادہ ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے وہ وثیقہ لے لیا اور اُس کو چاک چاک کرڈالا۔ (سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مصر جلد۳ ص۴۰۰)

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیّدہ کے لئے وثیقہ لکھ دیا تھا اُسی طرح حضرت ابوبکر نے بھی بدرجۂ مجبوری لکھا پیغمبرؐ فاطمہؑ را بخواند و برلبہ او محبت نوشت و آن وثیقہ بود کہ بعد از جناب رسولؐ پیش ابوبکر صدیق آورد و گفت این کتاب رسولِ خدا است برائے من و حسنین نوشتہ است۔ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور آپ کے لئے ایک دستاویز لکھ دی۔ یہی وہ وثیقہ تھا جس کو حضرت رسولِ خدا کے بعد جناب سیّدہ حضرت ابوبکر کے پاس لائیں اور کہا کہ یہ رسولؐ خدا کی وہ تحریر ہے جس کو حضرت نے میرے اور حسنینؑ کے لئے لکھی تھی۔ (معارج النبوۃ رکن ۴ صـ۲۲۱ و حبیب السیر و روضۃ الصفا جلد ۲ صـ۳۷)۔ صرف حضرت ابوبکر ہی نے آخر میں فدک جناب سیّدہ کو واپس کرنے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ حضرت عمر نے بھی اپنی خلافت میں فدک کو ان حضرات کے حوالہ کر دیا تھا۔ علامہ حموی وغیرہ نے فدک کی تاریخ میں لکھا ہے۔ ثم ادّے اجتہاد عمر بن الخطاب بعدہ لما ولی الخلافۃ وفتحت الفتوح واتسعت علی المسلمین ان یردھا الی ورثۃ رسول اللہؐ فکان علی بن ابی طالب رضؓ والعباس بن عبدالمطلب یتنازعان فیہا فکان علیؑ یقول ان النبیؐ جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃؑ وکان العباس یابی ذالک۔ ویقول ھی ملک رسول اللہؐ وانا وارثہ فکانا یتخاصمان الی عمرؓ فیابی ان یحکم بینہما ویقول انتما اعرف لبشانکما اما انا فقد سلمتہا الیکما۔ جب حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے اور کثرت سے ملک فتح ہو چکے اور مسلمانوں کو مالی وسعت حاصل ہو گئی تو اُن کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ فدک رسولِ خدا صلعم کے وارثوں کو واپس کر دیں۔ اس پر جناب عباس بن عبدالمطلب حضرت علیؑ سے نزاع کرنے لگے۔ حضرت علیؑ کہتے تھے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے اپنی زندگی ہی میں یہ فاطمہؑ کو دے دیا تھا اور جناب عباس اس سے انکار کرتے اور کہتے تھے کہ یہ حضرت رسولِ خدا کی جائداد ہے اور میں حضرت کا وارث ہوں۔ دونوں کی یہ نزاع حضرت عمر کو معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا آپ دونوں اپنے امور کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں۔ میں نے تو بہرطور اُسے آپ لوگوں کے

سپرد کر دیا۔ (معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۳۴۳)۔ اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔
(۱) حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عمر نے بھی فدک کو روکا۔ (۲) جب حضرت عمر خود
خلیفہ ہوئے اور اجتہاد کیا تو فیصلہ کیا کہ اسے ورثہ رسولؐ کی طرف واپس کر دیں
لفظ "واپس کرنا" بھی بتاتا ہے کہ پہلے یہ زبردستی اور بے قاعدہ لے لیا گیا تھا ورنہ
اس کے عوض یہ کہتے "ورثہ رسولؐ کو دے دیں یا عطا کر دیں"۔ (۳) حضرت عمر نے
چونکہ اس کو میراثِ رسولؐ کی حیثیت سے واپس کیا اس سبب سے حضرت عباسؓ
نے بھی اس کا دعویٰ کیا اور جناب امیرؑ سے نزاع کی۔ (۴) حضرت علیؑ نے فرمایا
کہ وہ وارثانِ رسولؐ کا مال نہیں ہے بلکہ خاص جناب سیدہؑ کا ہے اور آنحضرت
صلعم نے اپنی زندگی ہی میں اسے فاطمہؑ کو دے دیا تھا جس سے جناب سیدہؑ کی ملک
میں اسی وقت آگیا تھا۔ حضرت عمر کے بعد جو خلفاء ہوئے انھوں نے بھی اپنے
عمل سے یہی بتایا کہ فدک صرف جناب سیدہؑ کا تھا اور رسولؐ کی میراث نہیں تھی
(کہ جس میں جناب عباس بھی شریک ہوتے) چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں "فلما
ولی عمر بن عبد العزیز الخلافة کتب الی عامله بالمدینة یامره برد فدک الی ولد فاطمة
فکانت فی ایدیهم فی ایام عمر بن عبد العزیز فلما ولی یزید بن عبد الملک قبضها فلم یزل فی ایدی
بنی امیة حتی ولی ابو العباس السفاح الخلافة۔ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو اپنے
عامل مدینہ کو لکھ کر حکم دیا کہ فدک اولاد فاطمہؑ کو واپس کر دو۔ اس طرح اس خلیفہ
کے زمانہ میں یہ جائداد برابر اولادِ جناب سیدہؑ کے قبضہ میں رہی۔ مگر جب یزید بن
عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے پھر اس پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد یہ برابر خلفاء بنی
امیہ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ خلفاء بنی عباس کا ابو العباس سفاح خلیفہ
ہوا۔ (معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۳۴۳)۔ تب سے زبردست ثبوت خلیفہ مامون کی تحریر ہے
جو عہدِ رسولؐ سے بہت قریب اور ہم لوگوں سے بہت قبل تھا۔ علامہ بلاذری نے
لکھا ہے۔ ولما کانت سنة ۲۱۰ امر امیر المومنین المامون عبد الله بن هارون الرشید
فدفعها الی ولد فاطمة وکتب بذلک الی قثم بن جعفر عامله علی المدینة اما بعد فان امیر
المومنین بمکانه من دین الله وخلافة رسوله صلی الله علیه وسلم والقرابة به اولی من استن

سنتہ و نفذ امرہ و سلم لمن منحہ منحۃ و تصدق علیہ بصدقۃ منحتہ و صدقتہ و
باللہ توفیق امیرالمومنین و عصمتہ والیہ فی العمل بما یقربہ الیہ رغبتہ - وقد کان
رسول اللہ ؐ اعطی بنت رسول اللہ ؐ فدک و تصدق بہا علیہا و کان ذالک امرا ظاہرا
معروفا لا اختلاف فیہ - جب ۲۱۰ھ ہوا تو خلیفہ مامون بن ہارون الرشید نے فدک
کو اولادِ جناب فاطمہؑ کے حوالہ کر دیا - اور اُس کے متعلق مدینہ میں اپنے عامل کو فرمان
لکھ بھیجا کہ خلیفہ رسولؐ (مجھ) کو سب سے زیادہ یہ بات مناسب ہے کہ آنحضرتؐ کے
عمل کی پیروی اور حضرت کے حکم کو جاری کرے اور حضرت نے جس کو جو چیز دی تھی اسکو
دیدے - اور یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کو فدک دے دیا تھا -
اور آپ کو بطور مستقل جائداد اُسے بخش دیا تھا اور یہ ایسا امر ظاہر و مشہور تھا کہ اسکے
بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے فلاٰن کان ینادی فی کل موسم بعد ان قبض اللہ نبیہ
ان یذکر کل من کانت لہ صدقۃ او ہبۃ او عدۃ ذالک فیقبل قولہ وینفذ عدتہ
ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا لاولیٰ بان یصدق قولہا فیما جعل رسول اللہ ؐ لہا وقد کتب
امیرالمومنین الی المبارک الطبری مولیٰ امیرالمومنین یامرہ برد فدک علی ورثۃ فاطمۃ
بنت رسول اللہ ؐ بحدودہا وجمیع حقوقہا المنسوبۃ الیہا وما فیہا من الرقیق والغلات
وغیر ذالک - جب یہ بات تھی کہ حضرت رسولؐ کے انتقال کے بعد ہر موقع پر
یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ جس کو رسولِ خدا صلعم نے کوئی چیز بخشی یا ہبہ کی ہو یا
اس کا وعدہ کیا ہو وہ بتا دے اور اُس کو قبول کر کے وہ وعدہ پورا کر دیا جاتا
تھا تو جناب سیدہ بدرجۂ اولیٰ اس کی مستحق ہیں کہ اُن کی تصدیق کی جائے اور رسولِ خدا
نے آپ کو جو چیز دی تھی اُس کے بارے میں ان کو سچی مانا جائے - اسی وجہ سے
میں (مامون) نے اپنے غلام مبارک طبری کو لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ دخترِ رسولؐ
کی اولاد کو فدک اس کے کل حدود اور اُس کے غلوں اور کل حقوق وغیرہ
کے ساتھ واپس کر دو - فلما استخلف المتوکل علی اللہ امر بردھا الی ما کانت علیہ
قبل المامون رحمہ اللہ - جب متوکل خلیفہ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ فدک کو پھر اولادِ فاطمہ
سے لیلو (فتوح البلدان صہ ۴۲) کیسے تعجب کا مقام ہے کہ جو بات نہ حضرت ابوبکر کے

ذہن میں آئی نہ حضرت عمرؓ کی عقل میں نہ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس سمجھ سکے اس کی ایجاد مولوی شبلی صاحب کرتے ہیں اور اس کی پروا نہیں کرتے کہ تاریخ ان کی تاویل پر مضحکہ کریگی۔

سترہویں فصل

فدک کے انتظام میں آپ کا عمل کہاں تک رسولؐ کے مطابق تھا

فدک ایک بڑی جائداد اور اس کی آمدنی کافی تھی سنن ابوداؤد میں ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں فدک کے غلات کی قیمت چار ہزار دینار تھی۔ اسی وجہ سے خلفاء رسولؐ برابر اس پر نظر رکھتے تھے۔ جب کسی طرح کوئی شخص خدا کو یاد دلاتا تو جناب سیدہ یا آپ کی اولاد کو واپس کر دیتے اور جب اُن کے منافع یاد آتے تو لے لیتے۔ اور معلوم ہے کہ جناب سیدہ و جناب امیرؑ نہایت زہد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور حضرت رسولخدا صلعم و جناب سیدہ کے کل امور اسی طرح ملے ہوئے تھے جس طرح حضرت ابوبکر و جناب عائشہ کے۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ حضرت رسول خدا صلعم نے فدک جناب سیدہ کو دے دیا تھا مگر جناب سیدہ اس سے اپنی ضرورت کے مطابق لیکر باقی محاصل آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیتی تھیں اس سے آنحضرت بھی اپنا ضروری خرچ نکال کر باقی کو خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے متعلق بھی ہے کہ مال فدک سے استعمال فرماتے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے "فکان نصف فدک خالصا لرسول اللہ ؐ وکان یصرف ما یاتیہ منہا الی ابناء السبیل۔ یعنی آدھا فدک خاص رسولؐ اللہ کا تھا۔ آنحضرتؐ اُس میں سے مسافروں پر صرف کرتے تھے۔ (فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۹)۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ان فدک کانت للنبیؐ فکان ینفق منہا ویاکل ویعود علی فقراء بنی ہاشم ویزوج ایمہم۔ یعنی فدک آنحضرتؐ کا تھا۔ آپ اُس میں سے خرچ کرتے تھے۔ اور فقراء بنی ہاشم کو دیتے

تھے اور ان کی بیواؤں کی شادی کرتے تھے۔ (فتوح البلدان ص۱۳۱)"۔ (الفاروق جلد ۲ ص۲۵۶)۔ مگر افسوس حضرت ابوبکر نے فدک نہ جناب سیدہ کو دیا اور نہ قرابت داران رسول خدا صلعم کا لحاظ کیا۔ امام ابوداؤد وامام احمد بن حنبل وغیرہ نے لکھا ہے۔ عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ لم یقسم لعبد شمس ولا لبنی نوفل من الخمس شیئاً کما کان یقسم لبنی ھاشم و بنی المطلب و ان ابا بکر کان یقسم الخمس نحو قسم رسول اللہ غیر انہ لم یکن یعطی قربیٰ رسول اللہ ما کان النبی یعطیھم۔ یعنی حضرت رسول خدا صلعم مال خمس سے جس طرح بنی ہاشم اور بنو مطلب کو تقسیم کرتے تھے اُس طرح عبد شمس و نوفل کی اولاد کو نہیں تقسیم فرماتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر بھی مال خمس کو اُسی طرح تقسیم کرتے جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا دستور تھا۔ سوائے اس کے کہ حضرت رسول خدا صلعم اپنے قرابت مندوں کو تقسیم کرتے تھے مگر حضرت ابوبکر قرابت داران رسولؐ کو کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص۸۳ ومسند سنن ابی داؤد ص۱۱ ونیل الاوطار شوکانی جلد ۷ ص۲۸ وغیرہ)۔ اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔ فلما قبض اللہ رسولہ رد ابوبکر نصیب القرابۃ فی المسلمین۔ حضرت رسولؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر نے رسولؐ کے قرابت داروں کا وہ حصہ جو خمس میں تھا بند کر لیا۔ (تفسیر ابن جریر طبری جلد ۱۰ ص۶)۔ اور علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے۔ روی ان ابابکر منع بنی ھاشم الخمس۔ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوبکر نے خمس کے مال سے بنو ہاشم کو محروم کر دیا۔ (تفسیر نیشاپوری برحاشیہ تفسیر طبری جلد ۱۰ ص۵)۔ مختصر یہ کہ اگر حضرت ابوبکر نے اپنے کو خلیفۂ رسولؐ سمجھا تھا تو فدک کے متعلق وہی طرز عمل اختیار کرتے جو رسول خدا صلعم کا تھا کہ پوری جائداد ان کے حوالہ کر دیتے۔ اس کے بعد دیکھتے کہ جناب معظمہ اس میں سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور بنو ہاشم کو غیرہ کو دینے کے متعلق رسولؐ کی پیروی کرتی ہیں یا نہیں اگر اس کے خلاف پاتے تو اس کا سبب دریافت کرتے مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بتا دیا کہ بقول شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی "اس کا رونا آج تک اسلامی دنیا میں رویا جا رہا ہے اور قیامت تک رویا جائیگا"۔ (کتاب امہات الامۃ ص۹۴)۔

اٹھارہویں فصل

جناب سیدہؑ کے گھر پر آگ لکڑی

جب حضرت علیؑ اور آپ کے طرفداروں نے بیعت حضرت ابوبکر سے انکار کیا تو حضرت عمر آگ لکڑی لیکر جناب سیدہ کے دروازہ پر گئے کہ اس گھر کو اور اس گھروالوں کو جلادیا جائے۔ مولوی شبلی صاحب نے لکھا ہے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ (الفاروق ص۸) اور علامہ ابن قتیبہ کی کتاب الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۳ نیز تاریخ طبری جلد ۳ ص۲ کی عبارتیں اوپر گزر چکیں۔ علامہ ابن عبدربہ کی کتاب عقد فرید جلد ۱ ص۱۷۱۔ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ ص۱۵۶۔ تاریخ روضۃ المناظر برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص۱۱۳۔ تاریخ مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص۱۵۶۔ کتاب الملل والنحل شہرستانی جلد ۱ ص۲۵۔ ازالۃ الخفاء ماثر ابوبکر ص۲۲۶۔ کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۹۔ تاریخ خمیس جلد ۲ ص۱۶۵۔ استیعاب جلد ۱ ص۲۴۵۔ تحفہ اثنا عشریہ ص۲۹۲۔ حدیقۃ ص۱۰۱۔ المرتضیٰ ص۴۵ وغیرہ میں بھی یہ واقعہ مرقوم ہے۔ مورخین یورپ نے بھی اسلام کے اس شرمناک اور دل ہلا دینے والے حادثہ کو خاص اہمیت سے ذکر کیا ہے۔ مثلاً ڈیون پورٹ کے رسالہ خلافت کے اردو ترجمہ سیر و مظاہر حق مطبوعہ لکھنو ص۱۳۔ گبن کی مشہور کتاب ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن امپائر جلد ۳ ص۵۱۹۔ اوکلی کی ہسٹری آف دی سراسنز ص۸۳۔ ابوالفرج ملطی نصرانی کی عربی تاریخ مختصر الدول۔ اور واشنگٹن کی کتاب لکسرز آف محمد ص۲ میں تفصیل سے موجود ہے۔

انیسویں فصل

آپ کا اقالہ بیعت

اقالہ کا معنی ہے دست برداری۔ معزولی۔ فسخ۔ حضرت ابوبکر خلیفہ تو ہوگئے مگر آپ برابر

کہا کرتے کہ مجھ سے تم لوگ اپنی بیعت اوٹھا لو۔ کتاب الامامۃ والسیاستہ کی عبارت گزر چکی
کہ جناب سیدہ کے غضب اور ناراضی پر آپ نے کہا لاحاجۃ لی فی بیعتکم اقیلونی۔ مجھے تم لوگوں
کی بیعت مطلوب نہیں ہے۔ میں اس خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں یا تم لوگ مجھے خلافت
سے معاف رکھو۔ (جلد ۱ ص ۲۰)۔ اور علامہ علی متقی نے لکھا ہے۔ قام ابوبکر علی منبر رسول اللہ
فقال هل من کارہ فاقیلہ ثلاثا یقول ذالک۔ حضرت ابوبکر منبر رسولؐ پر کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ
کہا اگر کسی کو ناگوار ہو تو میں خلافت سے باز آتا ہوں یا دست بردار ہو جاتا ہوں۔ لما
بویع ابوبکر اغلق بابہ ثلاثۃ ایام یخرج الیهم فی کل یوم فیقول ایها الناس قد اقلتکم بیعتکم۔
فبایعوا من احببتم۔ جب حضرت ابوبکر کی بیعت پوری ہو چکی تو آپ نے تین روز تک اپنا
دروازہ بند ہی رکھا۔ ہر روز نکلکر آتے اور کہتے اے لوگو میں تم لوگوں کی بیعت سے دست
بردار ہوتا ہوں۔ اب جس کو چاہو تم لوگ اپنا خلیفہ بنا لو۔ ان ابابکر حین استخلف قعد فی
بیتہ حزینا فدخل علیہ عمر فاقبل یلومہ وقال انت کلفتنی هذا الامر وشکی الیہ الحکم بین
الناس۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن چکے تو محزون و مغموم اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ اتنے میں
حضرت عمر وہاں پہونچے تو حضرت ابوبکر ان کی ملامت کرنے لگے کہ تم ہی نے میرے اوپر یہ بوجھ
لادا ہے۔ پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی شکایت کی۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵ و ۱۶
وکنز العمال مطبوعہ حیدر آباد جلد ۳ ص ۱۳۵)۔ اور اصل کتاب میں لکھتے ہیں۔ قام ابوبکر
حین بویع فخطب الناس فقال یا ایها الناس انی قد اقلتکم رایکم انی لست بخیرکم فبایعوا خیرکم
بیعت کے بعد حضرت ابوبکر نے خطبہ دیکر لوگوں سے کہا میں تم لوگوں کی رائے سے باز آیا
میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب مجھے خلافت سے معاف رکھو اور جو تم میں اچھا ہو اُس کی
بیعت کر لو۔ (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۵)۔ جب لوگوں کو مجبور کر کے اپنی خلافت منوائی گئی تو پھر
اس سے دست برداری کیوں اختیار کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شروع میں خلافت اور
سرداری کا خیال ہوا اور بعد میں حضرت رسول خدا صلعم کی وہ حدیثیں یاد آئیں جو ایسا کرنے
والوں کے بارے میں فرمائی تھیں مثلاً انکم ستحرصون علی الامارۃ وانها ستکون ندامۃ
وحسرۃ یوم القیامۃ۔ بہت جلد تم لوگ حکومت کی حرص کرو گے اور وہی تمھارے لئے بروز
قیامت ندامت اور حسرت کا سبب ہو جائے گی۔ ایما وال ولی من امر المسلمین شیئا

وقف بہ علےٰ جسر جھنم فیھتز بہ الجسر حتّٰی یزول کل عضو۔ جو حاکم مسلمانوں کے امور پر حکومت کریگا وہ جہنم کے پُل پر ٹھہرایا جائیگا۔ اس کے اس عمل (حکومت) سے پُل ہلنے لگیگا اور اس حاکم کا ہر عضو ٹوٹ ٹوٹ کر اُس میں گر جائیگا۔ لست اخاف علےٰ امتی غوغاء یقتلھم ولا عدو یجتاحھم ولکنی اخاف علےٰ امتی ائمۃ مضلین ان اطاعوھم فتنوھم وان عصوھم تقتلوھم۔ مجھے اپنی اُمت کے لئے کسی غوغا کا جو اُسے قتل کرے یا کسی دشمن کا جو اُسے برباد کرے خوف نہیں ہے۔ البتہ یہ ڈرتا ہوں کہ میری اُمت پر ایسے گمراہ کرنے والے خلفاء ہوں گے جن کی اگر وہ اطاعت کریگی تو وہ لوگ اُس کو فتنوں میں مبتلا کردیں گے۔ اور اگر نافرمانی کریگی تو اُس کو قتل کرنا شروع کریں گے۔ من ولی علا وھو یعلم انہ لیس لذالک العمل اھلا فلیتبوء مقعدہ من النّار۔ جو شخص کسی ایسے کام کا والی ہو جائے جس کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ یجاء بالامیر یوم القیامۃ فیلقٰی فی النّارِ فیطحن فیھا کما یطحن الحمار بطاحونتہ۔ حکومت کرنے والے کو گرفتار کرکے بروز قیامت فرشتے لیجائیں گے اور وہ جہنم میں جھونک دیا جائیگا۔ وہاں اُس سے چکی پسوائی جائیگی جس طرح دنیا میں گدہوں سے چکیاں پسوائی جاتی ہیں۔ (کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد جلد ۳ کتاب الخلافۃ ص ۱۹۶) چونکہ یہ کل حدیثیں کتاب الخلافۃ میں ہیں اس سبب سے ثابت ہوتا ہے کہ سب کا مطلب خلافت ہی ہے۔ جس کے تنبہ سے حضرت لوگوں کو باخبر کرتے جاتے تھے۔

بیسویں فصل

آپ کا قول کہ مجھ پر شیطان رہتا ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے اذا رأیتمونی ذغت فقومونی واعلموا انّ لی شیطانا یعترینی۔ جب تم لوگ دیکھو کہ میں ٹیڑھا ہو رہا ہوں تو مجھے سیدھا کردیا کرو اور جان رکھو کہ میرے لئے ایک شیطان ہے جو مجھ پر تسلط کرتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص باب فصل ۱ و تاریخ الخلفاء ص ۴۹ و ریاض نضرہ ص ۱۷۱ و تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۱۱ و مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۴)

وصحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۳۶ باب المناقب وکنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ و ۱۴۹ و ۱۵۰)۔
حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ شیطان کا تسلط جہنمی اور گمراہوں اور مشرکوں پر ہوتا ہے جو حق کے پیرو اور خدا کے خاص بندے ہیں ان پر نہیں ہوتا شیطان سے خدا فرماتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغاوین۔ اے شیطان جو ہمارے بندے ہیں ان پر تو تیرا کسی طرح تسلط نہیں ہو سکتا سوائے ان گمراہوں کے جو تیری پیروی کرتے ہیں۔ اور ایسے تمام لوگوں کے لئے ہمارے ہاں جہنم کا وعدہ ہے کہ وہ اس میں ڈال دئے جائیں گے۔ (پارہ ۱۴ رکوع ۳)۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔
فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربہم یتوکلون۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون۔ جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ جو لوگ ایمان رکھتے اور اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں ان پر شیطان کا کچھ تسلط نہیں ہوتا۔ اس کا تسلط تو ان ہی لوگوں پر ہوتا ہے جو شیطان کو دوست رکھتے اور جو اس کو شریک خدا ٹھہراتے ہیں۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)۔ اور علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے۔ قولہ تعالی وانہ لعلم للساعۃ قال مقاتل بن سلیمان ومن تبعہ من المفسرین ان ھذہ الایۃ نزلت فی المھدی، وستاتی الاحادیث المصرحۃ بانہ من اھل البیت النبوی وحینئذ ففی الایۃ دلالۃ علی البرکۃ فی نسل فاطمۃ وعلی رضی وان اللہ لیخرج منہما کثیرا طیبا وان یجعل نسلہما مفاتیح الحکمۃ ومعادن الرحمۃ وسر ذالک انہا اعاذھا وذریتہا من الشیطان الرجیم ودعا لعلی بمثل ذالک وشرح ذالک کلہ یعلم بسیاق الاحادیث الدالۃ علیہ۔ قرآن مجید کی آیت وانہ لعلم للساعۃ (اور البتہ وہ قیامت کا علم ہے) کے متعلق مقاتل ابن سلیمان اور دوسرے اس کے پیرو مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت مہدی کی شان میں نازل ہوئی اور وہ حدیثیں آگے آتی ہیں جو اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ حضرت مہدی اہلبیت رسول صلعم سے ہونگے پس آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خدا نے جناب فاطمہ وعلی کی نسل میں برکت عطا فرمائی ہے اور ان دونوں سے بکثرت پاکیزہ وجود پیدا کرے گا اور دونوں کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کانیں

بنائے گا۔ اور اس) کا راز یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے جناب سیدہؑ اور آپ کی ذریت کو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ میں دے دیا ہے۔ اور ان کل باتوں کی شرح ان حدیثوں کے معنی و مفہوم سے بواضح ہوتی ہے جو میرے اس دعوے پر دلالت کرتی ہیں۔" (صواعق محرقہ صفحہ ۹۶)

اکیسویں فصل

آپ کا قول کہ لستُ بخیرکُم (میں تم سے بہتر نہیں ہوں)

جناب ممدوح اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ علامہ ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر فرماتے تھے قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اساءت فقومونی میں تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اب اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر برا کروں تو مجھے درست کر دو۔ (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۶۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۳۰۔ و تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۱)۔ اور علامہ متقی وغیرہ نے لکھا ہے۔ ان ابا بکر الصدیق خطب فقال اما واللّٰہ ما انا بخیرکم ولقد کنت لمقامی ھذا کارھا ولوددت ان فیکم من یکفینی افتظنون انی اعمل فیکم بسنۃ رسول اللّٰہ اذن لا اقوم بھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے خطبہ دیا کہ خدا کی قسم میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ میں تو اس عہدے سے کراہت کرتا تھا اور دوست رکھتا تھا کہ تم میں سے اور کوئی خلیفہ ہوتا جو مجھ سے ان کاموں کی کفایت کرتا۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں تمہارے درمیان رسول خدا صلعم کی روش کے مطابق چلوں گا؟ میں تو ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۶ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹۔ و صواعق محرقہ صفحہ ۷)۔ مگر معلوم نہیں ممدوح اس عہدہ سے علیحدہ کیوں نہیں ہو گئے۔ اگر اور کوئی اس کے لئے نہیں آمادہ ہوتا تو انصار ضرور ہی قبول کر لیتے۔ کم از کم اس سے علیحدہ ہو کر لوگوں کا امتحان تو کر لیتے مگر رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔

بائیسویں فصل

آپ کا قول لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ

(میں تم سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ علیؑ تم میں موجود ہیں)

بعض کتابوں سے آپ کا یہ قول بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن روزبہان نے لکھا ہے

السابع انہ نیا فی ہذا روایۃ الصحاح فان ارباب الصحاح ذکروا فی بیعۃ علی لابی بکر ان بنی ھاشم لم یبایعوا ابابکر الا بعد وفاۃ فاطمۃؑ ولم یتعرض ابوبکر لھم وترکھم علی حالھم وکانوا یترددون عند ابی بکر ویدخلون فی المشاورات والمصالح والمھمات و تدبیر الجیوش۔ فلما توفیت فاطمۃؑ بعث امیرالمومنین علیؑ الی ابی بکر وقال ائتنی وحدک فجاءہ ابوبکر فی بیتہ فجلسا وتحدثا۔ ثم قال علی رض لابی بکر انک استأثرت ھذا الامر دوننا .... قال ابوبکر یا اباالحسن کان الانصار یدعون ھذا الامر لانفسھم وکانوا یریدون ان ینصبوا امیرا منھم وکان یخاف منھم الفتنۃ فتسارعت الی اطفاء الفتنۃ واخذت بیعۃ الانصار وان کان لک فی ھذا الامر رغبۃ فانا اخطب الناس وا قیل بیعتھم وابایعک والناس۔ فقال امیرالمومنین الموعد بینی وبینک بعد صلوۃ الظھر فلما صلی الظھر رقی ابوبکر المنبر وقال اقیلونی فلست بخیرکم وعلیؑ فیکم۔ ساتویں یہ کہ یہ بات اس روایت کے خلاف ہے جو صحاح ستہ میں موجود ہے کیونکہ صحاح ستہ کے جامعین نے حضرت علیؑ کی بیعتِ ابی بکر کے بارے میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی مگر بعد وفات جناب فاطمہؑ اور ابوبکر نے ان لوگوں سے کچھ تعرض بھی نہیں کیا۔ بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور بنو ہاشم ابوبکر کے پاس برابر آیا کرتے اور صلاح۔ مشوروں مشکلوں اور لشکر کے انتظاموں میں حصہ لیا کرتے۔ پھر جب جناب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا تو حضرت امیرالمومنین علیؑ نے حضرت ابوبکر کے ہاں کہلایا کہ اکیلے آکر مجھ سے ملتے۔ اس پر حضرت ابوبکر حضرت علیؑ کے گھر گئے تو دونوں صاحب

بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے ابوبکر تم نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر اس خلافت کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ حضرت ابوبکر بولے اے ابوالحسنؑ الضلا اس کو اپنے لئے چاہتے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اپنی ہی جماعت سے کسی کو خلیفہ بنائیں اس سے فتنہ کا خوف پیدا ہوا تو میں نے فتنہ کے دبانے میں جلدی کی اور الضا کی بیعت خود لیلی۔ اگر تم کو اس کی خواہش ہو تو میں لوگوں کے سامنے اپنی بیعت اٹھا لیتا ہوں اور تمہاری بیعت کر لیتا ہوں۔ حضرت امیرالمومنین نے کہا اچھا نماز ظہر کے بعد ہم تم ملیں۔ غرض بعد نماز ظہر حضرت ابوبکر منبر پر گئے اور کہا تم لوگ میری بیعت اٹھالو میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں کیونکہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں درحالیکہ حضرت علیؑ تم میں موجود ہیں۔ (منقول از تشئید المطاعن جلد ۱ ص ۹)

تیئیسویں فصل

حضرت علیؑ سے آپ کا برتاؤ

باوجودیکہ حضرت علیؑ کے فضائل و خصوصیات سے جناب ممدوح خوب واقف تھے یہاں تک کہ خود روایت کرتے تھے النظر الی علیؑ عبادۃ۔ حضرت علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۶ وغیرہ) پھر بھی آپ کا برتاؤ حضرت کے ساتھ جو ہوا وہ گزشتہ اوراق سے اچھی طرح واضح ہے۔ مورخ جلیل مسعودی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں ابوسفیان نے اپنے خاندان والوں سے کہا یا بنی امیۃ تلقفوھا تلقف الکرۃ..... فقام عمار فی المسجد فقال یا معشر قریش اما اذا صرفتم ھذا الامر عن اھل بیت نبیکم ھھنا مرۃ وھھنا مرۃ فما انا بامن ان ینزعہ اللہ فیضعہ فی غیرکم کما نزعتموہ من اھلہ ووضعتموہ فی غیر اھلہ وقام المقداد فقال ما رأیت مثل ما اوذی بہ اھل ھذا البیت بعد نبیھم۔ فقال لہ عبدالرحمٰن بن عوف وما انت وذاک یا مقداد بن عمرو۔ فقال انی واللہ لاحبھم بحب رسول اللہ ؐ وان الحق معھم وفیھم۔ یا عبدالرحمٰن

اعجب من قریش وانت تطولهم علی الناس بفضل اهل هذا البیت قد اجتمعوا علی نزع
سلطان رسول الله ﷺ بعده من ایدیهم - اما وایم الله یا عبدالرحمن لو اجد علی قریش
انصارا لقاتلتهم کقتالی ایاهم مع رسول الله ﷺ یوم بدر۔ وجرت بینهم من الکلام خطب
طویل۔ اے بنی امیہ تم اس خلافت کو اپنے ہی خاندان میں اس طرح گھماتے رہو
جس طرح گیند ایک ہی حلقہ میں گھمایا جاتا ہے .... اس کے بعد جناب عمار مسجد میں کھڑے
ہوگئے اور یوں تقریر کی اے گروہ قریش جب تم اس خلافت کو اپنے رسولؐ کے
اہلبیت سے نکال کر کبھی یہاں اور کبھی وہاں لیجا رہے ہو تو مجھے اس کا بھی کھٹکا ہے
کہ کہیں خدا اس کو تم لوگوں سے بھی نکال کر دوسرے لوگوں کے حوالہ نہ کردے۔
اور مقداد نے یوں تقریر کی جس درجہ حضرت رسول خدا صلعم کے اہلبیت ستائے
گئے اور ان کو اذیت پہونچائی گئی اس درجہ میری نظر میں کسی پر بھی ظلم کے پہاڑ نہیں
ڈھائے گئے۔ اس پر عبدالرحمن بن عوف نے کہا اے مقداد تم کو اس سے کیا؟
مقداد نے کہا کیوں؟ میں ان اہلبیتؑ کو بہ نسبت رسول خدا صلعم کی محبت کی وجہ سے
دوست رکھتا ہوں اور یقیناً حق انھیں کے ساتھ ہے اور خلافت کے مستحق یہی
ہیں۔ اے عبدالرحمن مجھے قریش سے سخت تعجب ہے تحقیق تم نے اہلبیت رسولؐ
کے مقابلہ میں سب لوگوں پر غالب کرنا چاہا ہے جبکہ ان لوگوں نے اس بات
پر اتفاق کرلیا ہے کہ حضرت رسول خدا کے بعد حضرت کی جانشینی اور دینی سرداری
کو ان لوگوں سے چھینتے ہی رہیں۔ اے عبدالرحمن یاد رکھو اگر مجھے کچھ لوگ بھی ایسے
مل جاتے جو قریش کے خلاف میری مدد کرتے تو خدا کی قسم میں اہلبیت رسولؐ کی
حمایت میں اب قریش سے بھی اسی طرح جہاد کرتا جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کے
ساتھ غزوہ بدر میں کفار کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ غرض اسی طرح ان لوگوں میں
بہت طویل باتیں ہوئیں۔ (مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۶۶)
اور ملا ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے جناب امیرؑ کے لانے کے لئے حضرت
عمر کو آپ کے یہاں بھیجا۔ فاخرجوا علیا فمضوا به الی ابی بکر۔ فقالوا له بایع۔ فقال ان انا لم افعل
فمه۔ قالوا اذا والله الذی لا اله الا هو نضرب عنقک۔ قال اذاً تقتلون عبدالله واخا رسوله

قال عمر اما عبد اللہ فنعم واما اخو رسولہ فلا وابوبکر ساکت لا یتکلم۔ فقال لہ عمر الا تامر فیہ باموک فقال لا اکرہہ علی شئ ما کانت فاطمۃ الی جنبہ۔ فلحق علی بقبر رسول اللہ صلعم یصیح ویبکی وینادی یا ابن عم ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی۔ تو حضرت عمر وغیرہ حضرت علیؑ کو نکال کر حضرت ابوبکر پاس لے گئے اور کہا بیعت کرو۔ حضرت نے فرمایا اگر نہیں کروں تب؟ کہا خدا کی قسم ہم لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت نے فرمایا تو خدا کے ایک بندے اور رسولؐ کے بھائی کا خون کرو گے؟ حضرت عمر بولے خدا کے بندے تو ہو مگر رسولؐ کے بھائی نہیں ہو۔ اور حضرت ابوبکر خاموش تھے تو حضرت عمر نے کہا تم ان کو بیعت کا حکم کیوں نہیں دیتے؟ انھوں نے جواب دیا جب تک حضرت فاطمہؑ ان کے پاس ہیں میں ان کو کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ وہاں سے حضرت علیؑ چلے تو چیختے اور روتے ہوئے قبر رسولؐ پر پہونچکر فریاد کرنے لگے کہ اے بھائی اس قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۲۳)۔ اور علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کہا تھا رسول اللہ صلعم توفی فولی الامرۃ ابوبکر فقد عرفت ما کان من امرہ فینا اھل البیت ثم ولیہا عمر فلم یتعد فیہا فعل من تقدمہ ثم ولیہا عثمان فاقبل علی بنی امیۃ واعرض عن غیرھم ثم آل الامر الی علی بن ابیطالبؑ من غیر صفو کصفوھا لغیرہ بل مشوبۃ بالاکدار۔ حضرت رسولؐ خدا کی وفات پر ابوبکر خلیفہ ہوئے تو اُن کے حکم سے ہم اہلبیت پر جو گذری اُس کو جانتے ہو۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے تو اپنے پیش رو کی روش انھوں نے بھی نہیں چھوڑی۔ پھر عثمان ہوئے تو بالکل بنی امیہ پر جھک پڑے اور دوسروں سے منہ موڑ لیا۔ پھر یہ خلافت حضرت علیؑ کی طرف پلٹی مگر ویسی صاف نہیں تھی جیسی دوسروں کے لئے رہی بلکہ اس میں بہت سی کثافتیں بھر گئی تھیںؑ۔ (مروج الذہب جلد ۲ ص۱۴۷)۔

؎ اس جملہ پر زمانہ حال کے مشہور عیسائی مصری محقق و مورخ علامہ جرجی زیدان اڈیٹر رسالہ الہلال کی ایک انصاف میں ڈوبی ہوئی عبارت یاد آئی۔ ممدوح نے حضرت علیؑ کے بارے میں لکھا ہے۔ وکان شدیدا فی محاسبۃ رجالہ حرصا علی العدل والحق .... ولو تولی امور المسلمین فی

اسی جلیل القدر مورخ نے محمد بن ابی بکر اور معٰویہ کی خط وکتابت بھی نقل کی ہے جس سے مثلِ آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر وغیرہ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کیا کیا۔

محمد بن ابی بکر کا خط معٰویہ کے نام | محمد بن ابی بکر نے معٰویہ کو لکھا۔ من محمد بن ابی بکر الی الغاوی معٰویۃ بن صخر۔ امابعد فان اللّٰہ بعظمتہ وسلطانہ خلق خلقہ بلا عبث منہ ولا ضعف فی قوتہ ولا حاجۃ بہ الی خلقہم لکنہ خلقہم عبیداً وجعل منہم غویاً ورشیداً وشقیاً وسعیداً۔ ثم اختار علی علم واصطفیٰ وانتخب منہم محمداً فانتخبہ بعلمہ واصطفاہ لرسالتہ وائتمنہ علیٰ وحیہ وبعثہ رسولاً ومبشراً ونذیراً۔ فکان اوّل من اجاب واناب

زمن عمر والناس فی وحشۃ النبوۃ وصدق التدین لکان نصیبہ من الحکم الاول ولما بدا فی تدبیرہ ضعف ولکنہ تولاہا وقد فسدت النیات وطمع العمال فی الاحکام واطمعہم وادعاہم معٰویۃ بن ابی سفیان فانہ جمع الرجال حولہ بالدہاء والحیلۃ والبذل وعلی یضیع الاخواب بتدقیقہ فی محاسبۃ عمالہ وقوادہ والمبالغۃ فی المحافظۃ علی الدین واسباب التقویٰ ففارقہ جلۃ الصحابۃ۔ حضرت علیؓ عدل اور حق کے اس درجہ پابند اور حریص تھے کہ اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ حساب کرنے میں بہت سخت رہتے اور اگر حضرت عمر کے زمانہ میں جب لوگوں میں نبوت کی دہشت اور سچا تدین باقی تھا حضرت علیؓ بھی مسلمانوں کے خلیفہ ہوتے تو ان کا حصہ حکومت اور زمانۂ خلافت زیادہ شاندار اور کامیاب ہوتا اور آپ کی تدبیروں میں کسی قسم کا ضعف نہیں ظاہر ہونے پاتا مگر آپ اس وقت خلیفہ بنائے گئے جب لوگوں کی نیتیں بگڑ گئی تھیں۔ اور احکام میں عاملوں کی طمع بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اور سب سے زیادہ طمع ومکروفریب معٰویہ بن ابی سفیان کا تھا کیونکہ اس نے دھوکا فریب حیلہ سازی اور خزانہ بیت المال کا منہ (اپنے موافق لوگوں کے لئے) کھول کر لوگوں کو اپنی طرف جمع کر لیا تھا۔ اس کے برخلاف حضرت علیؓ اپنے عاملوں اور سرداران فوج کو ان کے متعلق انتظامات اور تحصیل وصول کے حساب کتاب میں دِقّت کرکے (کہ اس مال خدا کو اس لاپروائی سے کیوں خرچ کیا اور مسلمانوں سے فلاں فلاں رقمیں کیوں وصول کیں اور بندگانِ خدا سے فلاں فلاں چیزیں کیوں لیں) اپنے ہاتھ سے کھو دیتے نیز ان لوگوں پر دین کی پابندی کرنے اور اسبابِ تقویٰ کا پاس ولحاظ رکھنے کے متعلق تاکید اور مبالغہ کرکے ان لوگوں کو ضایع کرتے جاتے تھے جس کی وجہ سے اکثر بڑے صحابہ نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔
(تاریخ التمدن الاسلامی جلد ۴ صفحہ ۱۴۸)

وآمن وصدق واسلم وسلم اخوه وابن عمه علی بن ابی طالب صدقہ بالغیب المکتوم و
آثره علی کل حمیم ووقاه بنفسه کل هول وحارب حربه وسالم سلمه فلم یبرح مبتذلا
لنفسه فی ساعات اللیل والنهار والخوف والجوع والخضوع حتی برز سابقا لا نظیر له فی
من اتبعه ولا مقارب له فی فعله۔ وقد رأیتک تسامیه وانت انت۔ وهو هو اصدق
الناس نیة وافضل الناس ذریة۔ وخیر الناس زوجة۔ وافضل الناس ابن عم اخوه
الشاری بنفسه یوم موتة وعمه سید الشهداء یوم احد۔ وابوه الذاب عن رسول الله
وعن حوزته۔ وانت اللعین ابن اللعین لم تزل انت وابوک تبغیان لرسول الله الغوائل و
تجهدان فی اطفاء نور الله تجمعان علی ذالک الجموع۔ وتبذلان فیه المال وتؤلبان علیه
القبائل۔ علی ذالک مات ابوک وعلیه خلفته والشهید علیک من تدنی ویلجأ الیک من
بقیة الاحزاب ورؤساء النفاق۔ والشاهد لعلی مع فضله المبین القدیم انصاره الذین
معه الذین ذکرهم الله بفضلهم واثنی علیهم من المهاجرین والانصار وهم معه کتائب وعصائب
یرون الحق فی اتباعه والشقاء فی خلافه۔ فکیف یالک الویل تعدل نفسک بعلی وهو وارث
رسول الله ووصیه وابو ولده واول الناس له اتباعا واقربهم به عهدا یخبره بسره
ویطلعه علی امره۔ وانت عدوه وابن عدوه فتمتع فی دنیاک ما استطعت بباطلک و
لیمددک ابن العاص فی غوایتک فکان اجلک قد انقضی وکیدک قد وهی۔ ثم یتبین لک
لمن تکون العاقبة العلیا۔ واعلم انک انما تکاید ربک الذی امنت کیده ویئست
من روحه۔ فهو لک بالمرصاد وانت منه فی غرور والسلام علی من اتبع الهدی

یہ خطاب ہے محمد بن ابی بکر کی طرف سے گمراہ معٰویہ کے نام۔ بعد حمد و نعت واضح ہو کہ
خدا نے اپنی عظمت و جبروت سے اپنی مخلوقات کو بے سبب اور بے غرض نہیں پیدا
کیا۔ نہ خلقت عالم کی اس کو احتیاج تھی اور نہ بغیر اس کی پیدائش کے اس کی قوت
میں کچھ ضعف تھا بلکہ اس نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے اپنا بندہ پیدا کیا جن
میں گمراہ بھی ہیں اور سیدھی راہ والے بھی۔ بدبخت بھی ہیں نیک بخت بھی۔
پھر اللہ نے علم کی بنا پر اچھے بندوں کو برگزیدہ اور منتخب کیا۔ اور ان سب
لوگوں سے حضرت محمد مصطفےٰ کو چنا اور اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا۔ اور اپنی وحی

کے لئے امین مقرر کیا۔ اور حضرت کو رسول بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تو سب سے پہلے جس نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ حضرت کی بات مانی۔ حضرت پر ایمان لائے حضرت کی تصدیق کی۔ حضرت کے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے کو حضرت کے حوالہ کر دیا حضرت کے بھائی اور ابن عم علی ابی طالبؑ تھے جنھوں نے فوراً حضرت کی پوشیدہ خبروں کی تصدیق کی اور اپنے سب قرابت مندوں کے مقابلہ میں حضرت کا ساتھ دیا۔ اور ہر خوف و دہشت کے ہر موقع میں حضرت پر اپنی جان نثار کرتے رہے۔ جس سے آنحضرتؐ کو جنگ کرنا پڑی اُس سے انھوں نے بھی جنگ کی۔ اور جس سے آنحضرتؐ نے صلح کی اُسی سے اُنھوں نے بھی صلح کی۔ غرض وہ ہمیشہ دن رات کے کل اوقات اور خوف و جوع و خضوع کی ہر حالت میں حضرت کی حمایت میں اپنی جان قربان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کل امور میں سب لوگوں سے اس درجہ بڑھ گئے کہ نہ پیروانِ رسولؐ میں ان کی کوئی نظیر مل سکتی ہے اور نہ (امتحان) عمل میں کوئی ان کی برابری کر سکتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تو تو ہی ہے اور وہ وہی ہیں۔ ان کی نیت سب لوگوں سے زیادہ سچی۔ ان کی ذریت تمام عالم سے افضل۔ ان کی بیوی سب لوگوں سے اشرفؑ ان کے چچا حمزہ جنگِ احد کے سید الشہداء اور ان کے باپ حضرت ابو طالب رسولِ خدا اور دین اسلام کے زبردست حامی رہے۔ اور اے معویہ تو خود بھی ملعون ہے اور ملعون کا بیٹا بھی ہے۔ تم باپ بیٹے ہمیشہ حضرت رسولِ خدا کے لئے آفات و مصائب مہیا کرتے رہے۔ اور نورِ خدا کے بجھا دینے میں کوشش کئے گئے۔ اس نظام کے لئے تم دونوں جتھے آراستہ اور کافی مال خرچ کرتے۔ اور حضرت کے خلاف قبیلوں کو ہمیشہ اُبھارتے رہتے تھے۔ انھیں کوششوں میں تیرا باپ مرگیا اور تو انھیں باتوں پر اس کا جانشین ہوا تیرے خلاف ان امور کے گواہ بقیہ احزاب و رؤسائے منافقین سے وہ لوگ بھی ہیں جنکو تو نے اپنا مقرب بارگاہ بنا رکھا ہے۔ اور جو تیری پناہ میں آگئے ہیں۔ اور حضرت علیؑ کا قدیمی فضل تو ظاہر و آشکارا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت کے گواہ آپ کے وہ انصار

ہیں جو حضرت علیؑ کے ساتھ ہیں جن کے فضل و شرف کو خدا نے قرآن مجید میں ذکر کیا۔ جو حضرت رسولِ خدا کے مہاجرین و انصار سے ہیں۔ یہی لوگ حضرت علیؑ کی فوج اور لشکر ہیں۔ جن کا اعتقاد ہے کہ حضرت علیؑ کی پیروی میں حق اور حضرت کی مخالفت میں گمراہی اور بدبختی ہے۔ پس وائے ہو تجھکو تو اپنے کو حضرت علیؑ کے برابر کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ رسولِ خدا کے وارث۔ وصی اور حضرت کی اولاد کے والد ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی پیروی کی۔ اور جو سب سے زیادہ حضرت کے قریب العہد ہیں۔ جن کو حضرت برابر اپنے رازپر باخبر اور اپنے امور پر مطلع کرتے رہتے تھے۔ اور تو خود بھی آنحضرتؐ کا دشمن ہے اور تیرا باپ بھی دشمن ہی تھا۔ پس جس قدر تجھ سے ہو سکے باطل کی پیروی کرکے اس دنیا کا مزا اُٹھالے اور عمرو بن العاص بھی تیری گمراہی میں جس قدر ممکن ہو مدد کر دے مگر (یہ بھی جان لے کہ) تیری اجل آگئی۔ اور تیرا کید سست ہو گیا۔ پھر تجھ پر (بہت جلد) واضح ہو جائیگا کہ شاندار عاقبت کس کے حصہ میں آئی اور یہ بھی جان رکھ کہ تو اپنے اس پروردگار ہی سے مکر و فریب کر رہا ہے جس نے تیرے کید کی جزا سے تجھ کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اور جس کی رحمت سے تو محروم ہو چکا ہے۔ وہ تیری گھات میں لگا ہوا ہے اور تو اُس سے غفلت میں پڑا ہے۔ اور جو ہدایت کی پیروی کرے اُس پر سلام ہو۔

معٰویہ کا خط محمد بن ابی بکر کے نام | معٰویہ نے اس خط کے جواب میں محمد ابن ابی بکر کو یہ مکتوب بھیجا۔ من معویۃ بن صخر الی الزاری علی ابیہ محمد بن ابی بکر اما بعد فقد اتانی کتابک تذکر فیہ ما اللہ اہلہ فی عظمتہ وقدرتہ وسلطانہ وما اصطفیٰ بہ رسول اللہؐ مع کلام کثیر لک فیہ تضعیف ولابیک فیہ تعنیف ذکرت فیہ فضل ابن ابی طالب وقدیم سوابقہ وقرابتہ الی رسول اللہؐ ومواساتہ ایاہ فی کل ہول وخوف۔ فکان احتجاجک علی وعیبک لی بفضل غیرک لا بفضلک۔ فاحمد ربا صرف ہذا الفضل عنک وجعلہ لغیرک فقد کنا وابوک فینا نعرف فضل ابن ابی طالب وحقہ لازما لنا مبرورا علینا۔ فلما اختار اللہ لنبیہ ما عندہ واتم لہ ما وعدہ واظہر دعوتہ وابلج حجتہ وقبضہ اللہ الیہ کان ابوک وفاروقہ اول من ابتزہ حقہ وخالفہ علی امرہ۔ علی ذالک اتفقا واتسقا ثم انہما دعواہ

الی بیعتهما فابطأ عنهما وتلکأ علیهما فهما به الهموم واراد به العظیم ثم بایعهما وسلم لهما واقاما لا یشرکانه فی
امرهما ولا یطلعانه علی سرهما حتی قبضهما الله ثم قام ثالثهما عثمان فهدی بهدیهما وسار بسیرتهما
فعبته انت وصاحبک حتی طمع فیه الاقاصی من اهل المعاصی فطلبتما له الغوائل واظهرتما
عداوتکما حتی بلغتما فیه مناکما فخذ حذرک یا ابن ابی بکر وقس شبرک بفترک تقصر عن ان
توازی اوتساوی من یزن الجبال بحلمه لا یلین عن قسر قناته ولا یدرک ذو مقال اناته
مهد مهاده وبنی ملکه وشاده فان یک ما نحن فیه صوابا فابوک استبد به ونحن شرکاءه
ولولا ما فعل ابوک من قبل ما خالفنا ابن ابی طالب ولسلمنا الیه ولکنا رأینا اباک فعل ذلک به
من قبلنا فاخذنا بمثله فعب اباک بما بدا لک او دع ذالک والسلام علی من اناب۔ اپنے
باپ (ابوبکر) کو عیب لگانے والے محمد کی طرف یہ خط معاویہ کا ہے۔ اما بعد مجھے تیرا خط
ملا جس میں تو نے خدا کی اس عظمت و قدرت و سطوت کا ذکر کیا ہے جس کا وہ اہل و
مستحق ہے۔ اور اُن فضائل کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے خدا نے حضرت رسولِ خدا
کو برگزیدہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ تو نے ایسی بھی بہت سی باتیں لکھ دی ہیں جن سے تیری
کمزوری اور تیرے باپ (ابوبکر) کی ملامت ثابت ہوتی ہے۔ تو نے اس خط میں علیؑ
بن ابی طالب کی فضیلت۔ اُن کے قدیم خصوصیات۔ حضرت رسولِ خدا صلعم سے قرابت
اور ہر خطرے و خوف میں حضرت رسولِ خدا صلعم سے ہمدردی کرنے کا حال لکھا ہے
مگر میرے مقابلہ میں تو جو استدلال کرتا اور مجھ میں عیب نکالتا ہے وہ اوس شخص
(علی بن ابی طالبؑ) کے فضائل کے ذریعہ سے ہے جو تیرے علاوہ ہے تیرے
اپنے کسی فضل کے ذریعہ سے نہیں ہے۔ تو میں اس پروردگار کا شکر و حمد بجالاتا ہوں جس نے
تجھ سے اس فضل کو ہٹا کر تیرے غیر کو عطا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ جن میں تیرے
باپ (ابوبکر) بھی شامل تھے علی بن ابی طالبؑ کے فضائل کو اچھی طرح جانتے تھے
یہ بھی ہم سب کو معلوم تھا کہ (خلافت کے بارے میں) ان کا حق ہم پر لازم اور ہمارے
لئے ضروری ہے۔ مگر جب خدا نے اپنے رسولؐ کے لئے اس شرف کو پسند کر لیا جو اسکے
ہاں ان کیلئے مقرر تھا اور حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور حضرت کی
دعوت کو ظاہر اور حجت روشن کر کے آپ کو اپنے ہاں بلا لیا تو تیرے باپ اور ان کے

فاروق ہی اول وہ لوگ تھے جنھوں نے علیؑ کا حق چھین لیا اور ان کی خلافت کے متعلق اُن کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اسی بات کو دونوں نے اپنے اتفاق سے طے کیا اور اوسی کو کر دکھایا۔ پھر ان دونوں نے علیؑ کو بلایا کہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر علیؑ نے دونوں سے کنارہ کشی کی اور ان کی بیعت میں توقف اور تامل کیا۔ اسپر دونوں نے ان کو مختلف قسم کے ہم وغم میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور بڑے بڑے آفات میں ڈالنے کی کوشش کی۔... پھر ان دونوں نے خلافت کی تو علیؑ کو اپنے انتظام سے کسی امر میں شریک نہیں کرتے تھے نہ اپنے بھیدوں کی اون کو خبر ہونے دیتے تھے یہاں تک کہ وہ دونوں دنیا سے چل بسے تو ان دونوں کے تیسرے بزرگ عثمان کھڑے ہوئے انھوں نے بھی انھیں دونوں کی روش اختیار کی اور انھیں کی سیرت وطریقہ پر عمل کرنے لگے۔ مگر ان میں تونے اور تیرے امام (علیؑ) نے عیب گیری کی۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں دور دور کے نافرمان لوگ بھی طمع میں پڑ گئے۔ پھر تم دونوں نے ان کو آفتوں میں ڈالنا چاہا اور اپنی دشمنی ظاہر کر دی یہاں تک کہ تم دونوں اپنی مرادوں کو پہونچ گئے۔ پس اے ابوبکر کے بیٹے اپنے بچنے کی راہ اختیار کر اور اپنی بالشت کو اپنی انگلیوں کی درمیانی وسعت پر قیاس کر۔ تو اُس شخص (خود میں معٰویہ) کے مقابلہ اور برابری سے جس کا حلم پہاڑوں کے برابر ہے عاجز ہے؟ اب جس مسئلہ (خلافت) میں ہم لوگ بحث کر رہے ہیں اگر درست ہے تو تیرے باپ (ابوبکر) ہی نے اکیلے اکیلے الگ اس کا انتظام کر لیا تھا[1] اور ہم لوگ تو صرف ان کے کام میں شریک ہوگئے ہیں کیونکہ اگر تیرے باپ اس کے قبل ایسا برتاؤ نہیں کئے ہوتے تو ہم بھی علی ابن ابی طالبؑ کی مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو ان کے حوالہ کر دیتے مگر ہم نے دیکھا کہ تیرے باپ ہی نے

---

[1] مولوی وحیدالزماں خاں صاحب نے لکھا ہے "فاستبد وتم علینا" تم نے اکیلے اکیلے الگ ہی خلافت کا انتظام کر لیا ہم کو صلاح ومشورے میں بھی شریک نہیں کیا یہ حضرت علیؑ کا قول ہے (انوار اللغۃ پ ۲ صفحہ ۱۶۱)۔ اور مجمع بحار الانوار میں ہے قول علی فاستبدتم علینا استبد بہ اذا انفرد بہ (دیکھا ملک) ترجمہ وہ ہے جو اوپر گذرا ۱۲۔

ہم سے پہلے ایسا کیا تو انہیں کے مثل ہم نے بھی کیا۔ اب تجھ کو جو عیب لگانا ہو وہ اپنے باپ ہی میں لگا یا اس سے باز آ۔ اور سلام ہو اس پر جو حق کی طرف رجوع کرے (تاریخ مروج الذہب برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۶ ص ۷۹ مطبوعہ مصر)

غالباً انہیں خطوط کے متعلق علامہ طبری و ابن اثیر نے لکھا ہے۔ ان محمد بن ابی بکر کتب الی معٰویۃ لما ولی فذکر مکاتبات جرت بینھما کرھت ذکرھا لما فیہ مما لا یحتمل سماعھا العامۃ۔ جب معویہ خلیفہ ہوا تو اس میں اور محمد بن ابی بکر میں ایسی خط و کتابت ہوئی جس کی نقل کو میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں وہ مضامین ہیں جن کا سننا عام لوگ کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ (تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۳۲ و تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۳۱)

حضرت رسول خدا صلعم نے کیسی صحیح پیشینگوئی فرمائی تھی اقبل فتیۃ من بنی ھاشم فلما رآھم النبی اغرورقت عیناہ و تغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھک شیئاً نکرھہ بنی ہاشم کے کچھ جوانوں کو آتے دیکھ کر حضرت رسول خدا صلعم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور حضرت کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ راوی نے پوچھا کہ یا حضرت کیا بات ہے؟ اس پر حضرت نے فرمایا ان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاءً و تشریداً و تطریداً۔ میرے بعد بہت جلد میرے اہلبیت بلاؤں میں مبتلا کئے جائیں گے اور آوارہ وطن کر کے شہر بہ شہر پھرائے جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۹) اس کے ساتھ حضرت نے یہ پیشینگوئی بھی صاف صاف فرما دی تھی کہ اگر تم لوگ علیؑ کو میرا خلیفہ اور اپنا امام مانتے رہو گے تو وہی تم کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے مگر تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ فرمایا ان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیا مھدیا یاخذ بکم الطریق المستقیم اگر تم لوگ علیؑ کو اپنا حاکم اور پیشوا مقرر کرو گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہی تم لوگوں کو سیدھے رستے پر لے چلیں گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ (مشکوۃ شریف باب مناقب عشرہ جلد ۸ ص ۱۲۸)۔

حضرت صاف صاف فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسا کرو گے نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ ان کو میرا خلیفہ بلا فصل نہیں مانو گے اس لئے کہ خلیفہ چہارم تو ان لوگوں نے مان لیا۔ اور حضرت کا قول غلط نہیں ہو سکتا لہذا یقیناً اس سے

مراد یہی تھی کہ میرے وفات پاتے ہی تم لوگ ان کو اپنا خلیفہ نہیں مانوگے لیکن اگر ایسا کرو تو وہی تم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلائیں گے۔

۲۶ بہ چوبیسویں فصل

حضرت علیؑ کے احسانات

حضرت رسولِ خدا صلعم کی سیکڑوں حدیثیں ہیں جن میں حضرت نے جناب امیرؑ کو تاکید کی تھی کہ جب میرے بعد لوگ دنیا پرستی کی وجہ سے تم پر ظلم کریں اور مصائب کے پہاڑ ڈھائیں تو تم صبر کرنا۔ حضرت نے بالکل اس کی تعمیل کی ورنہ آپ آمادہ ہو جاتے تو ایک طرف قبیلۂ انصار آپ کے لئے تلوار کھینچ لیتا۔ دوسری طرف ابوسفیان مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دیتا۔ اور تیسری طرف بنی ہاشم حضرت کیلئے جان دیدیتے مگر جس طرح حضرت رسولِ خدا صلعم نے آغازِ رسالت میں کل مصائب برداشت کئے اور جہاد نہیں کیا اُسی طرح حضرت علیؑ نے بھی اپنی حقیقی خلافت کی ابتداء میں صبر ہی سے کام لیا بلکہ اپنی طرف سے ان حضرات پر احسان ہی کرتے رہے ایک دفعہ اخذت ابابکر الخاصرة فجعل علی یسعی بیدہ فیکمد بہا خاصرۃ ابی بکر۔ حضرت ابوبکر کو دردِ پہلو ہوا تو جناب امیرؑ اپنا ہاتھ سینک کران کی تکمید کرتے تھے (منتخب کنز العمال جلد ا ص۲۵۴ درمنثور جلد ۴ ص۱۰۱ وغیرہ)۔ ایک دفعہ تلوار لیکر ذی القصہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علیؑ نے آپ کو سمجھایا اور مفید مشورہ دیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص۱۷۱)۔ آپ کو لواطہ کی حد نہیں معلوم تھی حضرت علیؑ نے بتائی۔ (کنز العمال کتاب الحدود جلد ۵ ص۹۹)۔ ایک دفعہ ایسی مشکل پڑی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا مگر حضرت علیؑ خاموش بیٹھے رہے۔ جب آپ سے اصرار کیا تو آپ نے ایسی رائے بتائی کہ سب کی رائے چھوڑ کر حضرت ہی کے مشورہ پر عمل کیا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۲ ص۱۷۷) خصوصاً ریاض نضرہ۔ کنز العمال۔ تفسیر درمنثور وغیرہ میں سیکڑوں

واقعات ملتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نہایت درجہ پریشان ہوئے ہیں اور کسی طرح وہ مصیبت نہیں دفع ہوئی۔ مگر حضرت علیؑ نے آپ سے اسکو زائل کیا۔ اگرچہ لولا علی لھلك عمر (اگر حضرت علیؑ نہیں ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) کی طرح حضرت ابوبکر کا کوئی قولی اقرار معلوم نہیں ہوتا مگر عملاً آپنے بھی حضرت علیؑ کے احسانوں سے اسی طرح نفع حاصل کیا جس طرح حضرت خلیفۂ دوم نے۔

پچیسویں فصل ۲۵

حضرت ابوبکر کا خطبہ پڑھنا اور حضرت امام حسنؑ کا کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر آیئے

علامہ ابن حجر مکی وغیرہ بکثرت علمائے محققین و محدثین نے لکھا ہے اخرج الدار قطنی ان الحسنؑ جاء لابی بکرؓ وھو علی منبر رسول اللہ ص فقال انزل عن مجلس ابی۔ فقال صدقت واللہ انہ مجلس ابیك ثم اخذہ واجلسہ فی حجرہ دبکی۔ امام دار قطنی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ جناب ابوبکر کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رسولؐ کے منبر پر ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ سے اتر آیئے۔ حضرت ابوبکر بولے سچ کہا تم نے خدا کی قسم یہ تمھارے باپ ہی کی جگہ ہے[1] پھر آپکو گود میں بٹھا کر رونے لگے۔

[1] حضرت امام حسینؑ کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ خلیفۂ دوم کے ساتھ ہوا علامہ ابن حجر نے لکھا ہے دوقع للحسین نحو ذالك مع عمر وھو علی المنبر فقال لہ منبر ابیك واللہ لا منبر ابی۔ ایسا ہی واقعہ امام حسینؑ کا بھی ہے کہ جب حضرت عمر منبر پر تھے تو کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آیئے۔ حضرت عمر نے جواب دیا بے شک تمھارے باپ ہی کا منبر ہے اور خدا کی قسم یہ میرے باپ کا منبر نہیں ہے۔ (صواعق محرقہ ص۱۰۱) اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے لکھا ہے حدثنی الحسینؑ بن علیؑ قال اتیت عمر وھو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیك۔ فقال عمر لم یکن لابی منبر واخذنی فاجلسنی معہ فلما نزل انطلق بی الی منزلہ فقال لی من علمك۔ قلت واللہ ما علمنی احد قال یا بنی لو جعلت تغشانا

(صواعق محرقہ ص۱۰۱ و تاریخ الخلفاء ص۵۵ و ریاض نضرہ ص۱۳۵ و تاریخ خطیب ۔ نہایۃ العقول فخر رازی وغیرہ) اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسنؑ کو بھی معلوم تھا کہ منبر رسولؐ حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی جگہ اور حضرت علیؑ ہی کا حق ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ اس پر سے اتر آیئے۔ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے قسم کھا کر کہا کہ بیشک یہ آپ کے باپ ہی کی جگہ ہے۔ اگر خلافت حضرت علیؑ کا حق نہیں تھی تو حضرت

قالت اتیتہ یوما وھو خال بمعویۃ وابن عمر بالباب فرجع ابن عمر فرجعت معہ فلقیتی بعد فقال لی لم اردہ ۔ قال انی جئت وانت خال بمعویۃ فرجعت مع ابن عمر فقال انت احق من ابن عمر فانما انبت ما تری فی رؤ سنا اللہ ثم انتم ۔ حضرت امام حسینؑ بیان کرتے تھے کہ میں حضرت عمر کے پاس گیا۔ دیکھا کہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں۔ تو میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا میرے باپ کے منبر سے اُتر جایئے اور اُس منبر پر جا کر بیٹھے جو آپ کے باپ کا ہو۔ حضرت عمر نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے پھر مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور جب اس سے اُترے تو مجھے بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لیتے گئے۔ وہاں مجھ سے پوچھنے لگے۔ کیوں جی یہ بات تم کو کس نے سکھائی تھی ؟ میں نے کہا خدا کی قسم کسی نے بھی نہیں سکھائی (اپنے دل سے میں نے کہی) تب حضرت عمر بولے میرا باپ تم پر فدا ہو جائے۔ تم کبھی کبھی میرے ہاں آیا کرو۔ اس پر میں ایک دن ان کے ہاں گیا۔ مگر معلوم ہوا کہ معٰویہ ان کے پاس ہے اور وہ دونوں تخلیہ میں کچھ کر رہے ہیں۔ حضرت عمر کے بیٹے دروازے پر ہیں۔ وہ بھی اندر نہیں جا سکے بلکہ پلٹ آئے۔ تو میں بھی پلٹ آیا۔ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت عمر مجھ سے ملے تو کہا تم میرے ہاں آئے نہیں ؟ میں نے کہا میں آیا تھا۔ مگر آپ اور معٰویہ تنہائی میں کچھ کر رہے تھے۔ تو میں بھی عبداللہ بن عمر کے ساتھ واپس گیا۔ حضرت عمر نے کہا میرے لڑکے سے زیادہ تمہارا حق ہے کیونکہ ہم لوگوں کے سروں کا ایک ایک بال تک صرف خدا کے فضل اور تمہارے طفیل ہی میں پیدا ہوا ہے۔ (اصابہ جلد۲ ص۱۵ و تہذیب الکمال ص۔ و کنز العمال جلد۷ ص۱۰۵ و ازالۃ الخفاء جلد۲ ص۸۰)۔ حضرت عمر نے اس قول میں اعتراف کیا۔ گویا انکی خلقت۔ ان کا گوشت پوست اور ہر نعمت ان حضرات ہی کی طفیل میں ملی۔ اسی کے قریب حضرت رسول خدا صلعم کے مشہور صحابی ابوہریرہ نے بھی کہا تھا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے عن ابی المھزم قال کنا مع ابی ھریرۃ فی جنازۃ فلما رجعنا جیا الحسین علیہ السلام ضعد فجعل

امام حسنؑ نے کیوں فرمایا اور حضرت ابوبکر نے کیوں قسم کھاکر کہاکہ یہ آپ کے باپ ہی کے بیٹھنے کی جگہہ ہے، ظاہر ہے کہ وہ منبر رسولِ خدا صلعم کا تھا حضرت علیؑ کا نہیں تھا پس اگر حضرت صلعم کے بعد حقیتِ خلافت کے ذریعہ سے وہ جگہہ حضرت علیؑ کے بیٹھنے کی نہیں ہوگئی تھی تو حضرت ابوبکر کی یہ قسم کیسی تھی۔ کیا اس سے حضرت علیؑ کی اُس شکایت کی تائید نہیں ہوتی جس کو امام مسلم تک نے لکھا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر سے فرمایا ولکنک استبددت علینا بالامر وکنا نحن نری لنا حقا۔ تم نے ہم لوگوں کو الگ کرکے اپنی رائے سے اکیلے خلافت پر قبضہ کرلیا! (صحیح مسلم جلد۲ ص۹۱) اور علامہ طبری نے لکھا ہے۔

نری ان لنا فی هذا الامر حقا فاستبددتم به علینا ثم ذکر قرابته من رسول اللهؐ وحقهم فلم یزل علی یقول ذالك حتی بکی ابوبکر۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اس کو ہم لوگ اپنا حق جانتے تھے مگر تم لوگوں نے ہم کو الگ کرکے خود ہی اس پر قبضہ کرلیا۔ پھر حضرت نے رسولِ خدا صلعم سے اپنی قرابت بیان کی۔ اور اپنے حقوق ذکر کیے۔ حضرت برابر یہ بیان کرتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رونے لگے۔ (تاریخ طبری جلد۳ ص۲۰۲)

۲۶ چھبیسویں فصل

مانعینِ زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر کا جہاد

حضرت رسول خدا صلعم کی وفات تک تقریباً پورا عرب مسلمان ہوگیا تھا مگر حضرت کی وفات

ابو هریرة ینفض التراب عن قدمیه بثوبه فقال له الحسین انت یا ابا هریرة تفعل هذا۔ قال دعنی فنك لو یعلم الناس منك ما اعلم لحملوك علی عواتقهم۔ ابوالمهزم بیان کرتا تھا کہ ایک جنازہ میں ابوہریرہ کے ساتھ میں بھی تھا جب دفن کرکے پلٹے تو حضرت امام حسینؑ علیہ السلام بلندی پر چڑھنے کی وجہ سے تھک گئے تھے یہ دیکھکر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت کے دونوں پاؤں اپنے کپڑے سے جھاڑنے لگے تو امام حسینؑ نے فرمایا اے ابوہریرہ تم یہ کیا کررہے ہو۔ انھوں نے کہا مجھے ایسا کرنے دیجئے کیونکہ آپ کے جو فضائل مجھے معلوم ہیں اگر وہ دوسرے لوگوں کو بھی معلوم ہوجائیں تو وہ لوگ آپ کو اپنے کاندھوں پر سوار کرکے لیجایا کریں۔ (تاریخ طبری جلد۱۳ ص۱۹)۔

کی خبر سنکر اکثر عربوں نے حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت رسولؐ نے ان کو خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا۔ اگر خاندانِ رسالت سے کوئی شخص خلیفہ ہوتا تو ہم لوگوں کو عذر نہیں ہوتا۔ تم لوگوں نے اصلی مستحقِ خلافت کو محروم کرکے خلافت کو غصب کر لیا ہے۔ باوجودیکہ وہ لوگ خدا اور رسولؐ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے۔ عقائدِ اسلام کو تسلیم کرتے اور نماز پڑھتے۔ روزہ رکھتے۔ حج کرتے رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے مسلمان تھے مگر حضرت ابوبکر نے صرف زکوٰۃ کا روپیہ نہ ملنے کی وجہ سے ان لوگوں سے جہاد کا اعلان کر دیا۔ موٴرخ مسعودی نے لکھا ہے وارتدت العرب بعد استخلافہ بعشرۃ ایام۔ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر دس روز کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (مروج الذہب جلد ۵ صـ۱۹۱) مرتد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ موٴرخین نے تصریح لکھا ہے۔ الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوٰۃ فقال قوم لانقاتلہم قتال الکفرۃ وقال قوم بل نقاتلہم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا من ما اعطوا رسول اللہ لقاتلتہم علیہ ومضی بنفسہ الی قتالہم ووافقہ الصحابۃ باسرہم وقد ادی اجتہاد عمر فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال الیہم واطلاق المحبوسین منہم حضرت رسولِ خدا کی وفات کے بعد ساتواں خلاف زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کے متعلق واقع ہوا۔ کچھ لوگ کہتے تھے جس طرح ہم کافروں سے جہاد کرتے تھے۔ ان مسلمانوں سے نہیں کر سکتے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ حضرت ابوبکر نے طے کیا کہ جو چیز یہ لوگ رسولِ خدا صلعم کو دیتے تھے اگر ان میں سے جانور باندھنے کی ایک رسی بھی نہیں دیں گے جب بھی ہم ان سے ضرور لڑیں گے۔ اور خود ان سے لڑنے کیلئے روانہ بھی ہو گئے۔ اور صحابہ نے بھی انھیں کی موافقت کی۔ مگر حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ان کے اجتہاد نے یہ طے کیا کہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے جو عورتیں لونڈی بنائی گئی ہیں وہ آزاد کر دی جائیں۔ اور ان کا جو مال لوٹا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ اور ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ (کتاب ملل ونحل شہرستانی صـ۱۰)۔ اور علامہ سیوطی نے لکھا ہے۔ لما اشتہرت وفاۃ النبی بالنواحی ارتدت طوائف کثیرۃ من العرب عن الاسلام ومنعوا الزکوٰۃ فنہض ابوبکر الصدیق لقتالہم فاشار علیہ عمر وغیرہ ان یفتر عن قتالہم فقال واللہ

لو منعونی عقالا او عناقا کانوا یؤدونھا الی رسول اللہ ص لقاتلتہم علی منعہا۔ فقال عمر کیف تقاتل الناس و قد قال رسول اللہ ص امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ ص فمن قال عصم منی مالہ و دمہ الا بحقہا و حسابہ علی اللہ۔ فقال ابوبکر واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال و قد قال الا بحقہا۔ جب حضرت رسولِ خدا صلعم کی وفات کی خبر تمام اطراف میں مشہور ہو گئی تو عرب کے بہت سے گروہ اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور زکوٰۃ روک لی اس پر حضرت ابوبکر ان سے جہاد کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے مگر حضرت عمرو غیرہ نے ان کو مشورہ دیا کہ ان کے جہاد سے باز آئیں۔ انھوں نے جواب دیا خدا کی قسم اس زکوٰۃ سے جو چیزیں یہ لوگ رسولِ خدا کے پاس بھیجا کرتے تھے اگر اس سے ایک بندھن یا ایک بچہ (جانور) بھی مجھے نہیں دیں گے تو میں ان سب سے ضرور لڑونگا حضرت عمر نے کہا ان سے اب تم کس قاعدہ سے لڑ سکتے ہو حالانکہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے فرما دیا ہے کہ مجھے اتنا ہی حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اُس وقت تک لڑوں جب تک وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ نہ دیں۔ اس کے بعد ان کا مال اور خون ہم سے محفوظ رہیگا۔ سوا اسکے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہو گا۔ حضرت ابوبکر بولے جو شخص بھی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا خدا کی قسم میں اوس سے ضرور لڑونگا کیونکہ مال کا حق تو زکوٰۃ ہی ہے اور حضرت نے فرمایا ہے سوائے اس کے حق کے۔ (تاریخ الخلفاء ص۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ان لوگوں کو مرتد سمجھا گیا ورنہ وہ پورے مسلمان تھے۔ کیونکہ نماز وہی پڑھتا ہے جو مسلمان ہوتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر و غیرہ سے اس کے متعلق اختلافی بحثیں بھی ہوتی رہیں۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے "بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر گردید در مقاتلہ منع کنندگان زکوٰۃ حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلم بودند"۔ اس کے بعد دوسرا اشکال ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ روکنے والوں سے جہاد کرنا چاہئے یا نہیں حالانکہ وہ کلمۂ اسلام کو پڑھ رہے ہیں۔ (ازالۃ الخلفاء جلد ۲ ص۲۲) اور علامہ دیاربکری نے لکھا ہے۔ کرھت الصحابۃ قتال مانعی الزکوٰۃ وقالوا اہل القبلۃ فتقلد ابوبکر سیفہ و خرج وحدہ۔ صحابہ کو یہ ناگوار ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جہاد کیا جائے۔ اور ان سب نے کہا کہ یہ لوگ تو اہلِ قبلہ (مسلمان) ہیں (پھر ان سے

جہاد کیونکر جائز ہوگا) اس پر حضرت ابوبکر نے اپنی تلوار کمر سے لگالی اور لڑنے کیلئے اکیلے نکل پڑے۔ و قال بعضہم نؤمن باللہ ونشہد ان محمدا رسول اللہ ونصلی ولکن لا نعطیکم اموالنا فابی ابوبکر الا قتالھم وجادل ابوبکر اصحابہ فی جہادھم وکان من اشدھم علیہ عمر بن الخطاب وابو عبیدہ بن الجراح وسالم مولی ابی حذیفۃ وقالوا احبس جیش اسامۃ بن زید فیکون عمارۃ وامانا بالمدینۃ وارفق بالعرب حتی ینفرج ھذا الامر فان ھذا الامر شدید غورہ ومھلکۃ من غیر وجہ۔ اور بعض (مخالفین حضرت ابوبکر نے کہا ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمدؐ خدا کے رسولؐ تھے۔ اور ہم نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن ہم اپنا مال تم لوگوں کو نہیں دیں گے حضرت ابوبکر نے کہا جب تک زکوٰۃ نہیں دوگے نہیں مانیں گے۔ ضرور تم سے لڑینگے اس بارے میں حضرت ابوبکر اپنے اصحاب سے بھی لڑنے لگے۔ سب سے زیادہ مخالف حضرت عمرؓ و ابو عبیدہ وسالم مولی ابو حذیفہ تھے۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اسامہ بن زید کے لشکر کو روک رکھو جس سے مدینہ کی آبادی بھی رہیگی اور دشمنوں سے امن بھی رہیگا۔ اور عرب کے ساتھ نرمی کرو تاکہ یہ (بغاوت وغیرہ کا طوفان) فرو ہو جائے کیونکہ اس امر کی تہ بہت خطرناک ہے اور بغیر مناسب صورت اختیار کئے اس میں تباہی رکھی ہوئی ہے۔ قال عمر فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فقال لی اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام۔ حضرت عمر کہتے تھے کہ میں نے کہا اے خلیفہ لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس پر حضرت ابوبکر مجھ سے کہنے لگے تم جاہلیت کے زمانہ میں تو جبار تھے اور اسلام میں خوار بن گئے

ملاحظہ جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب نے لکھا ہے اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام حضرت صدیق نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا جاہلیت کے زمانہ میں تو تم سرکش اور سخت تھے۔ اسلام میں آکر نا تواں اور کمزور ہوگئے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عرب کے کئی قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت صدیق نے کہا میں ان سے لڑونگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ انکو تالیف قلوب چاہئے۔ تب حضرت صدیق نے یہ فرمایا۔ (انوار اللغۃ پ ۷ صفحہ ۳۲

دعاہ رزین فی کتاب الی المذی من قول عمر لابی بکر وانما تشعث العرب طاامی اموالها وانت لا تصنع بتفرق
العرب عنک شیئا فلو ترکت للناس صدقۃ ہذہ السنۃ - اس کی روایت رزین نے کتاب
تجرید میں حضرت عمر کے اُس قول سے کی ہے جو آپ نے حضرت ابوبکر سے کہا۔
کہ عرب اپنے مال کے متعلق بخل پر آمادہ ہوگئے ہیں اور جب تم عربوں کو اپنے سے
متفرق کردوگے تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ بہتر ہے کہ اس سال کی زکوٰۃ اور
صدقات کا مال چھوڑ دو۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۴) اور علامہ ابن الوردی نے
لکھا ہے۔ و فی ایام ابی بکر منعت بنو یربوع الزکوۃ وکان کبیرہم مالک بن نویرۃ قدم علی النبی
واسلم فولاہ صدقۃ قومہ فلما منع الزکوۃ ارسل ابوبکر الیہ خالدا فی معنی الزکوۃ۔ حضرت
ابوبکر کی خلافت میں قبیلہ بنو یربوع نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اس قبیلہ کا سردار اور
بزرگ مالک بن نویرہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوا تھا
اور آنحضرتؐ نے قبیلہ بنو یربوع کی زکوٰۃ وصول کرنے کا کام اسی کے سپرد کر دیا
تھا۔ پس جب اوس نے (بعد وفات رسول) حضرت ابوبکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا
تو آپ نے اُس کی طرف خالد کو فوج کے ساتھ زکوٰۃ کے لئے جہاد کرنے کی غرض سے
بھیج دیا۔ (تاریخ ابن الوردی ص) - اور علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے۔ فنصب لہم
ابوبکر الحرب وارادقتالہم فقالوا نصلی ولا نؤدی الزکوۃ۔ فقال الناس اقبل منہم یا خلیفۃ
رسول اللہ فان العہد حدیث والعرب کثیر ونحن شرذمۃ قلیلون لا طاقۃ لنا بالعرب
مع انا قد سمعنا رسول اللہ یقول امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا
قالوا اعصموا منی دماءہم واموالہم الا بحقہا وحسابہم علی اللہ۔ فقال ابوبکر ہذا
من حقہا لا بد من القتال۔ فقال الناس لعمر اخل بہ فکلمہ لعلہ یرجع عن رأیہ ہذا
فیقبل منہم الصلاۃ ویعفیہم من الزکوۃ فخلا بہ عمر بہا راجع فقال واللہ لو منعونی عقالا
کانوا یؤدونہ الی رسول اللہ لقاتلتہم علیہ ولو لم اجد احدا اقاتلہم بہ لقاتلتہم
وحدی۔ حضرت ابوبکر نے لوگوں سے جنگ چھیڑ دی اور جہاد کا ارادہ کر لیا تو ان بیچاروں نے کہا
ہم سب نمازیں تو پڑھتے ہیں صرف زکوٰۃ ہی نہیں دیتے (پھر ہم سے جہاد کیوں کیا جائے) اسپر
وہ صحابہ جو حضرت ابوبکر کے موافق تھے بولے کہ ... نعوذ رسول ان بیچاروں کی معذرت قبول